علماء ومشائخ اہلسنت پر لاجواب تحریر

تذکرہ
علماء ومشائخ اہلسنت

ازقلم:
ابوبلال محمد سیف علی سیالوی

نظر ثانی:
ابوذہیب محمد ظفر علی سیالوی غفرلہ



ناشر
اکبر بک سیلرز لاہور

علماء و مشائخ اہلسنت پر لاجواب تحریر

تذکرہ
علماء و مشائخ اہلسنت

از قلم:
ابو بلال محمد سیف علی سیالوی

نظر ثانی:
ابو ذہیب محمد ظفر علی سیالوی غفرلہ

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور
Ph: 37352022

الصلوٰة والسلام علیك یا سیدی یا رسول اللّٰہ
وعلیٰ الك واصحابك یا حبیب اللّٰہ

نام کتاب	....	تذکرہ علماء و مشائخ اہل سنت
مصنف	....	ابو بلال محمد سیف علی سیالوی
نظر ثانی	....	ابو ذہیب محمد ظفر علی سیالوی
صفحات	....	240
تعداد	....	600
کمپوزنگ	....	عقیل احمد
اشاعت	....	جنوری 2017ء
ناشر	....	محمد اکبر قادری
قیمت	....	-/250 روپے

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور

الاهداء

بندۂ ناچیز اپنی اس تصنیف کو شیخ الاسلام ترجمان القرآن نازشِ دوراں
امامِ عشق و محبت حسان الہند مجدد دین و ملت حامی شریعت امام اہل سنت
ترجمانِ حقیقت ماحی بدعت فنافی الرسول کشتۂ عشق رسول

حضرت علامہ امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
اور تحریک پاکستان کے عظیم رہنما مفسرِ قرآن مصنف کتب کثیرہ
ولی کامل عظیم محدث اجل مفسر بہترین مدرس نامور قلم کار

حضرت علامہ صدر الافاضل سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ الہادی
کی بارگاہِ ناز میں اپنی بخشش کا وسیلہ سمجھ کر پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔
یہ امید کرتے ہوئے کہ اولیاء رحمٰن ایک گناہ گار کو اپنی ولایت کی چادر میں
پناہ بخشیں گے اور ان کی نظر عنایت سے بندہ منہ دکھانے کے قابل ہو جائے گا

الانتساب

اس دور کے بہت بڑے عاشقِ رسول، بہت بڑے مجاہد، بہت بڑے غازی

حضرت ملک ممتاز حسین قادری شہید

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور یورپ کی سرزمین میں جا کر گستاخِ رسول کو واصل جہنم کر کے

دیارِ غیر میں شہادت کا جام نوش کرنے والے

حضرت غازی عامر عبد الرحمٰن چیمہ شہید

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کے نام منسوب کرتا ہے

جنہوں نے سیرت حسینی اپناتے ہوئے گستاخانِ رسول کو واصل جہنم کر کے

ان کے گندے وجود سے دھرتی کو پاک کیا اور بارگاہِ خداوندی

و دربارِ رسالت مآب میں سرخروئی حاصل کی اور سبق دے گئے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

فہرست

حدیث دل

خالقِ کائنات عزوجل کا کروڑ بار شکر ہے کہ جس نے ہمیں اپنے حبیب' امام الانبیاء' شبِ اسریٰ کے دولہا' منبع جود و سخا' معدنِ حلم و حیا' ختم نبوت کے بادشاہ' احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی بنایا۔ پھر فرقوں کے ہجوم میں سے ہمیں اس گروہ اہل سنت و جماعت میں رکھا جو نجاتِ یافتہ جماعت ہے۔ از سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تا خواجہ قمر الحق والدین سیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تمام اولیاء کبار کا تعلق اہل سنت و جماعت سے ہی تھا اور قیامت تک جتنے اولیاء ہوں گے وہ اہل سنت و جماعت سے ہی ہوں گے۔ چونکہ نیک لوگوں کے ذکر سے اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ اس لیے بندۂ ناچیز گاہے بگاہے وقتاً فوقتاً اپنے اکابرین پر کچھ لکھتا رہتا ہے تاکہ نئی نسل اپنے اکابرین کی علمی و روحانی قدروں سے آگاہ رہے اور کسی چال باز کی چال بازی میں نہ آئے۔ حتی المقدور میں نے کوشش کی ہے کہ ہر بات کو باحوالہ' دلچسپ اور آسان انداز میں لکھا جائے۔ علمیت جھاڑنا مقصود نہیں' بات عوام کو سمجھانا مقصود ہے۔ اس کتاب کی ترتیب میں برادرِ حقیقی ابو ذہیب مولانا محمد ظفر علی سیالوی مدظلہ الاقدس' اور ہمارے دوست مولانا محمد افضال حسین نقشبندی زید مجدہٗ (جو کہ سراپا محبت ہیں) کی مشاورت سو فیصد شامل رہی۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل اور دینی کاموں میں برکت عطا فرمائے۔ زندہ قومیں اپنے اکابرین اور محسنین کو بھولتی نہیں بلکہ ان کی تاریخ مرتب کرتی ہیں اور ان کے کارناموں سے قوم کو روشناس کراتی ہیں۔

استادوں سے سنا تھا کہ وہ قومیں ترقی نہیں کرتیں جو اپنے بزرگوں کو بھلا دیتی ہیں۔ میں نے مقدور بھر منزل کو چھونے کی کوشش کی ہے اگر کامیاب ہوا ہوں تو یہ اللہ عزوجل اور اس کے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فضل وکرم اور ان بزرگوں کا تصرف ونظر کریمانہ ہے اور اگر میں اس کتاب کو لکھنے میں ان فٹ رہا ہوں تو یہ میری کم علمی ہے۔ میرا خالق مجھے اور کتاب کے قارئین، ناشرین، معاونین کو دین ودنیا کی کامرانیاں عطا فرمائے۔

آخر میں کتاب کے ناشر محترم ومکرم جناب محمد اکبر علی قادری صاحب کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا اور کتاب آپ کے ہاتھوں میں آئی۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو مزید دینِ متین کی اشاعت کی توفیق بخشے۔ بجاہ النبی الکریم الامین صلی اللہ علیہ وسلم

ابوبلال محمد سیف علی سیالوی

(جامعہ کنز الایمان ہرسہ شیخ لاہور روڈ چنیوٹ)

۷ رصفر المظفر ۱۴۳۸ھ بمطابق ۸ رنومبر ۲۰۱۶ء

بروز منگل قبل ظہر

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی

حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے فرمایا۔ میرا بندہ نوافل کے ذریعے میری طرف ہمیشہ قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ ''احببته'' میں اس اپنا محبوب بنالیتا ہوں ''بصره الذی یبصر به'' تو میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے (مشکوۃ باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ، بخاری مطبوعہ انڈیا کتاب الرقاق تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 436 فضائل اعمال مطبوعہ لاہور صفحہ 55) جب بندہ نوافل کی کثرت کرتا ہے تو خدا کا محبوب بن جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم گواہی دے رہا ہے ''فاتبعونی یحببکم اللہ'' اور جب بندہ خدا کا محبوب بن جاتا ہے تو پھر وہ دور ونزدیک سے یکساں دیکھتا ہے کیونکہ وہ مظہر ذات الٰہی ہو جاتا ہے۔ پھر اس کی نگاہ عام انسانوں کی نگاہوں کی طرح نہیں رہتی بلکہ اس کی آنکھوں میں نور الٰہی آجاتا ہے۔

حدیث پاک میں ہے: اتقوا فراسة المومن فانه ینظر بنور اللہ۔

(ترمذی 3۔ منصب امامت از مولوی اسماعیل وہابی مطبوعہ لاہور صفحہ 76)

طبقات شعرانی میں ہے مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

زنار توڑ کر مسلمان ہو جا

مذکورہ حدیث کی وضاحت ان واقعات سے بھی ہوتی ہے کہ ایک مرتبہ ابوالقاسم حضرت سیّدنا جنید بغدادی رضی اللہ عنہ وعظ فرما رہے تھے کہ ایک نصرانی بھیس بدل کر مجلس وعظ میں آیا اور آ کر کہا اے شیخ! اتقو فراسة المومن فانه ینظر بنور الله۔ کہ مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ فرمایا حدیث شریف ٹھیک ہے زنار توڑ اور مسلمان ہو جاؤ۔ کیونکہ اب تیرے مسلمان ہونے کا وقت آ گیا ہے وہ اسی وقت مسلمان ہو گیا (روض الریاحین مطبوعہ لاہور صفحہ 268)

کبھی لوح پر ہے کبھی عرش پر
خدا والے رکھتے نہیں آنکھ بند
کلام ولی حق میں ڈوبا ہوا
کبھی تلخ و مشکل کبھی شیر و قند
ہر ایک کے لیے ہمدم و خیر خواہ
نہیں اس سے پہنچتی کسی کو گزند

نگاہِ فاروقی

مولوی محمد ابراہیم دہلوی دیو بندی اپنی کتاب ''احسن المواعظ'' مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی صفحہ 76 پر لکھتے ہیں کہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ زمانہ خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں مَیں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ گویا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم زندہ حیات ہیں اور مسجد نبوی میں صبح کی نماز پڑھاتے ہیں میں بھی آپ کے ساتھ نماز میں ہوں سلام پھیرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی کی دیوار سے پشت مبارک لگا کر بیٹھ گئے۔ سامنے سے ایک عورت اپنے ہاتھ میں کھجوروں کا طباق لئے آئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لا کر وہ طباق رکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طباق سے ایک کھجور اٹھا کر میرے منہ میں دی باقی کھجوریں سارے نمازیوں میں تقسیم کر دیں۔ مگر میرا دل چاہتا تھا کہ ایک کھجور اور بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عنایت فرمائیں اتنے میں میری آنکھ کھل گئی۔ زبان پر شیرینی اور ذائقہ کھجور کا موجود تھا دل میں حضور کی زیارت کا نور اور سرور موجود تھا۔ ٹھیک صبح کی نماز کے وقت آنکھ کھلی فوراً مسجد نبوی شریف میں آیا۔ دیکھا کہ بجائے جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، نہ نماز پڑھا رہے ہیں۔ فوراً نماز میں شریک ہو گیا نماز کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُسی طرح مسجد کی دیوار سے پشت لگا کر بیٹھ گئے کہ جس طرح خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پہلے ایک کھجور

دی تھی اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے ایک کھجور مجھے عنایت کی۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی کھجوریں نمازیوں کو تقسیم کی تھیں اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تقسیم کر دیں۔ میں نے عرض کیا امیر المومنین! ایک کھجور تو مجھے اور بھی عنایت فرمائی ہوتی یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے علی! اگر رات کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں دوسری کھجور عنایت فرماتے تو اس وقت میں بھی تمہیں دوسری کھجور دیتا۔ جب تمہیں رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری کھجور نہیں دی تو میں کس طرح دے سکتا ہوں۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ۔ یا اللہ عزوجل! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہاں سے میرے خواب کی خبر ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ اے علی! بندہ مومن ایمان کے نور سے ایسی باتیں دیکھ لیا کرتا ہے۔ حضرت علی نے کہا اے عمر! آپ نے سچ فرمایا جو کچھ آپ نے کیا ہے اسی طرح میں نے رات کو خواب میں دیکھا تھا۔ اور جو مزہ رات کو حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ﷺ ہاتھ کی کھجور میں آیا تھا وہی ذائقہ آپ کے ہاتھ سے آیا سبحان اللہ۔ امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ ''المیزان الکبریٰ'' مطبوعہ ادارہ پیغام القرآن لاہور جلد اوّل صفحہ 125 پر لکھتے ہیں کہ امام الائمہ سراج الامہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب وضو کے مستعمل پانی کو ملاحظہ فرماتے تھے تو اس کے اندر کے تمام معاصی خواہ وہ کبائر ہوں یا صغائر اور یا مکروہات سب کو دیکھ لیتے تھے۔ فقراء کی ایک جماعت کے مرکز پر حضرت شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ نے ایک ہوشیار، چالاک، خوبصورت مگر بدمذہب نوجوان کو دیکھا (جو بظاہر مسلمان معلوم ہوتا تھا) حضرت شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ نے حاضرین سے فرمایا یہ شخص تو مجھے یہودی لگتا ہے۔ لوگوں کو یہ بات ناگوار لگی کیونکہ اس کی شکل وصورت بالکل مسلمانوں جیسی تھی۔ شیخ جب وہاں سے چلے تو وہ نوجوان بھی آپ کے پیچھے مجلس سے باہر نکلا۔ مگر معاً پھر واپس جا کر حاضرین سے پوچھنے لگا کہ شیخ

ابراہیم علیہ الرحمۃ میرے بارے کیا کہہ رہے تھے؟

لوگوں نے بتانے سے پرہیز کیا مگر جب اس نے زیادہ اصرار کیا تو بات بتادی وہ نوجوان اسی وقت دوڑتا ہوا شیخ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پہنچا اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور کہا ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ صدیق (ولی) کی فراست غلط نہیں ہوتی۔ میں نے سوچا کہ میں اس بات کی آزمائش کروں۔ چنانچہ میں مسلمانوں کا سا بھیس بنا کر حضرت ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ کے روبرو ہوا تو انہوں نے مجھے پہچان لیا اور میں نے انہیں جان لیا کہ وہ مرتبہ صدیقیت (ولایت) پر فائز ہیں (احسن المواعظ) سید الاولیاء حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ "کشف المحجوب" مطبوعہ لاہور، صفحہ 179 پر لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر محمد بن وراق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے شیخ حضرت محمد بن علی ترمذی علیہ الرحمۃ نے چند اوراق مجھے دیئے کہ میں انہیں دریا میں ڈال دوں۔ لیکن میرا دل ان کے دریا برد کرنے پر راضی نہ ہوا۔ میں نے ان اوراق کو اپنے گھر رکھ لیا۔ اور حاضر ہو کر کہہ دیا کہ میں نے دریا میں ڈال دیا ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے کیا دیکھا؟ میں نے کہا میں نے تو کچھ بھی نہیں دیکھا۔ فرمایا، تو پھر تم نے انہیں دریا برد نہیں کیا۔ جاؤ انہیں دریا برد کر کے آؤ۔ چنانچہ میں گیا اس وقت دل میں کئی قسم کے وسوسے پیدا ہو رہے تھے۔ بالآخر ان اوراق کو دریا میں ڈال دیا۔ دریا کا پانی اسی لمحہ چھٹا اور ایک صندوق نمودار ہوا۔ جس کا ڈھکنا کھلا ہوا تھا وہ اوراق اس صندوق میں چلے گئے پھر اس کا ڈھکنا بند ہو گیا اور پانی برابر ہو کر صندوق روپوش ہو گیا۔ واپس آ کر انہوں نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ آپ نے فرمایا! ہاں اب تم نے ڈالا ہے۔ میں نے عرض کیا: اے شیخ! یہ کیا اسرار ہیں مجھ پر ظاہر فرمایئے؟ آپ نے فرمایا میں نے اصول تحقیق میں ایک کتاب لکھی تھی جس کا سمجھنا دشوار تھا میرے بھائی حضرت خضر علیہ السلام نے مجھ سے اسے مانگا۔ اللہ تعالیٰ نے پانی کو حکم فرمایا کہ وہ

کتاب ان تک پہنچادے۔

شیخ فرید الدین عطار علیہ الرحمۃ الغفار نقل فرماتے ہیں کہ حضرت قطب الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک یہودی خود کو مسلمان ظاہر کر کے آپ کے یہاں مقیم ہو گیا اور اس خوف سے کہ کہیں اس کا فریب آپ پر ظاہر نہ ہو جائے مسجد کے ستون کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا اور آپ روزانہ اس کے لیے کھانا بھجوادیا کرتے۔ لیکن چندروز قیام کے بعد جب اس نے رخصت کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا اے یہودی تجھے یہ جگہ پسند نہیں آئی؟ اس نے پوچھا کہ آپ کو میرے یہودی ہونے کا علم کیسے ہو گیا اور جانتے بوجھتے آپ نے میری خاطر مدارت کیوں کی؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ دُنیا میں مسلم و کافر دونوں کو رزق پہنچاتا ہے۔

مخدوم اُمم حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ''کشف المحجوب'' صفحہ 201 پر لکھتے ہیں کہ ایک بزرگ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت شیخ ابوعلی بن حسین دقاق علیہ الرحمۃ کی مجلس میں اس لئے گیا کہ ان سے متوکلین کا حال دریافت کروں۔ آپ اس وقت ایک بڑا نفیس عمامہ سر پر باندھے ہوئے تھے۔ میرا دل دستار پر مائل ہو گیا۔ میں نے ان سے عرض کیا: اے شیخ! توکل کیا ہے۔ آپ نے فرمایا، توکل یہ ہے کہ تم لوگوں کی دستار کا لالچ نہ کرو۔ یہ فرما کر اپنا عمامہ مجھے دے دیا۔

ہندو کی زبان پر کلمہ کا اجراء

ایک دفعہ سلطان الفقراء فقیر نور محمد کلاچوری رحمۃ اللہ علیہ ملتان گئے اور ایک مکان میں شب باش ہوئے۔ آپ کے چھوٹے بھائی حافظ صالح محمد بھی آپ کے ساتھ تھے۔ جو آپ کی بہت عزت کیا کرتے تھے۔ مکان میں جو چارپائی آپ کو ملی اس کے سر کی جانب ایک ہندو سویا ہوا تھا اور اس کے پاؤں آپ کی طرف ہوتے تھے۔ جب آپ اپنی چارپائی پر لیٹ گئے تو حافظ صالح محمد صاحب کو یہ بات ناگوار گزری وہ یہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ ایک ہندو کے پاؤں آپ کے سر کی جانب ہو۔ حافظ صاحب نے کہا کہ میں اس ہندو سے اٹھنے کو کہتا ہوں۔ مگر آپ نے کہا جانے دو اس میں کوئی حرج نہیں۔ یہ ایک مسافر خانہ ہے۔ ہم بھی مسافر ہیں وہ بھی مسافر ہے۔ رین بسیرا ہے کرلیں گے۔ رات کی بات ہے گزر جائے گی۔ مگر حافظ نہیں مانے اور انہوں نے اس ہندو سے کہہ دیا کہ تم مہربانی کر کے چارپائی کا رخ تبدیل کرلو مگر ہندو نے انکار کر دیا۔ اس پر آپ نے حافظ صاحب کو مزید تکرار سے منع کر دیا اور سب سو گئے۔ رات گئے جب فقیر صاحب تہجد پڑھنے کھڑے ہو گئے کہ آپ کی نظر اس ہندو کے چہرے پر پڑتی تھی۔ مکان میں چراغ ٹمٹما رہا تھا۔ جب آپ نیت باندھتے تو آپ کی نظر ہندو کے چہرے پر پڑ جاتی تھی۔ اس طرح چند مرتبہ آپ کی نگاہ اس ہندو کے چہرے پر پڑی تو اچانک نیند کی حالت میں ہندو کی زبان پر کلمہ طیبہ جاری ہو گیا۔ حافظ صاحب بھی بیدار ہو گئے اور یہ عجیب و غریب تماشہ دیکھنے لگے۔ ہندو کی بھی اپنی

آواز پر آنکھ کھل گئی۔ جب اسے احساس ہوا کہ اس کی زبان پر کلمہ جاری ہے تو اس نے زبان کو روکنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ کلمہ بے اختیار اور بے ساختہ جاری تھا۔ آخر اس نے گھبرا کر اور پریشان ہو کر چارپائی چھوڑ دی۔ اور باہر بھاگ نکلا مگر کلمے کی آواز دور تک اندھیروں میں گونجتی ہوئی سنائی دیتی رہی۔ (حیات سروری صفحہ 74)

حضرت اقبال نے کیا خوب ترجمانی فرمائی ہے۔

نگاہِ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

ناظرین! یہ صرف اور صرف اس نور بصیرت کا کمال ہے جو ان کی مخمور آنکھوں میں بسا ہوتا ہے۔

محبت نے تیری مجھ کو نگاہ دور بین بخشی
خفی جو چیز ہے مجھ کو جلی معلوم ہوتی ہے

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک سانپ ہوتا ہے اس کی نظر میں ایسی تاثیر ہوتی ہے کہ جس چیز پر اس کی نظر پڑ جاتی ہے وہ اسی وقت جل جاتی ہے۔ جب ایک حیوان کی نگاہ میں ایسی تاثیر رکھی ہے۔ تو ایک کامل ولی کی نظر میں کیا کچھ تاثیر ہوگی۔ جو کوئی اس کا انکار کرتا ہے وہ احمق ترین آدمی ہے۔ بلکہ اس کی نظر میں تو ایسی تاثیر ہوتی ہے کہ جس پر پڑ جائے اسے ہی کمال حاصل ہو جائے۔ (نافع السالکین مطبوعہ لاہور صفحہ 103)

مولوی رشید الدین دیوبندی اپنی کتاب ''حسین احمد واقعات وکرامات کی روشنی میں'' مطبوعہ اسلامی کتب خانہ کراچی صفحہ 80 پر لکھتے ہیں کہ

ایک مرتبہ مولوی حسین احمد دیوبندی نے بیان کیا کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کو جہانگیر نے جس شہر کے جیل خانہ میں بند کیا تھا۔ وہاں ایک طالب صادق

نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مدت دراز سے آپ کی قدم بوسی کی آرزو تھی لیکن ضعیفی اور عدم استطاعت مانع رہی۔ اب اللہ نے میری تمنا پوری کی۔ استدعا ہے کہ ایک نظر فرمادیں۔ حضور مجدد صاحب علیہ الرحمۃ نے ایک نظر ڈالدی وہ طالب واصل ہو گیا اتنا فرما کر خاموش ہو گئے۔ مجلس میں سے ایک بزرگ نے عرض کیا حضور اسی نظر کی ضرورت ہے۔ حضرت مسکرادیئے۔

علمائے دیوبند کے پیرو مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجرہ مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ مشغول بحق بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک کتا سامنے سے گزرا اتفاقاً اس بزرگ کی نگاہ اس کتے پر پڑی تو کتے پر یہ اثر ہوا کہ وہ کتا جہاں جاتا تھا دوسرے کتے اس کے پیچھے پیچھے ہو لیتے تھے اور جہاں بیٹھتا سارے کتے حلقہ باندھ کر اس کے اردگرد بیٹھ جاتے تھے پھر ہنس کر فرمایا کہ وہ کتوں کے لیے شیخ بن گیا۔

(امداد المشتاق مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور صفحہ 157)

اشارہ ابرو

ابن عربی نے اپنی کتاب میں شیخ ابو مدین کے کمالات بیان کرتے ہوئے ان کے سات سالہ بیٹے کی نگاہ کی وسعت کا ذکر کیا ہے یہ بچہ ایک دن اپنے والد کی مجلس میں بیٹھا تھا کہ اُسے بحرمحیط (سمندر) میں ایک کشتی ڈوبتی دکھائی دی وہ بچہ مجلس میں کشتی کی کیفیت بیان کرنے لگا۔ ڈوبتی کشتی کا ایک ایک واقعہ بیان کرتا جاتا۔ ایک ایک شخص کی کیفیت بیان کرتا جاتا جب کشتی طوفان بلا سے بچ گیا تو کئی حضرات شیخ ابومدین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے۔ وہ تمام واقعات بیان کئے جو اس بچے نے سنائے تھے۔ اس لڑکے سے ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے اس دوربین نگاہ کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ یہ تمام ادراک (رسائی) میرے والد ابومدین علیہ الرحمۃ کی قربت کا نتیجہ ہیں۔ کشتی تو آپ کے اشارۂ ابرو سے کنارے پر آ گئی مگر میں ان کی صحبت کی وجہ سے سارے واقعات دیکھتا رہا اور بیان کرتا رہا۔ (رجال الغیب)

ناظرین باتمکین! جب صحبت میں بیٹھنے والوں کا یہ حال ہے۔ تو جن کی محبت سے بچے کو یہ کمال حاصل ہوا تھا پھر ان کا کیا مقام ہوگا۔

جب ان کے گدا بھر دیتے ہیں شاہان زمانہ کی جھولیاں
محتاج کا جب یہ عالم ہے مختار کا عالم کیا ہو گا

ڈول میں سانپ

ایک دفعہ شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ مسجد کی چھت پر نوافل پڑھنے میں مصروف تھے کہ اچانک ایک شخص آتا ہے اور قریبی کنویں سے پانی نکالنا شروع کر دیتا ہے۔ میاں صاحب چھت سے نیچے تشریف لے آئے اور پانی نکالنے والے سے فرمایا ابھی ڈول نہ نکالو۔ پہلے چراغ لے کر آؤ پھر ڈول نکالنا اسی دوران ایک اور شخص آ گیا اور جلدی سے چراغ اٹھا کر لے آیا۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ اب ڈول نکالو۔ چنانچہ جب ڈول نکالا گیا تو آپ نے فرمایا چراغ قریب لاؤ۔ جب چراغ ڈول کے قریب لایا گیا تو دونوں شخصوں نے ڈول میں سانپ دیکھا اور ایک دم پیچھے ہٹ گئے اس سانپ کو مار دیا گیا۔ انہوں نے میاں صاحب کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ تو چھت پر تھے آپ کو کیسے علم ہو گیا کہ ڈول میں سانپ ہے؟ آپ نے مسکراتے ہوئے جواب میں فرمایا۔ جس ذات کی ہم عبادت کرتے ہیں وہ ہمیں سب کچھ بتا دیتی ہے۔ (چشمہ فیض شیر ربانی صفحہ 197)

حضرت پیر سید علی حسین شاہ صاحب لاثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے گھر میں کچھ اینٹیں پڑی ہوئی تھیں۔ شام کے وقت پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا علی حسین! ان اینٹوں کو یہاں سے اٹھا کر فلا جگہ پر رکھ دو میں نے ایسا ہی کیا۔ دوسری علی الصبح مراقبہ سے فارغ ہوتے ہی فرمایا۔ علی حسین! ایک لکڑی ساتھ لے لو اور اینٹوں کو پھر وہیں رکھ دو جہاں سے کل اٹھائی تھیں۔ میرے دل میں

خیال آیا کہ ایسا کیوں فرمایا گیا۔ بہ پاس ادب زبان سے کچھ نہ کہا اور اینٹیں اٹھانی شروع کر دیں۔ ابھی اینٹیں اٹھا ہی رہا تھا کہ نیچے سے سانپ نکل آیا۔ جو آپ نے مروا دیا۔ اب میں سمجھا کہ اس میں راز تھا۔ (ماہنامہ انوار لاثانی نومبر 2006ء)

تذکرہ اولیاء ہند میں مرقوم ہے کہ ایک روز حضرت شیخ عبدالجلیلؒ چوہڑ بندگی رحمۃ اللہ علیہ دریائے راوی کے کنارے سیر کر رہے تھے۔ دیکھا کہ ایک عورت دہی کا مٹکا سر پر رکھے لاہور شہر میں بیچنے کے لیے آ رہی ہے۔ آپ نے دہی کا مٹکا اس سے قیمت دے کر خرید لیا۔ اور فرمایا کہ اس برتن کو توڑ دو۔ جب اس عورت نے دہی کا بھرا مٹکا توڑا تو اس دہی کے برتن سے مرا ہوا سانپ نکلا۔ عورت حیرانگی اور پریشانی کے عالم میں گھر گئی۔ اپنے خاوند اور بیٹے سے اس بات کا ذکر کیا۔ اگلے دن علی الصبح دونوں باپ بیٹا جو گاؤں کے نمبردار بھی تھے حضرت شیخ عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔ اس عورت کے خاوند کا نام راموں تھا۔ جس کا آپ نے اسلام قبول کرنے کے بعد ''جلال'' نام رکھا اور یہی جلال گجر کے نام سے موسوم ہو کر آپ کا مرید اور خلیفہ بنا۔ (لاہور کے اولیائے سہروردصفحہ 148)

نہ کتابوں سے نہ کالج کے ہے در سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

موت وحیات زیرنگاہ

شیخ احمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ''سالیس'' کے مقام پر حضرت سیدنا شیخ فشتائی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ موجود تھا وہ مجھے فرمانے لگے۔ ایک بڑا حادثہ پیش آ گیا ہے میں نے دریافت کیا وہ کیا؟ انہوں نے کہا شیخ محمد بن ناصر رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا ہے۔ میں نے حیرانگی سے دریافت کیا آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ انہوں نے فرمایا ان کی وفات میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ میری حیرانگی برقرار رہی۔ شیخ فشتائی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وہ سامنے دیکھو ایک شخص آ رہا ہے وہ محمد بن ناصر کی وفات کی خبر لا رہا ہے۔ پھر ہم دونوں اس طرف چل پڑے یہاں تک کہ اس شخص سے ملے اور دریافت کیا کہ کیا خبر لائے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ شیخ محمد بن ناصر انتقال کر گئے ہیں۔ (الابریز مطبوعہ لاہور صفحہ 38)

حضرات ذی وقار! مذکورہ واقعہ کو بار بار پڑھیں اور اندازہ لگائیں کہ جب اولیاء کے علم غیب کی یہ حالت ہے تو انبیاء بلکہ امام الانبیاء علیہ تحیۃ والثناء کس مقام پر فائز ہوں گے۔ آیئے اسی طرز کا ایک واقعہ علماء دیوبند کے حوالے سے ملاحظہ کرتے ہیں۔

مولوی اشرف علی تھانوی اپنی کتاب ''جمال الاولیاء'' مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور صفحہ 110 پر لکھتے ہیں کہ محمد بن علی شہر رباط والے بڑے اولیاء گزرے ہیں۔ بلکہ قطب تھے آپ کے ایک خادم نے افریقہ میں ایک طویل سفر کیا۔ اس کے گھر والوں کو اطلاع ملی کہ وہ مر گیا ہے وہ بہت شکستہ دل ہوئے اور شیخ محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ کے

پاس آئے۔آپ نے کچھ دیر سر جھکایا اور فرمایا وہ افریقہ میں زندہ ہے۔مرا نہیں۔عرض کیا گیا کہ اس کے مرنے کی اطلاع آئی ہے۔آپ نے فرمایا میں نے جنت میں دیکھا تو اسے وہاں نہیں پایا اور میرا مرید دوزخ جا نہیں سکتا پھر کچھ دنوں کے بعد اس کے زندہ ہونے کی خبر آ گئی اور ایک عرصہ بعد وہ خود بھی آ گیا۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے ان کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

مفتی غلام سرور لاہوری علیہ الرحمۃ ''حدیقۃ الاولیاء'' مطبوعہ تصوف فاؤنڈیشن لاہور صفحہ 68 پر لکھتے ہیں کہ حضرت سیدنا عبدالرحمٰن المشہور نوشاہی اپنے خادم پر مہربان ہوئے اور فرمایا کہ اے شادی ہم نے تیرے واسطے خدا سے یہ مانگا ہے جس مریض پر تیری نظر پڑے اچھا ہو جائے اور جس مردہ کی طرف تو متوجہ ہو زندہ ہو جائے۔اور جس فاسق کی طرف تو دیکھے ولی ہو جائے پس ایسا ہی وقوع میں آیا کہ ایک روز ایک عورت اپنے چھوٹے سے بچے کو جو مریض تھا شیخ شادی کے پاس دم کرانے کے لیے لائی۔وہ بچہ راستے میں فوت ہو گیا۔عورت واویلا کرتی ہوئی شیخ کے پاس اپنے مردہ بچے کو لے کر آئی۔شیخ شادی بچہ کی طرف متوجہ ہوئے بچہ فی الفور زندہ ہو گیا۔عورت نے خوش ہو کر ایک جوڑہ زنانہ کپڑوں کا شادی کے نذر کیا۔وہ ان کپڑوں کو حضرت شیخ عبدالرحمٰن علیہ الرحمۃ کے گھر لے گیا اور حضرت کی صاحبزادی کو پہنا دیئے یہ خبر جب حضرت کو پہنچی تو غضب میں آ کر شادی کو روبرو بلایا اور فرمایا تو اس نعمت کے لائق نہیں کہ اس بڑھیا کے بچے کو زندہ کر کے تو نے اُجرت لے لی اس روز سے شادی سے وہ نگاہ کرامت جاتی رہی۔حضرت حافظ عبدالرشید چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 2000) کے پاس کچھ لوگ آئے اور کہنے لگے ہمیں سید اظہر حسین شاہ صاحب نے بھیجا ہے ہم لوگ بہت پریشان ہیں ہمارے لئے دعا کرو خدا ہماری مشکل

آسان فرمائے آپ نے ان سے پوچھا کیا معاملہ ہے تو کہنے لگے ہمارے ایک بھائی سوئیزرلینڈ میں رہتے ہیں۔ ان کا ایک پانچ سالہ بچہ کئی روز سے لاپتہ ہے۔ بہت تلاش کیا مگر کچھ پتہ نہیں چل سکا۔ ان کی باتیں سن کر آپ نے آنکھیں بند کیں اور چند ساعت کے بعد آنکھیں بند کیے ہوئے ان کے گھر واقع سوئیزرلینڈ کا محل وقوع بیان کرنا شروع کر دیا اور فرمایا آپ کے گھر کی پچھلی جانب ایک پہاڑ ہے اس پہاڑ کے قریب ایک گہری جگہ ہے آپ کا بچہ اس گہری جگہ میں گر گیا ہے اور اس کے اوپر برف پڑ گئی ہے۔ آپ کی زبان ترجمان سے یہ بات سن کر وہ لوگ اپنے گھر گئے اور "سوئیزرلینڈ" فون کیا انہیں بتایا گیا کہ گھر کے پچھلے حصے کی جانب پہاڑ کی گہرائی میں جا کر برف ہٹائی گئی تو دیکھا کہ واقعی ان کا بچہ وہاں پڑا ہوا تھا جو کہ برف کی ٹھنڈک کی وجہ سے جاں بحق ہو چکا تھا۔ (اولیائے پوٹھوہار جلد دوم صفحہ 83)

دور بین نگاہ

حضرت مفتی غلام سرور لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ "سامانان قصبے" میں ایک دانشور شخص رہتا تھا۔ اتفاقاً اس کے گھر کو آگ لگ گئی اور اس میں بادشاہ کا فرمان اور قبالہ (زمین کے کاغذات) جس میں اسے جاگیر ملی تھی جل گیا۔ وہ دہلی آیا اور بڑی مشکل سے بادشاہی دیوان سے ان کاغذات کی نقل حاصل کی۔ جب دربار سے باہر نکلا تو وہ نقل بھی کہیں گر گئی۔ رونا دھونا شروع کر دیا اور سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا کے لیے التجا کی آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا اگر اب تجھے شاہی کاغذات مل جائیں تو حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی روح پاک کے لیے نذرانہ دینا۔ اس شخص نے بات قبول کر لی۔ خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بھائی کتنی اچھی بات ہو کہ آپ اس وقت بازار جا کر حلوہ خریدیں اور اسے یہاں لے آئیں۔ وہ اسی وقت اٹھا حلوائی کی دکان پر پہنچا چند درہم دے کر حلوہ خریدا۔ حلوائی نے حلوہ تول کر ایک کاغذ پر رکھ کر اس دانشور کے حوالے کیا۔ اس دانشور نے خانقاہ کے دروازے پر پہنچ کر غور سے دیکھا تو جس کاغذ پر حلوہ رکھا ہوا تھا ■ دراصل اس کی جاگیر کے کاغذات تھے وہ آپ کی نگاہ دور بین دیکھ کر آپ کی خدمت میں آیا اور مرید ہو گیا۔

(خزینۃ الاصفیا جلد دوم صفحہ 185۔ حدیقۃ الاولیاء صفحہ 83)

تیریاں تک دے اداواں میں مرید ہو گئی

تمام عمر عبادت میں گزار دی

سند الاولیاء حضرت خواجہ احمد خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص نے تنگ دستی کا رونا رویا۔ آپ نے فرمای جتنے پیشے یا ہنر جانتے ہو ان کا نام علیحدہ علیحدہ پرچیوں پر لکھ کر ایک لوٹے میں ڈال کر میرے پاس لے آؤ۔ اور جب وہ تعمیل حکم کر چکا تو آپ نے لوٹے میں ہاتھ ڈال کر جب ایک پرچی نکالی تو اس پر چوری کا پیشہ درج تھا۔ آپ نے اس کو حکم دیا کہ تمہیں یہی پیشہ اختیار کرنا چاہئے۔ یہ سن کر پہلے تو وہ پریشان ہوا لیکن شیخ کے حکم کی وجہ سے چوروں کے گروہ میں شامل ہو گیا لیکن چوروں نے اس سے یہ وعدہ لے لیا کہ جس طرح ہم تمہیں کہیں گے تمہیں کرنا ہوگا۔ چنانچہ ایک دن اس چوروں کے گروہ نے کسی قافلہ کو لوٹ کر ایک دولت مند کو قیدی بنا لیا اور جب اس نئے چور سے اس دولت مند کو قتل کرنے کے لیے کہا تو اس چور کو یہ خیال آیا کہ اس طرح تو یہ لوگ صدہا انسانوں کو قتل کر چکے ہوں گے۔ لہٰذا بہتر تو یہ ہے کہ ان چوروں کے سردار کو ختم کر دوں اور اس خیال کے ساتھ ہی اس نے سردار کا خاتمہ کر دیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر تمام چور ڈر کے مارے فرار ہو گئے اور جس دولت مند کو قیدی کیا گیا تھا نئے چور نے اسے رہا کر دیا۔ جس کے صلہ میں اسے دولت مند نے اتنی دولت دے دی کہ وہ خود امیر کبیر بن گیا اور بقیہ تمام عمر عبادت میں گزار دی۔

(تذکرۃ الاولیاء صفحہ 172)

ستاروں پر ڈالتے ہیں کمند

سرتاج الاولیاء حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خدا کے ایسے بندے بھی ہیں کہ جب وہ رضائی اوڑھ کر لیٹ جاتے ہیں تو چاند تاروں کی رفتار تک ان کو نظر آتی رہتی ہے اور ملائکہ بندوں کی نیکیاں اور بدیاں لے کر آسمان پر جاتے ہیں تو وہ بھی ان کو نظر آتے رہتے ہیں یعنی خدا تعالیٰ اپنے کرم سے تمام حجابات ان کی نگاہوں سے اٹھا دیتا ہے۔ (ایضا)

شیخ ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا خدا کی قسم! بلاشبہ میں اس دنیا میں جنتیوں اور دوزخیوں کو صاف صاف پہچانتا ہوں اور اگر میں چاہوں تو ان کے نام اور نشانیاں بھی بتادوں لیکن ہم کو اس کی اجازت نہیں دی گئی کہ حق کے اسرار کو لوگوں میں ظاہر کردیں۔ (راہ عقیدت صفحہ 68)

مولوی اشرف علی تھانوی اپنی کتاب ''جمال الاولیاء'' مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور صفحہ 127 پر لکھتے ہیں کہ حضرت ابوعبداللہ محمد بن یعقوب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب بھی میں کسی حاجت کے لیے اٹھا تو آسمان (لوح) پر لکھا ہوا دیکھ لیتا تھا کہ یہ حاجت پوری کی جائے گی یا نہیں کی جائے گی اور چل یا مت چل۔ اور میں جب چلتا ہوں تو ایک نور کا علم زمین سے آسمان تک جس کو قدرت الٰہی ہی اٹھائے ہوئے ہوتی تھی جہاں بھی جاتا میرے آگے آگے ہوتا تھا۔

کنکریاں جواہرات بن گئیں

خراسان کا امیر یعقوب بن لیث ایک ایسی بیماری میں مبتلا ہوا کہ اطباء عاجز و مجبور ہو گئے۔ لوگوں نے امیر سے کہا کہ ایک اللہ کا ولی ہے جس کا نام حضرت سیّدنا سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ وہ اگر آپ کے لئے دعا کرے تو آپ صحت مند ہو سکتے ہیں۔ امیر نے آپ کی خدمت میں پیغام بھیجا آپ تشریف لائے۔ امیر نے کہا آپ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ عزوجل مجھے بیماری سے شفا عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا میں تمہارے لئے دعا کیوں کروں؟ تم لوگوں پر ظلم کرتے ہو۔ یہ سن کر امیر یعقوب نے ظلم سے توبہ کی اور آئندہ کسی پر ظلم نہ کرنے کا عہد کیا۔ بے گناہ قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ حضرت سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ سے دعا کی۔

اے معبود برحق! جس طرح تو نے اسے گناہ کی ذلت دکھائی اسی طرح اس کو بندگی کی عزت دکھا اور اس کو بیماری سے شفا عطا فرما۔ تو امیر اسی وقت ٹھیک ہو گیا۔ امیر یعقوب نے بہت سا مال حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا تا کہ وہ اس کو قبول فرمالیں۔ لیکن انہوں نے مال دنیا لینے سے انکار کر دیا اور اپنے شہر کی طرف واپس چلے گئے۔ اثناء راہ میں کسی نے آپ سے کہا کہ اگر آپ مال قبول کر لیتے اور فقراء میں اس کو تقسیم کر دیتے تو بہتر تھا۔ حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ نے زمین کی طرف دیکھا تو زمین کی کنکریاں جواہرات بن گئیں۔ اس کے بعد انہوں نے لوگوں سے کہا کہ جتنی چاہو اٹھالو۔ اور فرمایا: جس شخص کو یہ طاقت رب نے بخشی ہو وہ یعقوب بن لیث کے مال کا محتاج نہیں۔ (نوادر القلیوبی صفحہ 136)

علمائے دیوبند کے سرخیل مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ حضرت سیّدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور سید شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی کسی معاملہ میں وقت کے بادشاہ سے گفتگو ہو رہی تھی۔ بادشاہ کی گفتگو میں ذرا تیزی آ گئی۔ حضرت شیخ شبلی قالین پر جو شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی اس پر نظر کرتے ہیں تو وہ سچ مچ کا شیر بن جاتا ہے۔ بادشاہ کی جو نظر پڑی تو کانپنے لگا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہ سے فرمایا کہ آپ گھبرائیں نہیں۔ (الافاضات الیومیہ مطبوعہ ملتان جلد 6 صفحہ 302)

قارئین ذی احتشام! مذکورہ بالا امور و نکات و واقعات سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کی نگاہ کرامت میں ذرہ آئے تو ستارہ بن جائے۔ قطرہ آئے تو دریا بن جائے۔ چور آئے تو قطب بن جائے۔ گنہگار آئے تو نیکوکار بن جائے۔ بیمار آئے تو صحت یاب ہو جائے کیوں؟ رب فرماتا ہے: بصرہ الذی یبصر بہ۔ میں ان کی آنکھ بن جاتا ہوں اس حدیث پاک سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو اولیاء کے کمالات کے منکر ہیں۔ اللہ رب العزت ہمیں صراط مستقیم پر قائم و دائم رکھے۔ آمین۔

سنا تھا فیض ملتا ہے تو نظروں سے ہی ملتا ہے
خدارا میری جانب بھی ذرا چشم کرم رکھنا
تماشا بن نہ جائیں یہ نگاہ اہل دنیا میں
تم اپنے ماننے والے مریدوں کا بھرم رکھنا
محمد کی محبت سے ہی عرفانِ کامل ہے
لطیف اس نکتہ کو تم دائماً دل میں رقم رکھنا
اہل نظر کی رفعت قلب و نظر کچھ اور ہے
وہ جو اٹھائیں اک قدم کوہ فراز کچھ نہیں

☆☆☆☆☆☆

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

آں پروردہ گہوارہ نبوت، ماہتاب آسمان حقیقت امام المتقین ابو سعید حضرت خواجہ حسن بصری 21 ہجری میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام موسیٰ راعی تھا۔ جو حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے فرزند تھے۔

(مرآۃ الاسرار صفحہ 228، خزینۃ الاصفیاء جلد دوم صفحہ 11)

جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کو امام العارفین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لا گیا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے غور سے دیکھا کر فرمایا اس کا نام حسن رکھو یہ خوش شکل ہے۔ (شمیم ولایت، خزینۃ الاصفیا)

حضرت مرزوق عجلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے ابو قتادہ عدوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہمیشہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہ کر ان سے کچھ حاصل کر لو کیونکہ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان کے سوا اس مرتبہ کا کوئی اور دکھائی نہیں دیتا (الزہد)

غرض یہ کہ دور صحابہ و تابعین علیہم الرضوان کا تابناک تصوف کی زندہ تصویر حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات اقدس ہے۔ وہ اس دور کے ترجمان بن گئے ہیں۔ لہٰذا اس دور کی خصوصیات کا وہ مجسمہ ہیں۔ حضرات چشتیہ کے سب سلاسل آپ سے فیض یاب ہیں اور لاتعداد اولیاء امت کے علاوہ بیشمار مجتہدین اور فقہاء و مفسرین نے بھی آپ سے اکتساب فیض کیا ہے۔ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے اور انشاء اللہ قیام قیامت تک جاری رہے گا۔

فیضانِ اُم المؤمنین

چونکہ آپ بچپن میں حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر رہتے تھے۔ایک دن آپ کی والدہ کسی کام میں مصروف تھیں۔آپ دودھ کے لیے رو پڑے۔حضرت اُم المؤمنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے شفقت سے چھاتی سے لگایا فرط محبت سے دودھ بھی اتر آیا جو آپ نے نوش فرمایا۔(تذکرۃ الاولیاء،مرآۃ الاسرار،شمیم ولایت،المصطفیٰ والمرتضیٰ)

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا دعا فرمایا کرتی تھیں یا اللہ عزوجل ان کو خلق کا راہبر بنا۔چنانچہ اسی طرح ہوا۔آپ نے ایک سوتیس(130) صحابہ کرام علیہم الرضوان سے فیض حاصل کیا اور پیشوائے خلق ہوئے۔(مرآۃ الاسرار)

صاحب تحفۃ الابرار فرماتے ہیں کہ آپ نے تین سو صحابہ کرام علیہم الرضوان کی زیارت کی ہے اور فیض پایا۔

شیخ فریدالدین عطار علیہ الرحمۃ الغفار رقم فرماتے ہیں کہ ستر(70) سال آپ ہمہ وقت باوضو رہے۔(تذکرۃ الاولیاء)

حضرت بکر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص یہ چاہتا ہے کہ ایسے شخص کو دیکھے جو اپنے زمانے میں سب سے زیادہ علم والا ہو تو وہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ لے کیونکہ ان کے علاوہ ہمیں کوئی اور دکھائی نہیں دیتا۔(الزہد)

خرقہ خلافت

آپ نے علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے باطنی فیض کی دولت وصول فرمائی۔ آپ کو سبط رسول حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا کمیل رضی اللہ عنہ نے بھی خرقہ خلافت عطا فرمایا۔یہ فیض حیدری کا اثر ہے کہ تصوف میں آپ کے اشارات بڑے لطیف ہیں اور انہیں لطافتوں کے اسیر صوفیۂ کرام ہمیشہ رہے ہیں۔آپ سے بے شمار سلاسل تصوف نے فیض پایا ہے۔(خزینۃ الاصفیا)

عاجزی وتضرع

بصرہ میں طویل خشک سالی نے ڈیرے ڈال دیئے دو ہزار افراد نے شہر سے نکل کر نماز استسقاء پڑھی۔ منبر رکھ کر آپ کو اس پر بٹھایا اور دعا کی درخواست کی تو آپ نے عجز وانکساری کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ اگر بارش چاہتے ہو تو مجھے بصرہ سے نکال دو اللہ تعالیٰ تمہیں بارش دے گا۔ ابھی یہ الفاظ آپ کی مقدس زبان سے نکلے ہی تھے کہ دریائے رحمت جوش میں آیا اور بارش برسنے لگ گئی (المصطفیٰ والمرتضیٰ) ایک رات خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکان کی چھت پر اللہ کی عبادت میں مشغول تھے۔ آپ اس قدر روئے کہ آنسوؤں کا پانی پرنالے سے نیچے بہنے لگا۔ گلی سے کوئی شخص گزر رہا تھا اس کے کپڑوں پر قطرے گرے تو بلند آواز سے کہنے لگا۔ اے اللہ کے بندے یہ پانی پاک ہے یا پلید؟ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے بلند آواز سے کہا کہ اپنے کپڑے دھو لینا یہ ایک نہایت ہی گناہ گار کی آنکھوں کے آنسوؤں کا پانی ہے۔

(خزینۃ الاصفیاء)

صاحب طبقات الکبریٰ نقل فرماتے ہیں کہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس قدر خوف خداوندی اور خشیت الٰہی کی دہشت طاری ہوتی تھی کہ معلوم ہوتا تھا گویا جہنم کی آگ صرف انہی کے لیے تخلیق کی گئی ہے۔

طریقہ تبلیغ

شمعون نامی ایک آتش پرست آپ کا پڑوسی تھا۔ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو آپ نے اس کے گھر جا کر دیکھا کہ اس کا جسم آگ کے دھوئیں سے سیاہ ہو گیا ہے۔ آپ نے اسے ارشاد فرمایا: کہ آگ کی پوجا چھوڑ دے اور مسلمان ہو جا۔ اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے گا۔ اس نے عرض کی میں تین چیزوں کی وجہ سے اسلام سے دور ہوں۔

1۔ یہ کہ جب تم لوگوں (مراد عام مسلمان ہیں) کے عقیدے میں دنیا بری شئے ہے تو پھر تم لوگ اس کی جستجو کیوں کرتے ہو؟

2۔ یہ کہ موت کو یقینی تصور کرتے ہو تو پھر اس کی تیاری کیوں نہیں کرتے؟

3۔ کہ جب تم اپنے قول کے مطابق دیدارِ خداوندی کو بہت عمدہ چیز تصور کرتے ہو تو پھر دنیا میں رضائے الٰہی کے خلاف کام کیوں کرتے ہو؟

آپ نے فرمایا یہ تو مسلمانوں کے کردار ہیں لیکن تم آتش پرستی میں وقت ضائع کیوں کرتے ہو۔ تمہیں کیا مفاد ہے۔ مومن خواہ کچھ بھی ہو۔ کم از کم، اللہ رب العزت کی وحدانیت کو تو تسلیم کرتا ہے۔ مگر تم نے 70 سال آگ کی پوجا کی ہے اور حال یہ ہے۔ اگر ہم دونوں آگ میں گر پڑیں تو آگ ہم دونوں کو برابر جلائے گی۔ تجھے بھی نہیں چھوڑے گی۔ لیکن میرے مولا میں یہ طاقت ہے کہ اگر وہ چاہے تو آگ مجھے ذرہ بھر بھی نقصان نہیں دے سکتی۔ یہ کہہ کر آپ نے اپنے ہاتھ کو آگ میں ڈالا تو آگ نے کوئی اثر نہ کیا۔

آپ کی یہ زندہ کرامت دیکھ کر مجوسی کہنے لگا۔ ایک شرط پر مسلمان ہوتا ہوں کہ آپ مجھے ضمانت نامہ لکھ دیں کہ میرے مسلمان ہونے کے بعد اللہ عزوجل میرے تمام گناہ معاف فرمادے گا اور میری قبر کو آگ سے محفوظ رکھے گا۔ چنانچہ آپ نے اسی مضمون کا ضمانت نامہ لکھ کر اسے دیدیا۔ اس نے کہا کہ اشتام پر بصرے کے شریف لوگوں کی گواہی بھی لکھوا دیں۔ آپ نے شہادتیں بھی تحریر کروائیں۔ تو شمعون صدق دل سے مشرف بہ اسلام ہو گیا اور کہنے لگا حضور میری ایک وصیت ہے اگر آپ پوری فرمادیں۔ آپ نے فرمایا بیان کرو کہنے لگا حضور میرے مرنے کے بعد مجھے غسل بھی آپ دینا اور کفن بھی۔ اور جب کفن پہنا دو تو میرے کفن کے اندر یہ اشتام رکھ دینا۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ شمعون کلمہ شہادت پڑھتا ہوا راہی ملک بقا

ہو گیا۔ آپ نے حسب وعدہ کفن کے اندر وہ عہد نامہ رکھ دیا۔ دفن کے بعد پہلی رات آپ نے اسے خواب میں دیکھا۔ بہت قیمتی لباس سونے کا تاج پہنے ہوئے جنت کی سیر کر رہا ہے۔ آپ نے شمعون سے سوال کیا۔ کیا گزری؟ تو اس نے عرض کیا۔ حضور اللہ پاک نے بخش دیا ہے۔ اور جو انعامات مجھ پر کیے ہیں وہ نا قابل بیان ہیں۔ آپ اپنا وہ اشٹام لے لیں۔ اور جب آپ صبح کو جاگے تو وہ ضمانت نامہ آپ کے ہاتھ میں تھا کہ آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ (تذکرۃ الاولیاء، خزینۃ الاصفیا)

قارئین! اس واقعہ سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ ولی اللہ تعالیٰ سے جنت لے کر دیتے ہیں اس مجوسی کو جنت آپ ہی کے وسیلے سے ملی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید ارشاد فرمایا ہے۔

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا○ (مریم 63)

یہ وہ جنت ہے جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے اُسے کریں گے جو پرہیز گار ہے۔

پھر یہ ہنسنا کیسا؟

حضرت سیّدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ہنس رہا ہے۔ فرمایا اے نوجوان! کیا تو پل صراط سے گزر چکا ہے؟ عرض کی نہیں، پھر فرمایا۔ کیا یہ جانتا ہے کہ تو جنت میں جائے گا یا دوزخ میں؟ عرض کی نہیں۔ فرمایا فـمـا لهـذا انـضـحـك، یعنی پھر تیرا ہنسنا کیسا ہے؟ گویا جب ایسی مشکلات تیرے سامنے ہیں اور تجھے اپنی نجات کا علم بھی نہیں تو پھر کس خوشی پر ہنس رہا ہے؟ اس کے بعد وہ شخص اس قدر سنجیدہ ہو گیا کہ کسی نے کبھی بھی اس کو ہنستے نہیں دیکھا۔ (اخلاق الصالحین)

کسی نے کہا اے ابو سعید! میرا دل سخت ہو گیا ہے۔ اس کا علاج کیا ہے؟ فرمایا کہ اللہ کا ذکر کرنے والوں کے پاس بیٹھا کرو۔ (الزھد)

حکایت

حضرت سید امام محمد بن ابوبکر العصفوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب، المواعظ العصفوریہ، مطبوعہ کراچی صفحہ 62 پر لکھتے ہیں کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ اپنے گھر کے دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک ایک آدمی کا جنازہ گزرا اور اس کے پیچھے بہت سے لوگ تھے اور جنازہ کے پیچھے ایک چھوٹی سی لڑکی دوڑ رہی تھی۔ اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے اور وہ رو رہی تھی۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اٹھے اور جنازہ کے پیچھے چل دیئے۔ اس لڑکی نے کہا اے بابا جان! میری عمر میں میرے اس دن کی مانند کوئی دن نہ آئے گا۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے جنازہ کی نماز پڑھی اور پلٹ آئے۔ جب دوسرا دن آیا اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے صبح کی نماز پڑھ لی اور سورج طلوع ہو گیا۔ آپ اپنے دروازے پر بیٹھے تو آپ نے اسی لڑکی کو دیکھا کہ وہ روتی ہوئی اپنی قبر کی طرف اس کی زیارت کے لیے جا رہی ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ لڑکی دانا ہے میں اس کے پیچھے جاؤں گا ممکن ہے کوئی بات ایسی بولے جو مجھے نفع دے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس لڑکی کے پیچھے چل دیئے۔ جب وہ اپنے باپ کی قبر پر پہنچ گئی تو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس کی نظروں سے اوجھل رہنے کے لیے کانٹے دار درخت کے پیچھے چھپ گئے اور وہ لڑکی اپنے باپ کی قبر سے لپٹ گئی اور اپنے رخساروں کو مٹی پر رکھ دیا اور کہنے لگی: اے بابا جان! اندھیری قبر میں بغیر چراغ اور بغیر غمخوار کے کیسے رات گزاری؟ بابا جان! کل رات کو میں نے تمہارے لئے چراغ روشن کیا تھا۔ آج رات کس نے تمہارے لئے چراغ روشن کیا ہوگا؟ اے بابا جان! کل رات تمہارے لیے بستر بچھایا تھا آج رات کس نے تمہارے لئے بستر بچھایا ہوگا۔ اے بابا جان! کل رات تو میں نے تمہارے ہاتھ پاؤں دبائے۔ آج رات کس نے دبائے ہوں گے؟

اے بابا جان! کل رات تو میں نے تمہارے پہلو بدلے تھے۔ آج رات کس نے بدلے ہوں گے؟ اے بابا جان! کل رات تو میں نے تمہارے جسم پر کپڑا ڈالا تھا جبکہ وہ اتر جاتا تھا۔ آج رات کپڑا کس نے ٹھیک کیا ہوگا؟ اے بابا جان! کل رات میں آپ کے چہرے سے پسینہ صاف کرتی رہی ہوں۔ آج رات کس نے کیا ہوگا؟ اے بابا جان! کل رات تو تم مجھے پکارتے تھے تو میں آجاتی تھی۔ آج رات تم نے کسے پکارا ہوگا اور کون آیا ہوں گا؟ اے بابا جان! کل رات تو میں نے تمہارے لئے کھانا پکایا تھا۔ جب تمہیں کھانے کی ضرورت محسوس ہوئی تھی تو آج رات جب کھانے کی خواہش ہوئی ہوگی تو کس نے کھانا تیار کیا ہوگا؟ اے بابا جان! میں کل تک تمہارے لئے قسم قسم کے کھانے پکاتی رہی ہوں۔ آج رات تمہارے لئے کس نے پکایا ہوگا؟ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر رونے لگے اور اس لڑکی پر خود کو ظاہر کردیا اور اس کے قریب آکر فرمایا، اے بیٹی! ان چیزوں کا نام نہ لو۔ بلکہ یہ کہو کہ میں نے تمہارا منہ قبلہ رخ کیا تھا اور اسی حالت میں تم رہے ہو یا دوسری طرف پھر گیا ہے۔ اے بابا جان! میں نے تم کو اچھا کفن پہنایا تھا کیا تم اسی کفن میں ہو یا اسے تم سے اتار لیا گیا ہے؟ میں نے تم کو قبر میں صحیح و سالم بدن کے ساتھ رکھا ہے کیا تم اسی حالت میں باقی ہو یا کیڑوں نے اسے کھالیا ہے؟ اے بابا جان! علماء فرماتے ہیں کہ بندے سے ایمان کے بارے میں سوال ہوگا تو کوئی جواب دے گا اور کوئی مایوس رہے گا۔ تو کیا تم نے ایمان کے سوال کا جواب دیا ہے یا تم جواب سے مایوس رہے؟ اے بابا جان! علماء فرماتے تھے کہ بعض مردوں پر قبر کشادگی کرتی ہے اور بعض پر تنگی۔ تو کیا قبر نے تم پر تنگی کی ہے یا کشادگی؟ اے بابا جان! علماء بتاتے تھے کہ کسی میت کے کفن کو جنت کے کفن سے بدل دیا جاتا ہے اور کسی کو جہنم کی آگ کے کفن سے بدل دیا جاتا ہے۔ تو تمہارے لئے آگ سے بدلا گیا یا جنت سے؟ اے بابا جان! علماء فرماتے ہیں کہ قبر کسی سے شفیق والدہ کے گلے

ملنے کی مانند گلے ملتی ہے اور کسی سے وہ غضب کے ساتھ ملتی ہے یہاں تک کہ پسلیاں ایک دوسرے سے پیوست ہو جاتی ہیں۔ تو قبر تمہارے ساتھ محبت کے ساتھ ملی ہے یا غیض و غضب کے ساتھ؟ اے بابا جان! علماء فرماتے ہیں کہ ہر میت کو جب قبر میں اتارا جاتا ہے تو وہ شرمندہ ہوتا ہے۔ اگر وہ متقی ہے تو اس پر کہ اس نے نیکیاں زیادہ کیوں نہ کیں اور اگر وہ عاصی ہے تو اس پر کہ معاصی کا ارتکاب کیوں کیا وہ اس پر شرمندہ ہوتا ہے۔ تو اے بابا جان! تم اپنے معاصی پر شرمندہ ہوئے یا نیکیوں کی کمی پر؟ اے بابا جان! جب میں تمہیں پکارتی تھی تو تم مجھے جواب دیتے اور میں کتنی بدنصیب ہوں کہ آج تمہاری قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر تمہیں پکارتی ہوں تو کیا وجہ ہے کہ تمہاری آواز نہیں سنتی؟ اے بابا جان! تم ایسے روپوش ہوئے ہو کہ قیامت تک تم مجھ سے نہیں مل سکتے۔ اے خدا! قیامت کے دن ان کی ملاقات سے محروم نہ کرنا۔ یہ سن کر اس لڑکی نے کہا۔ اے حسن! آپ نے کتنا اچھا اپنے باپ پر نوحہ کرنے کا طریقہ بتایا ہے اور کتنی اچھی نصیحت کی۔ خوب باتیں آپ نے سکھائی ہیں۔ اور غافلوں کی نیند سے خوب آپ نے مجھے بیدار کیا ہے۔ اس کے بعد وہ روتی ہوئی حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ لوٹ آئی۔

جنوں کی تبلیغ

ایک بزرگ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نماز فجر پڑھنے کے لیے امام الاولیاء حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں گیا تو مسجد کا دروازہ اندر سے بند تھا اور خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ دعا مانگ رہے تھے اور کچھ لوگوں کے آمین کہنے کی آواز آرہی تھی۔ چنانچہ میں باہر ہی ٹھہر گیا اور سمجھا کہ شائد آپ کے مرید ہوں گے اور جب صبح کو دروازہ کھلا تو میں نے اندر جا کر دیکھا تو آپ تنہا تھے۔ چنانچہ نماز کے بعد میں نے صورت حال دریافت کی تو فرمانے لگے پہلے وعدہ کرو کہ میرے وصال تک یہ

بات کسی کو بتائے گا نہیں۔ میں نے وعدہ کیا تو فرمانے لگے۔ یہاں جنات وغیرہ آ کر تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ میں انہیں سبق پڑھا کر دعا مانگ رہا تھا جس پر وہ آمین، آمین کہہ رہے تھے۔ (تذکرۃ الاولیا صفحہ 45)

عاجزی و انکساری

آپ اس قدر منکسر المزاج تھے ہر فرد کو اپنے سے بہتر تصور کرتے۔ ایک دن دریائے دجلہ پر آپ نے کسی حبشی کو عورت کے ساتھ اس طرح شراب نوشی میں مبتلا دیکھا کہ شراب کی بوتل اس کے سامنے تھی۔ اس وقت آپ کو یہ تصور ہوا کہ یہ بھی مجھ سے بہتر ہو سکتا ہے؟ کیونکہ یہ شرابی ہے۔ اسی دوران ایک کشتی سامنے آئی جس میں سات افراد تھے اور وہ غرق ہو گئی یہ دیکھ کر حبشی پانی میں کود گیا اور چھ افراد کو ایک ایک کر کے باہر نکالا۔ پھر آپ سے عرض کیا کہ آپ صرف ایک ہی کی جان بچالیں۔ میں تو یہ امتحان لے رہا تھا کہ آپ کی چشم باطن کھلی ہوئی ہے یا نہیں۔ اور یہ عورت جو میرے پاس ہے یہ میری والدہ ہے اور اس بوتل میں سادہ پانی ہے یہ سنتے ہی آپ اس یقین کے ساتھ یہ کوئی غیبی شخص ہے اس کے قدموں میں گر پڑے اور حبشی سے کہا کہ جس طرح تو نے چھ افراد کی جان بچائی اس طرح کبر و نخوت سے میری جان بچا دے۔ اس نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو نور بصیرت عطا فرمائے۔ یعنی کبر و نخوت کو دور کرے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا اس کے بعد اپنے آپ کو کبھی کسی سے بہتر تصور نہیں کیا۔ (ایضاً)

گوشہ نشینی

ایک مرتبہ آپ تجارت کی نیت سے روم گئے اور جب وہاں کے وزیر اعظم کے پاس بغرض ملاقات پہنچے تو وہ کہیں جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ اس نے پوچھا کیا آپ بھی میرے ساتھ چلیں گے۔ فرمایا: ہاں، چنانچہ دونوں گھوڑوں پر سوار ہو کر جنگل میں جا پہنچے۔ وہاں آپ نے دیکھا کہ دیبائے رومی کا ایک بہت ہی مکلف خیمہ نصب ہے

اور اس کے چاروں طرف مسلح فوجی طواف کر کے واپس جا رہے ہیں۔ پھر علماء اور باحشمت افراد وہاں پہنچے اور خیمہ کے قریب کچھ کہہ کر رخصت ہو گئے۔ میر حکماء میر منشی وغیرہ پہنچے اور کچھ کہہ کر چلے دیئے۔ پھر نہایت خوبرو کنیزیں زرو جواہر کے تھال سر پر رکھے ہوئے آئیں اور وہ بھی اسی طرح کچھ کہہ کر چلی گئیں۔ پھر بادشاہ اور وزیر کچھ کہہ کر واپس ہو گئے۔ آپ نے حیرت زدہ ہو کر جب وزیر سے واقعہ معلوم کیا تو اس نے بتایا کہ بادشاہ کا ایک خوبصورت، بہادر، جوان بیٹا مر گیا تھا اور وہی اس خیمہ میں مدفون ہے۔ چنانچہ آج کی طرح ہر سال یہاں تمام لوگ آتے ہیں۔ سب سے پہلے فوج آ کر کہتی ہے کہ اگر جنگ کے ذریعہ تیری موت ٹل سکتی تو ہم جنگ کر کے تجھے بچا لیتے۔ مگر اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنا ممکن نہیں۔ اس کے بعد حکماء آ کر کہتے ہیں کہ اگر عقل و حکمت سے موت کو روکا جا سکتا تو ہم یقیناً روک دیتے۔ پھر علماء و مشائخ آ کر کہتے ہیں کہ اگر دعاؤں سے موت کو رفع کیا جا سکتا تو ہم رفع کر دیتے۔ پھر حسین کنیزیں آ کر کہتی ہیں کہ اگر حسن و جمال سے موت کو ٹالا جا سکتا تو ہم ٹال دیتیں۔ پھر بادشاہ وزیر کے ساتھ آ کر کہتا ہے کہ اے میرے بیٹے ہم نے حکماء و اطباء کے ذریعہ بہت کوشش کی لیکن تقدیر الٰہی کو کون مٹا سکتا ہے اور اب آئندہ سال تک تجھ پر ہمارا اسلام ہو یہ کہہ کر واپس ہو جاتا ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ سن کر قسم کھائی کہ زندگی بھر کبھی نہیں ہنسوں گا اور دنیا سے بیزار ہو کر فکر آخرت میں گوشہ نشینی اختیار کر لی

(تذکرۃ الاولیاء)

آپ کی وفات

حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہشام بن عبدالملک بن مروان کے عہدہ حکومت میں یکم رجب المرجب ہجری 110 بعمر 89 سال۔ آپ کا وصال ہوا۔ ایک بزرگ نے اسی رات خواب میں دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھل

گئے ہیں۔ اور یہ آواز سنائی دے رہی ہے کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ خدائے بزرگ تک پہنچ چکا ہے اور خدا اس سے خوش ہے۔ آپ کا روضہ مبارک بصرہ سے تین کوس کے فاصلے پر واقعہ ہے۔ (اقتباس الانوار صفحہ 224)

شیخ محمد اکرم قدوسی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے پانچ خلفاء کا ذکر کیا ہے۔ حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ ابن زرین رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ عفیہ ابن علام رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ محمد واسع رحمۃ اللہ علیہ۔

ارشادات عالیہ

آپ فرماتے ہیں میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جسے بھی دولت ملتی ہے اللہ تعالیٰ اسے ذلیل بناتا ہے۔

غلام نے اپنا سر اٹھایا اور کہا اس رقم کو اسی جگہ واپس رکھ دو اور جو اپنے ہاتھ کی کمائی نہیں اسے صدقہ نہ کریں۔ اللہ عزوجل کی قسم! میں ایک سال سے اس چٹان پر پڑی ہوئی تھیلی کے پاس سے گزر رہا ہوں مگر مجھے یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ اس میں کیا ہے؟ تو آپ دنیا میں کیسے راغب ہو گئے اور جس کو لینا جائز نہ تھا اس کو لے لیا؟ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے اس کی باتوں سے بڑی شرمندگی ہوئی اور میں نے جان لیا کہ یہ اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے ہے۔ لہٰذا میں تھیلی کو اس کی جگہ پر رکھ کر واپس آیا تو وہ اپنی جگہ پر نہ تھا۔ میں نے دریافت کیا تو بتایا گیا کہ ہر ہفتہ ایک مرتبہ لکڑیوں کا گٹھا لے کر آتا ہے اور پھر اسے ایک درہم کے عوض فروخت کرتا ہے اور اسی سے ہفتہ کے باقی ایام غذا حاصل کرتا ہے اور کسی سے کوئی چیز نہیں مانگتا۔ (الروض الفائق)

ہمارے اکابرین تو اتنی احتیاط فرماتے تھے کہ حرام تو دور کی بات۔ شک والی اشیاء سے بھی دور بھاگتے تھے۔ ایک بار خواجہ یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے

حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جو کی روٹیاں پکا کر بھیجیں اور کہلا بھیجا کہ یہ میں نے آب زم زم سے گوندھ کر پکائی ہیں۔ جب خادم نے آ کر یہ روٹیاں اور پیغام دیا۔ تو آپ نے واپس بھیج دیں اور کہلا بھیجا کہ یہ تو بتا دیا کہ روٹیاں تو آب زم زم سے گوندھ کر پکائی ہیں یہ تو نہیں بتایا کہ ان روٹیوں کا آٹا کس ذریعے سے آیا تھا اور کس کھیت سے جو آئے تھے۔ جب اس کی حقیقت معلوم نہیں ہم ایسی روٹیاں نہیں کھا سکتے۔ کیوں جناب! کچھ ذہن صاف ہوا کہ یہ ہیں ہمارے مقتداو اولیاء جن کے مرید ہونے کے ہم لمبے چوڑے دعوے کرتے ہیں لیکن سیرت و صورت ان جیسی بنانا گوارا نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سلف صالحین کے طور پر طریقے اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

فرمایا تین افراد کی غیبت جائز ہے 1۔ لالچی کی، 2۔ فاسق کی، 3۔ ظالم بادشاہ کی۔
فرمایا تم سے قبل آسمانی کتابوں کی ایسی وقعت تھی کہ لوگ ساری ساری رات ان پر غور و فکر کرتے گزار دیتے تھے اور دن میں اس پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں لیکن تم نے اپنی کتاب (قرآن مجید) پر زیرو زبر تو لگا لئے مگر عمل ترک کر کے آسائش دنیا میں گرفتار ہو گئے۔
کسی نے جب آپ کا حال دریافت کیا تو فرمایا کہ ان کا کیا حال پوچھتے ہو جو دریا میں ہوں اور شکستہ کشتی کے تختہ پر پانی میں تیر رہے ہوں۔ اس نے کہا یہ تو بہت ہی سنگین صورت ہے۔ فرمایا کہ بس میرا تو یہی حال ہے۔

غوث اعظم درمیان اولیاء

حضرت امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔
الشیخ الامام العالم الزاھد، العارف، القدوۃ، شیخ الاسلام، علم اولیاء محی الدین ابومحمد عبدالقادر جیلانی بن ابوصالح جنگی دوست الجیلانی، حنبلی شیخ بغداد جیلان میں 471ھ میں پیدا ہوئے۔ (سیر اعلام النبلا جلد 15 صفحہ 179 رقم 5087 مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ)

مفتی غلام سروری لاہوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ آپ کی ولادت جیلان میں ماہ رمضان کی پہلی شب 470ھ میں ہوئی۔

(خزینۃ الاصفیا جلد اوّل صفحہ 158 مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور)

بعض علماء نے سن ولادت 470ھ میں کہا ہے رئیس المحدثین حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری فرماتے ہیں کہ گیلان آپ کا شہر ولادت ہے عربی میں ''گ'' کو ''ج'' سے تبدیل کر کے جیلانی پڑھا جاتا ہے۔ اسی کا مخفف جیلی ہے۔

(نزہۃ الخاطر صفحہ 44 مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور)

شجرہ مبارک

شیخ عبدالقادر بن سید موسیٰ جنگی دوست، ابن سید عبداللہ بن سید یحییٰ بن سید داؤد بن سید موسیٰ ثانی بن سید عبداللہ بن سید موسیٰ جون بن سید عبداللہ محض بن سید امام حسن مثنیٰ بن سید امام حسن بن سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم۔ والدہ ماجدہ کی طرف سے آپ کا سلسلہ نسب حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ شیخ عبدالقادر بن امتہ

الجبار بنت سید عبداللہ صومعی بن سید ابو جمال الدین محمد بن سید محمود بن سید ابوالعطاء بن سید کمال الدین عیسیٰ بن سید ابوعلاء الدین محمد جواد بن امام سید علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام باقر بن امام زین العابدین بن سید الشہداء امام حسین بن حضرت علی رضی اللہ عنہم (ایضاً صفحہ 31) امام عشق و محبت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

نبوی مینھ علوی فصل بتولی گلشن
حسنی پھول حسینی ہے مہکنا تیرا
نبوی ظل علوی برج بتولی منزل
حسنی چاند حسینی ہے اُجالا تیرا

آپ کے بچپن کا ایک واقعہ امام عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے جس کو ہم مفہوماً نقل کرتے ہیں کہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ سیدہ ام الخیر فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا نے اپنے شوہر حضرت شیخ ابوصالح جنگی دوست رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا اور عرض کی کوئی حکیم بلاؤ بچہ دودھ نہیں پیتا۔ آپ ایک بہت بڑے زبدۃ الحکماء کو بلا لائے۔ اس نے والی بغداد حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تو کہنے لگا۔ حضور! آپ کا بیٹا بیمار نہیں۔ آپ نے فرمایا دودھ نہیں پیتا؟ حکیم صاحب کہنے لگے کوئی اور وجہ ہو سکتی ہے لیکن بیماری کوئی نہیں۔ دوسرے دن بھی حضرت شہنشاہ بغداد نے دودھ نہ پیا۔ پھر امی جان نے کہا: طبیب کو بلاؤ۔ طبیب کو بلایا گیا۔ اس نے پھر وہی کہا کہ بیماری کوئی نہیں۔ تیسرے آپ دی والدہ ماجدہ نے کہا کہ اب حکیم کی کوئی ضرورت نہیں۔ فرمایا کیوں؟ آپ کی امی جان رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا راز کھل گیا ہے۔ بچہ دن کو دودھ نہیں پیتا لیکن رات کو پیتا ہے۔ اگر بچہ بیمار ہوتا تو مغرب کے بعد بھی دودھ نہ پیتا۔ تراویح کے بعد بھی دودھ نہ پیتا۔ سحری کے وقت بھی دودھ نہ پیتا۔ میں افطاری

کر کے نماز پڑھ لیتی ہوں تو بچہ دودھ پیتا ہے۔ عشاء کے بعد بچہ دودھ پیتا ہے۔ سحری تک دودھ پیتا ہے۔ دن کو دودھ نہیں مگر رات کو پیتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بچہ تو روزے رکھ رہا ہے۔ آپ کی امی جان فرماتی ہیں ایک بار رمضان کا چاند بادلوں کی وجہ سے نظر نہ آیا۔ لوگوں نے آپ کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا سے دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ آج عبدالقادر نے دودھ نہیں پیا۔ آج رمضان کا دن ہے تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ واقعی وہ رمضان کا دن تھا۔

(نفحات الانس صفحہ 703 مطبوعہ پروگریسو بکس لاہور)

غوث اعظم متقی ہر آن ہیں
چھوڑا ماں کا دودھ بھی رمضان میں

چوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم درمیان انبیاء

آپ کے والد گرامی شیخ ابوصالح جنگی دوست علیہ الرحمۃ کو حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔ اولیاء کرام اور آئمہ دین رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ تو حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنے میرے بیٹے ابوصالح تجھے مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے جو تجھے بیٹا دیا ہے وہ میرا بیٹا اور محبوب ہے اور اللہ تعالیٰ کا بھی محبوب ہے اور اس کا مقام و مرتبہ اولیاء کرام میں وہ ہوگا جس طرح میرا مرتبہ و مقام انبیاء اور رسل میں ہے۔

(تفریح الخاطر صفحہ 57 مطبوعہ مکتبہ رضویہ لاہور)

غوث اعظم درمیان اولیاء
چوں محمد ﷺ درمیان انبیاء

آپ کا حلیہ اور تحصیل علوم

شیخ ابوعبداللہ بن احمد بن قدامہ علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہیں کہ حضرت غوث پاک

رحمۃ اللہ علیہ کا نازک بدن، کشادہ سینہ، میانہ قد، گھنی داڑھی اور گندمی چہرہ تھا۔ بلند آواز نہایت خوبصورت چہرہ اور تیز فہم تھے۔ تحصیل علم میں آپ نے بڑی محنت سے کام لیا اور فروغ واصول کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیا۔ آپ بہت سے آئمہ وقت اور مشائخ زمان سے علوم حاصل کرتے رہے۔ فقہ ابوالوفا علی بن عقیل جیسے جید فقیہہ سے حاصل کی۔ حدیث شریف وقت کے مستند محدثین سے سنی۔ علم ادب آپ نے یحییٰ بن علی تبریزی علیہ الرحمۃ سے سیکھا۔ روحانی تربیت کے لیے آپ بڑے بڑے مشائخ بالخصوص شیخ ابوسعید علیہ الرحمۃ کی خدمت اقدس میں رہے۔ امام عشق و محبت الشاہ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

سارے اقطاب جہاں کرتے ہیں کعبہ کا طواف
کعبہ کرتا ہے طواف درِ والا تیرا

غوث اعظم کا بچپن

بحیرۂ اخضر کے دامن میں آباد ایک باپردہ خاتون اپنے بچے کو چادر میں لپٹائے۔ سینے سے چمٹائے رو رہی تھی۔ اتنے میں ایک خوبرو بچہ حیرت کی تصویر بنے اس عورت کے قریب آیا اور بڑی متانت سے ان کے رونے کا سبب دریافت کرنے لگا۔ وہ خاتون روتے ہوئے کہتی ہے، بیٹا! میرا شوہر اپنے لخت جگر کے دیدار کی حسرت لیے دنیا سے رخصت ہو گیا ہے۔ یہ بچہ اس وقت میرے شکم میں تھا اور اب یہی اپنے باپ کی نشانی اور میری زندگی کا سرمایا تھا۔ یہ بیمار ہو گیا میں اسے اسی خانقاہ میں دم کروانے لا رہی تھی کہ راستہ میں اس نے دم توڑ دیا ہے۔ میں پھر بھی بڑی امید لے کر یہاں حاضر ہو گئی کہ اس خانقاہ والے بزرگ کی ولایت کا بڑا شہرہ ہے اور ان کی نگاہ کرم سے اب بھی بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ مگر وہ مجھے صبر کی تلقین کر کے اندر تشریف لے جا چکے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ خاتون پھر رونے لگی۔ شہزادے کا دل پگھل گیا اور اس کی رحمت بھری

زبان پر یہ الفاظ کھیلنے لگے۔ مائی صاحبہ! آپ کا بیٹا مرا نہیں بلکہ زندہ ہے۔ دیکھو تو سہی وہ حرکت کر رہا ہے۔ دکھیاری ماں نے بیتابی کے ساتھ بچے کی لاش سے کپڑا اٹھا کر دیکھا تو وہ سچ مچ زندہ تھا اور ہاتھ پاؤں ہلا کر کھیل رہا تھا۔ اتنے میں خانقاہ والے بزرگ اپنے حجرے سے باہر نکل آئے۔ مردِ حق نے بچے کو زندہ دیکھ کر ساری بات سمجھ لی اور لاٹھی اٹھا کر یہ کہتے ہوئے شہزادے کی طرف لپکے کہ تو نے ابھی سے تقدیر خداوندی کے سربستہ راز کھولنے شروع کر دیئے ہیں۔ شہزادے وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے اور وہ بزرگ ان کے پیچھے دوڑنے لگے۔ شہزادے یکا یک قبرستان کی طرف مڑے اور بلند آواز سے پکارنے لگے۔ اے قبرستان والو! مجھے بچاؤ! تیزی سے دوڑتے ہوئے بزرگ اچانک ٹھٹھک کر رک گئے کیونکہ قبرستان سے تین سو مُردے اٹھ کر اس شہزادے کی ڈھال بن چکے تھے اور وہ شہزادے ملکوتی وجاہت لئے دور کھڑے مسکرا رہے تھے۔ ان بزرگوں نے بڑی مسرت کے ساتھ شہزادے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا بیٹا! تیرے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتے۔ اس لئے تیری مرضی کے آگے اپنا سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں وہ شہزادے کون تھے؟ اس نورانی چہرے والے شہزادے کا نام شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تھا اور وہ بزرگ ان کے نانا جان حضرت سیدنا عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

(الحقائق فی الحدائق جلد اول صفحہ 43 مطبوعہ مکتبہ اویسیہ بہاولپور)

امام عشق ومحبت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں۔

سکر کے جوش میں جو ہیں وہ تجھے کیا جانیں؟

خضر کے ہوش سے پوچھے کوئی رتبہ تیرا

قم باذن اللہ

رنجیت سنگھ کے دورِ حکومت کی بات ہے کہ ایک نام نہاد مسلمان جو کرامات اولیاء

کا منکر تھا۔ شومئی قسمت سے ایک شادی شدہ ہندو عورت کو دل دے بیٹھا۔ ایک بار ہندو اپنی بیوی کو میکے پہنچانے کے لیے گھر سے باہر نکلا ادھر اس بدبخت پر شہوت نے غلبہ کیا۔ چنانچہ اس نام کے مسلمان نے ان کا پیچھا کیا اور ایک سنسان مقام پر اس نے دونوں کو گھیر لیا۔ وہ دونوں پیدل تھے اور یہ گھوڑے پر سوار تھا اس نے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے سواری کی پیشکش کی۔ مگر ہندو نے انکار کیا وہ اصرار کرنے لگا کہ اچھا عورت ہی کو پیچھے بیٹھنے کی اجازت دے دو یہ بے چاری تھک جائے گی۔ ہندو کو اس کی نیت پر شبہ ہو گیا تھا۔ لہٰذا اس نے کہا کہ تم ضمانت دو کہ کسی قسم کی خیانت کیے بغیر میری بیوی کو منزل پر پہنچا دو گے۔ اس نے کہا کہ یہاں جنگل میں ضامن کہاں سے لاؤں؟ عورت بول اٹھی۔ مسلمان گیارہویں والے پیر کو بڑا مانتے ہیں۔ تم انہیں کی ضمانت دے دو۔ وہ اگرچہ حضرت اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے تصرفات کا قائل نہ تھا۔ مگر یہ سوچ کر کہ ہاں کہہ دینے میں کیا جاتا ہے اس نے ہاں کہہ دیا جوں ہی عورت گھوڑے پر سوار ہوئی۔ اس ظالم نے تلوار سے اس کے شوہر کی گردن اڑا دی۔ اور گھوڑے کو ایڑی لگا دی۔ عورت غم سے نڈھال اور سہمی ہوئی بار بار مڑ کر پیچھے دیکھے جا رہی تھی۔ اس نے کہا کہ بار بار پیچھے دیکھنے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ تمہارا شوہر اب واپس نہیں آ سکتا۔ عورت نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا میں تو گیارہویں والے پیر کو دیکھ رہی ہوں۔ اس پر اس نے ایک قہقہہ لگا کر کہا کہ گیارہویں والے پیر صاحب کو تو فوت ہوئے کئی سو سال گزر چکے ہیں۔ اب بھلا وہ کیسے آ سکتے ہیں؟ اتنا کہنا تھا کہ دو بزرگ نمودار ہوئے ان میں سے ایک نے بڑھ کر تلوار سے اس بدعقیدہ عاشق زن کا سر قلم کر دیا۔ پھر عورت کو بمع گھوڑا اس جگہ لائے جہاں وہ ہندو کٹا پڑا تھا۔ دونوں بزرگوں میں سے ایک بزرگ نے کٹا ہوا سر دھڑ سے ملا کر کہا "قم باذن اللہ" یعنی اٹھ اللہ کے حکم سے۔ وہ ہندو اُسی وقت زندہ ہو گیا۔ وہ دونوں بزرگ غائب ہو گئے اور یہ دونوں میاں بیوی

گھوڑے پر سوار ہو کر بخیریت گھر لوٹ آئے مقتول کے وارثوں نے گھوڑا پہچان کر رنجیت سنگھ کی عدالت میں دونوں میاں بیوی کے خلاف کیس کر دیا کہ ہمارا آدمی غائب ہے اور گھوڑا ان کے پاس ہے۔ شاید ان لوگوں نے ہمارے آدمی کو قتل کر دیا ہے۔ پیشی ہوئی ان میاں بیوی نے جنگل کا سارا واقعہ کہہ سنایا اور کہا کہ ان دونوں بزرگوں میں سے ایک بزرگ یہاں کے مشہور مجذوب گل محمد شاہ صاحب کے ہم شکل ہیں۔ چنانچہ ان مجذوب بزرگوں کو بلا گیا۔ وہ تشریف لے آئے اور انہوں آتے ہی اول تا آخر سارا واقعہ لفظ بہ لفظ بیان کر دیا اور لوگ حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کرامت سن کر عش عش کر اٹھے۔ رنجیت سنگھ نے مقدمہ خارج کرتے ہوئے ان دونوں میاں بیوی کو انعام و اکرام دے کر رخصت کیا (الحقائق فی الحدائق جلد اول صفحہ 97) امام عشق و محبت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں

الاماں قہر ہے یا غوث! وہ تیکھا تیرا

مر کے بھی چین سے سوتا نہیں مارا تیرا

حضرت علامہ سید عبد القادر اربلی علیہ الرحمۃ نقل کرتے ہیں کہ برہان پور میں ایک دولت مند آگ کی پوجا کرنے والا رہتا تھا (راوی کہتے ہیں) جس کا گھر ہمارے گھر کے قریب تھا مگر وہ ہندو آتش پرست حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدت مند تھا اور اپنے آپ کو حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مرید کہتا تھا اور ہر سال قسم قسم کے کھانے پکا کر علماء فقراء کو کھلاتا تھا اور لائٹنگ بھی کرتا تھا۔ محفل کو طرح طرح کی زیب و زینت سے آراستہ کرتا اور خوشبو سے مزین و معطر کرتا۔ یہ سب کچھ آپ کی محبت کی وجہ سے کرتا تھا۔ جب وہ فوت ہوا تو ہندوؤں نے مرگھٹ میں لکڑیاں جمع کر کے ان پر گھی ڈال کر اس کی لاش کو لکڑیوں میں رکھ دیا اور آگ لگا دی لیکن اللہ کی قدرت کہ اس شخص کا ایک بال بھی نہ جلا۔ ہندو یہ دیکھ کر طرح طرح کے مشورے

کرنے لگے۔ آخر کار اس بات پر سب کا اتفاق ہوا کہ اس کو پانی میں بہا دیا جائے۔ تو جب اس کو پانی میں ڈال دیا گیا تو شہنشاہ بغداد حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بزرگ (جو اس علاقے کے تھے) کو خواب میں ارشاد فرمایا کہ فلاں بندہ جس کو ہندو جلانے اور بہانے کی کوشش کر رہے ہیں میرا روحانی فرزند ہے جس کا نام مردانِ خدا کے نزدیک سعد اللہ ہے۔ اس کو پانی سے نکال کر غسل دو اور اس کی نماز جنازہ پڑھو اور دفن کر دو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ عبدالقادر میں تیرے مریدوں اور عقیدت مندوں کو آگ میں نہیں جلاؤں گا اور دنیا سے جاتے ہوئے ان کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ (تفریح الخاطر صفحہ 70 مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور)

تاجدار بریلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

کس گلستان کو نہیں فصلِ بہاری سے نیاز
کون سے سلسلہ میں فیض نہ آیا تیرا

قاسم ولایت

شاہ ہاشم علیہ الرحمۃ اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی آدمی کو ولایت کا مرتبہ عطا کرنا چاہتا ہے تو حکم دیتا ہے کہ اسے میرے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرو تو جب وہ حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوتا ہے تو حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس کو میرے نواسے عبدالقادر کے پاس لے جاؤ تا کہ وہ معلوم کرے کہ یہ منصب ولایت کے لائق ہے کہ نہیں۔ اگر وہ منصب کا مستحق ہوتا ہے تو دفتر محمدی میں اس کا نام لکھ کر مہر لگا دی جاتی ہے۔ پھر اس شخص کو حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا جاتا ہے تو حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تصدیق پر حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم صادر ہوتا ہے۔ پھر اس شخص کو خلعت عطا کر دی جاتی ہے اور وہ اسے

پہن لیتا ہے۔ پھر وہ شخص عالم غیب وشہادت میں مقبول ہو جاتا ہے غرض یہ کہ والی بغداد حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ قیامت تک اس عہدہ پر فائز رہیں گے اور یہ عہدہ صرف آپ ہی کی ذات کے ساتھ خاص ہے اور ہر زمانہ میں غوث، اقطاب، ابدال، بلکہ تمام اولیاء کرام آپ سے ہر وقت مستفیض ہوتے رہتے ہیں۔

(تفریح الخاطر صفحہ 113 مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور)

امام عشق ومحبت حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں:

جو ولی قبل تھے یا بعد ہوئے یا ہوں گے
سب ادب رکھتے ہیں دل میں میرے آقا تیرا

قطرے کو سمندر کرتے ہیں

سلسلہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ حضرت خواجہ توکل شاہ صاحب انبالوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عہد کیا تھا کہ میں اس شخص کا مرید ہوں گا جو وضو کے واسطے پانی اپنے گھر سے لاتا ہوگا اور جس کے لوٹے کی ٹونٹی کا منہ وضو کے وقت قبلہ کی طرف ہوگا۔ ایسے شخص کو ڈھونڈتا ہوا بغداد شریف پہنچا۔ وہاں ایک جولاہا تھا۔ لوگ اس کو مسجد کا لوٹا نہ دیتے تھے وہ اپنا لوٹا گھر سے ہی ساتھ لاتا تھا اور اتفاق سے اس کی ٹونٹی کا منہ بھی قبلہ کی طرف تھا۔ اس شخص نے اپنے اسی عہد کی وجہ سے اس سے مرید ہونے کو کہا۔ ہر چند اس جولاہے نے انکار کیا مگر اس شخص نے ایک نہ مانی۔ آخر مجبور ہو کر کہا بھئی میں تانی لگاتا ہوں تو ایندھن وغیرہ لے آیا کر۔ چنانچہ وہ ایک مدت تک ایندھن لاتا رہا۔ ایک روز وہ ایندھن لئے آ رہا تھا راستہ میں دیکھا کہ والی بغداد حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ تشریف لا رہے ہیں اور لوگ آپ کی زیارت کرتے اور آپ کے پاؤں کو بوسے دیتے ہیں۔ اس شخص نے دور سے دیکھتے ہی منہ پر کپڑا ڈال لیا۔ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اے خدا کے بندے!

تو نے ہم میں کیا قصور دیکھا جو منہ پر کپڑا ڈال لیا؟ اس نے عرض کیا حضور آپ میں تو کوئی قصور نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ آپ میرے پیر سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ اس خیال سے منہ پر کپڑا ڈالا ایسا نہ ہو کہ آپ کے چہرہ مبارک پر نظر پڑنے سے مجھے آپ سے محبت ہو جائے اور اپنے پیر کی محبت میرے دل سے کم ہو جائے۔ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا تیرا پیر کون ہے؟ اس نے اپنے پیر کا سارا قصہ اور نام نشان سنا دیا۔ آپ کو اس کی اس عقیدت پر رحم آ گیا اور سینے سے لگا کر توجہ دی اور اس کے تمام مقامات طے کرا دیئے۔ جب اس نے اپنا کچھ اور ہی رنگ دیکھا تو عرض کیا حضور مجھے بڑی شرم آئے گی۔ بڑی عنایت ہوگی اگر میرے پیر کو بھی کچھ حاصل ہو جائے۔ آپ نے فرمایا اچھا جا اسے بھی لے آ۔ چنانچہ وہ جا کر اس جولاہے کو بھی لے آیا۔ آپ نے اسی طرح اس کے مقامات بھی طے کرا دیئے اور وہ دونوں پھر حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو گئے۔

(ذکر خیر صفحہ 225 مطبوعہ زاویہ پبلشرز لاہور)

قطرے کو سمندر کرتے ہیں ذرے کو ستارہ کرتے ہیں
کونین کو خم آ جاتا ہے جب زلف سنوارا کرتے ہیں

کامل مرشد ایسا ہووے

خلیفہ پیر سیال بحر العلوم حضرت پیر سید حیدر علی شاہ صاحب جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک سوداگر نے جب حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت سنی تو بغداد شریف حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضور آپ کے ہزاروں مرید ہیں مجھے زمرہ خدام میں داخل فرمائیے۔ آپ نے فرمایا بھائی مرید ہونا بہت مشکل ہے تجھ میں اتنی طاقت کہاں کہ ہمارا مرید ہو۔ اس نے عرض کی کہ حضور آپ کے لاکھوں مرید ہیں کیا میں ان سب سے برا ہوں جو مجھے بیعت فرمانے سے احتراز ہے؟

آپ نے فرمایا اگرچہ ہمارے مرید بہت ہیں لیکن ان میں اکثر برائے نام ہیں ہمارا سچا مرید تو فلاں شخص ہے۔ اس نے عرض کی وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا ہمارے پیچھے پیچھے چلا آ تجھے وہ مرید صادق دکھاتے ہیں۔ بموجب حکم وہ شخص ساتھ ہولیا تھوڑی دور تھے کہ ایک شیر نظر آیا۔ اس شخص کے دل میں سخت خوف پیدا ہوا۔ جب وہ شیر نزدیک آیا تو وہ سوداگر اس سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اے شیر! غوث پاک سے کچھ نہ کہنا۔ میں حاضر ہوں میں اپنی جان آپ پر قربان کرنے کو تیار ہوں۔ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے شیر ہم کو ایک سفر در پیش ہے اگر تو ہمیں اپنی پیٹھ پر سوار کر کے لے چلے تو خدا تجھے اجر دے گا۔ شیر نے کہا میں بحکم خدا صرف اسی خدمت کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ اس پر سوار ہوئے اور ایک طرف چلے۔ رات کے وقت ایک شہر نظر آیا۔ جب اہل شہر نے جو آپ کے مرید تھے آپ کو دیکھا تو قدم بوسی کے لیے حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ ہماری دعوت قبول فرمائیں۔ آپ نے فرمایا جو شخص اس شیر کی دعوت بھی کرے گا اس کی دعوت ہم قبول کریں گے۔ لوگوں نے عرض کی کہ جس قدر بکروں کی ضرورت ہو ہم حاضر کریں اور جو حکم کریں بجا لائیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارا شیر بکرے نہیں کھاتا جس شخص کا ایک ہی لڑکا ہو اور اس کی شادی ہونے والی ہو وہ اپنا لڑکا حاضر کرے۔ یہ شیر اس لڑکے کو کھائے گا اور ہم بھی اس شخص کی دعوت قبول کریں گے۔ لوگ متحیر ہوئے اور دل میں کہنے لگے کہ کون ایسا سنگدل ہوگا جو اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے پیش کرے گا۔ ایک شخص نے عرض کی مجھے یہ بات منظور ہے میرا ایک ہی لڑکا ہے جس کی شادی عنقریب ہونے والی ہے۔ میں ابھی گھر جاتا ہوں اور اپنی بیوی سے بھی اجازت لے آتا ہوں۔ یہ کہا اور گھر جا کر تمام ماجرا اپنی بیوی سے بیان کیا۔ وہ عورت بولی کہ زہے قسمت کہ ہماری دعوت حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ منظور فرمائیں۔ صرف یہی نہیں اگر ہماری اپنی جانیں

بھی قبول فرمائیں تو حاضر ہیں۔ جلد جا کر آپ ان کو اپنے گھر لے آؤ۔ اس نے جا کر عرض کیا آپ اس کے ساتھ تشریف لے گئے۔ جب کھانا پیش ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ہمارا وعدہ ہے کہ اپنے شیر کو کھلا کر کھانا کھائیں گے۔ انہوں نے فوراً اپنا لڑکا حاضر کیا اور شیر کے آگے ڈال دیا۔ شیر نے فوراً ان کے اعضا جدا جدا کر دیئے سارے شہر میں غل ہو گیا کہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایسا نوجوان شیر کی نذر کر دیا اور خون ناحق اپنے سر لیا۔ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس سوداگر سے فرمایا کہ دیکھو مریدی اور اعتقاد ایسا ہوتا ہے اب ہم پر بھی لازم ہے کہ ہم اپنا حق ادا کریں۔ فوراً مقتول کی ہڈیاں جمع کر کے ان پر اپنی ردائے مبارک ڈال دی اور سر بہ سجدہ ہوئے ابھی سجدہ سے سر نہ اٹھایا تھا کہ نوجوان زندہ ہو گیا۔ ہر طرف سے صدائے آفرین و تحسین بلند ہوئی اور یوں لوگوں کا اعتقاد واثق ہو گیا۔ پھر آپ نے اس سوداگر سے فرمایا۔ اگر تو بھی ایسا مرید بنے اور ایسا ہی اعتقاد رکھے تو تجھے بیعت کرتا ہوں۔ اس نے عرض کی جب پیر ایسا کامل ہے تو اس کا مرید بن جانے میں کیا خوف ہے۔ اسی وقت شرف بیعت سے بہرہ ور ہو گیا۔

(ذکر حبیب صفحہ 431 مطبوعہ القمر بک کارپوریشن لاہور سن اشاعت 1404)

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی
الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں

لڑکیوں کے لڑکے بن گئے

ارشاد ہوا کہ پیران پیر حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ایسی بہت سی کرامتیں ہیں۔ چنانچہ ایک شخص کی لڑکیاں ہی لڑکیاں تھیں کوئی لڑکا نہ تھا جب اس کی عورت حاملہ ہوئی۔ یہاں تک کہ بیس لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ شوہر اس عورت سے بیزار ہو گیا اور کہا چلی جا میری طرف سے تجھے جواب ہے۔ میں اس قدر بچیوں کا خرچہ نہیں

برداشت کر سکتا۔ وہ غریب عورت حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں روتی چلاتی حاضر ہوئی اور کہنے لگی۔ حضور! دعا فرمائیں کہ ان لڑکیوں کو خدا موت دے دے تاکہ مجھے مصیبت سے چھٹکارا ہو۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا خدائے تعالیٰ ان کے جان لینے ہی پر قادر ہے۔ اس پر قادر نہیں ہے کہ ان سب کو لڑکا بنادے۔ آپ کی زبان سے الفاظ نکلے ہی تھے کہ وہ سب لڑکیاں لڑکے بن گئے۔

(ذکر حبیب صفحہ 431)

زبانِ اہل دل میں خاص اک ہوتی ہے قوت بھی
بدل دیتے ہیں قسمت بھی بدل جاتی ہے فطرت بھی

حضرت شاہ ابوالمعالی علیہ الرحمۃ ارقام فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا حضور مرجع خلائق ہیں بس میں ایک لڑکا طلب کرنے کے لیے التجا کر رہا ہوں۔ حضرت سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے بارگاہ میں دعا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ تجھے وہ چیز عطا فرمائے گا جو تو چاہتا ہے وہ آدمی روزانہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ وہ شخص لڑکی کو لے کر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور میں نے لڑکے کے لیے درخواست کی تھی یہ تو لڑکی ہے۔ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کو لپیٹ کر اپنے گھر لے جا اور دیکھ کہ پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے وہ حسب ارشاد اس لڑکی کو گھر لایا اور دیکھا تو وہ لڑکا تھا۔

(تحفۃ القادریہ صفحہ 67 مطبوعہ پیر خانہ غوثیہ، مصالیہ، حیدریہ شاہ ابوالمعالی لاہور)

جنس کو تبدیل کر دینا بڑی کرامت ہے اگرچہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم ہی سے ہوا مگر حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر ہوا لہٰذا یہ آپ کا زبردست تصرف ہے۔

جو اللہ پاک نے آپ کو عطا کیا تھا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اولیاء کاملین کی بات کو اللہ تعالیٰ پورا کرتا ہے جب ان کے منہ سے کوئی بات نکل جاتی ہے۔ چونکہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کو اولاد نرینہ کی خوشخبری سنادی تھی اب بات کو سچا کرنا حق تعالیٰ کے ذمہ کرم پر تھا لہٰذا تقدیر کے مطابق جو لڑکی پیدا ہوئی۔ پیران پیر روشن ضمیر حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے صدقے تقدیر بھی بدل دی جنس بھی بدل دی اور آپ کی بات کو سچا بھی کر دیا۔

امام عشق و محبت الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

میری تقدیر بُری ہو تو بھلی کر دے کہ ہے
محو و اثبات کے دفتر پہ کڑوڑا تیرا

گیارہویں کی بکری

غوث زماں حضرت پیر حیدر علی شاہ صاحب جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مردان علی شاہ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جموں شہر میں دو شیروں کا قصہ کس طرح ہوا ہے؟ مردان علی شاہ نے کہا کہ میں نے سنا ہے مہاراجہ کے پیادے شیروں کے لیے ہر گاؤں سے زبردستی بکری پکڑ کر لے آتے تھے۔ ایک دن گلے سے ایک بکری پکڑی۔ بکری والے نے فریاد کی کہ یہ بکری میں نے حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نذر کر دی ہے اس کو نہ پکڑو۔ لیکن مہاراجہ کے سپاہی نہ مانے اور زبردستی بکری کو بھی لے گئے جب اس بکری کو شیر کے پنجرے میں داخل کیا تو شیر اسے سونگھ کر علیحدہ ہو گیا۔ مہاراجہ صاحب اس روز سے مسلمانوں کی حمایت کرتے ہیں۔

(ذکر حبیب صفحہ 548)

عصا مبارک روشن ہو گیا

ایک رات شیخ ابو عبد المالک ذیال رحمۃ اللہ علیہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ

کے مدرسے میں کھڑے تھے۔ شیخ زیال کہتے ہیں کہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ وہاں تشریف لائے۔ آپ کے دست اقدس میں عصا تھا۔ آپ کو دیکھ کر میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ اس وقت آپ کوئی کرامت دکھائیں۔ اچانک آپ میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور اپنا عصا مبارک زمین میں گاڑ دیا۔ عصا روشن ہو کر چمکنے لگا اور مدرسہ میں ہر طرف روشنی پھیل گئی۔ ایک گھنٹے تک عصا مبارک اسی طرح چمکتا رہا۔ پھر آپ نے اسے زمین سے اٹھایا تو جیسا تھا ویسا ہی ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کیوں زیال تم یہی چاہتے تھے؟ (بہجۃ الاسرار صفحہ 227)

حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ چونکہ مظہر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس لئے اس کرامت کی تائید حدیث پاک سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ ایک اندھیری رات میں جبکہ بارش ہو رہی تھی۔ دیر تک حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے رہے۔ جب جانے لگے تو حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھجور کی ایک شاخ عطا فرمائی اور فرمایا اس کو لے جاؤ یہ دس ہاتھ تمہارے آگے اور دس ہاتھ تمہارے پیچھے روشنی کرے گی۔ حضرت قتادہ چلے تو وہ شاخ روشن ہو گئی یہاں تک کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو گئے۔

(مجمع الزوائد جلد 9 صفحہ 390 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، الشفاء جلد اوّل صفحہ 506 مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور، دلائل النبوۃ از ابو نعیم صفحہ 504 مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور، خصائص الکبریٰ جلد دوم صفحہ 169 مطبوعہ ممتاز اکیڈمی لاہور، جواہر البحار جلد دوم صفحہ 353 مطبوعہ ضیاء القرآن مدارج النبوۃ جلد اوّل صفحہ 187 مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور)

امام عشق و محبت الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

راج کس شہر میں کرتے نہیں تیرے خدام
باج کس شہر سے لیتا نہیں دریا تیرا

ہر غلام کے گھر موجود

ایک روز آپ پیلو کے ایک درخت کے سائے میں تشریف فرما تھے اور خدمت عالی میں چند خدام اور ارادت مند بھی حاضر تھے کہ ایک عقیدت مند آیا اور آپ کو شام کے کھانے کی دعوت دے کر چلا گیا۔ آپ نے اس کی دعوت کو قبول فرمالیا۔ تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ ایک اور شخص آیا اور اس نے بھی اسی وقت کی دعوت کے لیے عرض کیا۔ اسے بھی آپ نے قبول فرمالیا۔ اسی طرح چند آدمیوں نے آکر ایک ہی وقت کی دعوت دی جن کو آپ قبول فرماتے رہے۔ جب سب لوگ چلے گئے تو پاس بیٹھے ہوئے ایک خادم کے دل میں خیال آیا کہ حضور کی ذات تو ایک ہی ہے اور ایک ہی وقت میں مختلف جگہوں سے کئی آدمیوں کی دعوت بھی آپ نے قبول فرمالی ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ ایک ہی وقت میں سب جگہوں پر تشریف لے جائیں اس دل میں یہ خیال آنا تھا کہ آپ کو اتقو بفراست المومن فانہ ینظر بنور اللہ کے مصداق بہ نگاہ کشف معلوم ہوگیا تو مسکراتے ہوئے اس خادم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ اپنی آنکھیں بند کرو۔ اس نے آنکھیں بند کرلیں تو یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ آپ اس درخت کے ہر پتے پر بنفس نفیس جلوہ افروز ہیں تو آپ نے فرمایا۔ دیکھا ہم اس طرح اپنے ہر عقیدت مند میزبان کے گھر پہنچ کر تکمیل عہد کرتے ہیں۔

(غوث الوریٰ صفحہ 41 مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور)

سید عبد القادر اربلی رحمۃ اللہ علیہ رقم فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک کے مہینہ میں ایک ہی روزہ افطار کرنے کے لیے ستر آدمیوں نے آپ کو دعوت دی اور آپ نے قبول فرمائی۔ جب وہ دن آن پہنچا تو آپ نے ہر ایک کے گھر جا کر ایک ہی وقت میں روزہ افطار کیا اور اسی وقت اپنی خانقاہ میں بھی افطار کیا۔ یہ خبر بغداد شریف میں پھیل گئی۔ آپ کے ایک خادم کے دل میں خیال آیا۔ حضرت تو اس وقت خانقاہ شریف

سے نکلے ہی نہیں پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اتنے لوگوں کے گھروں میں جا کر افطاری کی ہو۔ آپ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا وہ اپنی بات میں سچے ہیں اور میں ہر ایک کی دعوت قبول کر کے ان کے گھروں میں گیا ہوں اور ان میں سے ہر ایک کے ہاں ایک ہی وقت میں کھانا کھایا ہے۔ (تفریح الخاطر صفحہ 112)

دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ شیخ محمد الحضرمی مجذوب رحمۃ اللہ علیہ ابدال میں سے تھے آپ کی کرامتوں میں سے یہ کہ آپ نے ایک دفعہ 30 شہروں میں خطبہ اور نماز جمعہ بیک وقت پڑھا ہے اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی شب میں شب باش ہوتے تھے۔

(جمال الاولیاء، صفحہ 253 مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور)

تھانوی صاحب دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ شیخ محمد الشربینی رحمۃ اللہ علیہ بزرگ ولی صاحب کشف بڑے امام اور اولیاء کبار میں سے تھے ان کی اولاد کچھ تو ملک مغرب میں مراکش کے بادشاہ کی بیٹی سے تھی اور کچھ اولاد بلاد عجم میں تھی اور کچھ بلاد ہند میں اور کچھ بلاد تکرور میں تھی۔ آپ ایک ہی وقت میں ان تمام شہروں میں اپنے اہل وعیال کے پاس ہو آتے اور ان کی ضرورتیں پوری فرما دیتے تھے اور ہر شہر والے یہی سمجھتے تھے کہ وہ انہی کے پاس قیام رکھتے ہیں اور انہی متفرق صورتوں اور مختلف شکلوں میں آتے جاتے رہنے کی وجہ سے کسی عالم نے ان پر ترک جمعہ کا اعتراض کیا تھا تو پھر آپ نے ان کو مکہ مکرمہ میں جمعہ پڑھتے دیکھا۔

(جمال الاولیاء صفحہ 272)

اسی مکتبہ فکر کے ایک مولوی یوسف متالا صاحب لکھتے ہیں شیخ سماء الدین متوفی 1496ء ایک بار ان کی بیس جگہ دعوت تھی لیکن وہ حجرہ سے باہر نہ نکلے اور ہر جگہ موجود بھی تھے۔ (مشائخ احمد آباد صفحہ 113 مطبوعہ مکتبہ الحرمین لاہور)

اللہ تعالیٰ نے ابدال کو یہ کمال عطا فرمایا ہے کہ وہ بیک وقت کئی مقامات پر بہ نفس نفیس حاضر ہو سکتے ہیں اور کھا پی سکتے ہیں اور اپنے اصل مقام سے بھی غائب نہیں ہوتے۔ تو حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ تو اس سے کہیں بڑھ کر ہے اور جب اولیاء کا یہ مقام ہے تو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام رفیع کا کون انداز کر سکتا ہے۔ امام عشق و محبت الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

حرم طیبہ و بغداد جدھر کیجئے نگاہ
جوت پڑتی ہے تیری نور ہے چھنتا تیرا

غوث اعظم اور منکر نکیر

عالم بے بدل حضرت علامہ غلام قادر بھیروی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں لیکن واقعہ پڑھنے سے پہلے علامہ صاحب کا تعارف دیوبندی مولویوں کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں۔ مولوی اللہ وسایا لکھتا ہے۔ ردمرزائیت میں پنجاب میں سب سے پہلے آپ نے ہی فتویٰ جاری فرمایا کہ قادیانیوں کے ساتھ مسلمان مرد یا عورت کا نکاح حرام و ناجائز ہے۔ آپ نے حکیم نورالدین قادیانی کا ایسا ناطقہ بند کیا کہ آپ کی موجودگی میں اسے کبھی بھیرہ میں داخل ہونے کی جرات نہ ہوئی۔

(تذکرہ مجاہدین ختم نبوت صفحہ 230 مطبوعہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی)

مولوی اسماعیل شجاع آبادی دیوبندی لکھتا ہے کہ حضرت علامہ مولانا غلام قادر بھیروی رحمۃ اللہ علیہ بھیرہ میں آنکھ کھولی۔ اس وقت مسلمانوں کے در رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوسوں دور کرنے کا مکروہ دھندہ جگہ جگہ ہو رہا تھا۔ ایسے کربناک حالات واقعات میں اس مرد قلندر مولانا غلام قادر بھیروی رحمۃ اللہ علیہ نے کمر کسی اور ان فتنوں کے سامنے سیسہ پلائی کی دیوار کی طرح جم کر کھڑے ہو گئے اور بیگم پورہ شاہ

مسجد میں کلمہ حق بلند کیا ہر روز اپنی مسجد میں درس دیتے تھے جس میں مرزائیت کے بخیے ادھیڑتے۔

(تحریک ختم نبوت منزل بمنزل جلد دوم صفحہ 308 مطبوعہ قاضی احسان اکیڈمی مدرسہ تعلیم القرآن شجاع آباد)

ناظرین ذی وقار! آپ نے مخالفین کی زبانی علامہ غلام قادر بھیروی رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف پڑھا اب ملاحظہ فرمائیں کہ علامہ صاحب کیا لکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جب بعد از وصال حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اولیا اللہ نے آپ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ سوال و جواب منکر نکیر کیسا ہوا؟ آپ نے فرمایا کہ جب ملائکہ آئے اور کہنے لگے من ربک۔ میں نے کہا تم تارک السنّت ہو کہ اوّل السلام علیکم نہیں کہا۔ بولے السلام علیکم، پھر میں نے کہا مصافحہ مسنون ہے آپ نے کیوں نہیں کیا۔ پس دونوں نے مصافحہ کیا۔ میں نے دونوں کے ہاتھ پکڑ کر کہا کہ نادیدہ تم نے بارگاہ الٰہی میں کل بنی آدم کی مخالفت کیوں کی تھی؟ تم نے کہا تھا: اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۔ وہ بولے یہ فعل تو ملائکہ کی پوری جماعت سے سرزد ہوتا تھا۔ صرف ہم دونوں ہی تو نہ تھے اب ہم جا کر سب سے عذر لاتے ہیں۔ تب ایک کو روکے رکھا اور دوسرے کو جانے دیا۔ وہ سب کے پاس مظہر اس کیفیت کا ہوا۔ تب سب فرشتے بارگاہِ الٰہی میں عرض کرنے لگے: یا اللہ! اس کا کیا جواب دیں؟ حکم ہوا کہ انہیں کے پاس جاؤ اور عذر کرو۔ پس ملائکہ عذر خواہ ہوئے تب میں نے کہا کہ تم اقرار کرو کہ جب میرا مرید قبر میں آوے تو اس سے اچھے سلوک سے پیش آؤ۔ چنانچہ ملائکہ نے اقرار کیا۔ واضح رہے کہ قوت ملکیہ قوت غوثیت کے مقابلہ میں مساوات نہیں رکھتی نبوت اور ولایت باہم ایک دوسرے کے پرتو ہیں۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کو تھپڑ مار کر آنکھ نکال دی تھی تو ایسا ہی ممکن ہے کہ غوثیت کی قوت ملائکہ

پر اقتدار رکھے۔ (اسلام کی گیارہ کتابیں صفحہ 144 مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور)

شیخ الاسلام والمسلمین حضور پیر سیال لجپال خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ جن کے بارے میں ضیاء الرحمٰن نے بھی تعریفی کلمات لکھے ہیں۔

(تاریخی دستاویز صفحہ 115 مطبوعہ جھنگ)

قارئین محترم! اب شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی واقعہ ملاحظہ فرمایئے۔ آپ فرماتے ہیں جب حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے قبر میں نکیرین نے سوال کیا: مَن ربك۔ تو انہوں نے فرمایا اس کا جواب مین بعد میں دوں گا پہلے تم بتاؤ کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں فرمایا: اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَة ۔ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں تو تم نے مشیت ایزدی کے خلاف کیوں کہا: نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ، یعنی ہم تیری عبادت کریں گے تو انسان کو کیوں پیدا فرماتا ہے۔ صرف ہم ہی عبادت کے لیے کافی ہیں تو بتاؤ تمہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے اتنی جرأت کیوں ہوئی؟ تو نکیرین نے دوبارہ رعب ڈالتے ہوئے کہا۔ مَن ربك ۔ اور ساتھ ہی کہا کہ جو ہم تجھ سے پوچھتے ہیں اس کا جواب دو۔ فرشتے حیران رہ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھ اس بندہ کی انتظار تھا وہ آج قبر میں پہنچا۔

(انوار قمریہ جلد اول صفحہ 129 مطبوعہ ادارہ تعلیمات اسلاف لاہور)

محبوب سبحانی حضرت سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اے غلام! جب قبر میں تمہارے پاس منکر نکیر آئیں تو ان سے میرے حالات پوچھنا وہ تجھے بتائیں گے۔ (تفریح الخاطر صفحہ 132)

امام عشق ومحبت الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

تیری عزت کے نثار اے مرے غیرت والے
آہ صد آہ کہ یوں خوار ہو بردا تیرا

باادب بانصیب

ابو سعید عبداللہ نے بیان کیا کہ ہم بغداد شریف کے مدرسہ نظامیہ میں علم دین پڑھتے تھے۔ بغداد شریف میں ایک غوث تھے وہ جب چاہتے ظاہر ہو جاتے اور جب چاہتے غائب ہو جاتے ایک دن میں نے اور ابن سقا نے اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو اس وقت نوجوان تھے ہم تینوں اس غوث کی زیارت کے لیے روانہ ہوئے راستہ میں ابن سقا نے کہا میں اس غرض سے غوث کے پاس جا رہا ہوں کہ اس پر ایسا سوال کروں گا جس کا وہ جواب نہ دے سکے۔ پھر میں نے کہا ایک سوال میں بھی کروں گا دیکھو کیا جواب دیتے ہیں۔ پھر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بولے اور کہ اللہ کی پناہ کہ میں اس غوث سے سوال کروں (یعنی سوال ہرگز نہیں کروں گا) میں نے تو ان کی خدمت میں زیارت کا منتظر کھڑا رہوں گا۔ الغرض ہم تینوں وہاں پہنچے تو ایک گھڑی کے بعد اس غوث کی زیارت نصیب ہوئی۔ پس وقت کے غوث نے ابن سقا کی طرف غصے کی نگاہ سے دیکھا اور فرمایا تجھ پر افسوس ہے تو مجھ سے سوال کرنے آیا ہے کہ میں اس کا جواب نہ دے سکوں گا۔ اے ابن سقا یہ تیرا سوال ہے اور یہ اس کا جواب ہے۔ سن میں دیکھ رہا ہوں کہ کفر کی آگ تجھ پر بھڑک رہی ہے اس کے بعد وقت کے غوث نے میری طرف دیکھا اور فرمایا اے عبداللہ! تو بھی مجھ سے ایک سوال کرنے آیا ہے تاکہ تو دیکھے کہ میں کیا جواب دیتا ہوں۔ لے تیرا یہ سوال ہے اور یہ اس کا جواب ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تیری بے ادبی کی وجہ سے دنیا تیرے کانوں تک چڑھی ہوئی ہے۔ اس کے بعد اس غوث نے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نظر کی اور ان کو اپنے قریب کر لیا اور عزت افزائی کرتے ہوئے فرمایا اے صاحبزادے! اے عبدالقادر تو نے حسن ادب سے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کر لیا ہے گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ بغداد میں منبر پر

چڑھ کر بھرپور مجمع میں وعظ کریں گے اور یوں کہیں گے کہ میرا یہ قدم جملہ اولیاء اللہ کی گردن پر ہے اور گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرے زمانہ مین تمام اولیاء کرام نے تیرے جلال کی وجہ سے اپنی گردنوں کو جھکا لیا ہے اس کے بعد وہ غائب ہو گئے۔ پھر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پر تو اس غوث کے کہنے کے موافق آثار قرب خداوندی ظاہر ہوئے اور خاص و عام نے آپ کی ولایت پر اتفاق کیا اور آپ نے حسب ارشاد فرمایا میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے اور اولیاء کرام نے آپ کے لیے اس کا اعتراف کیا اور ابن سقا کا قصہ یہ ہوا کہ وہ علوم شریعہ میں مشغول رہا یہاں تک کہ کمال حاصل کر لیا اور بہت سے اہل زمانہ پر فوقیت لے گیا اور تمام علوم میں نیز فن مناظرہ میں مشہور ہو گیا۔ زبان کے اعتبار سے بڑا فصیح شکل کے اعتبار سے حسین لہٰذا بادشاہ نے اسے اپنا مقرب بنا لیا پھر قاصد بنا کر ملک شام و روم کی طرف بھیجا۔ شاہ روم نے ابن سقا کو صاحب فنون اور فصیح پایا تو بہت حیران ہوا پھر عیسائی مذہب کے علماء و فقہا کو ابن سقا کے ساتھ مناظرہ کے لیے بلایا تو ابن سقا نے ان تمام کو مناظرہ میں لاجواب کر دیا اور عیسائی راہب ہار گئے۔ اس سے شاہ روم کے نزدیک ابن سقا کی عظمت بڑھ گئی اور یہی فتنہ کا سبب بنا۔ پھر رومی بادشاہ کی شہزادی پر ابن سقا کی نظر پڑ گئی اور وہ اس پر عاشق ہو گیا تو بادشاہ سے رشتے کی درخواست کی اس سے میرا نکاح کر دو۔ رومی بادشاہ نے کہا صرف ایک شرط ہے وہ یہ کہ تو عیسائی ہو جا۔ اس پر ابن سقا اسلام سے مرتد ہو کر عیسائی ہو گیا اور رومی بادشاہ نے اپنی لڑکی کا نکاح ابن سقا سے کر دیا۔ پھر تھوڑے ہی عرصے کے بعد ابن سقا بیمار ہو گیا اور ایسا بیمار ہوا کہ اسے کوئی پوچھتا نہیں تھا۔ لوگوں نے اسے بازار میں لا کر ڈال دیا وہ گزراوقات کے لیے دربدر بھیک مانگا کرتا تھا۔ اسے کوئی جواب بھی نہ دیا کرتا تھا اس کو حد درجہ کی پریشانی اور روسیاہی پیش آئی ایک دن اس کے دوستوں میں سے کسی کا اس جگہ سے گزر ہوا تو ابن سقا نے جواب دیا ایک

فتنہ ہے جو مجھ پر نازل ہوا ہے۔ اس دوست نے پوچھا کہ قرآن بھی یاد رہ گیا ہے یا نہیں؟ ابن سقا نے جواب دیا۔ ایک آیت یاد رہ گئی اور وہ ہے: رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ۔ یعنی جو کافر ہو گئے وہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔

اس دوست کا بیان ہے پھر ایک دن میں اس طرف گیا تو ابن سقا کو دیکھا کہ وہ اتنا سیاہ ہو چکا ہے جیسے جلا ہوا ہوتا ہے اور وہ نزع کی حالت میں تھا میں نے اس کی قبلہ کی طرف کروٹ بدلی تو پھر وہ مشرق کی طرف پھر گیا پھر قبلہ کی طرف کروٹ بدلی پھر وہ مشرق کو پھر گیا۔ حتیٰ کہ اسی حالت میں اس کی روح نکل گئی۔ ابن سقا اس وقت کے غوث کی بات یاد کرتا تھا اور جانتا تھا کہ وہ اسی وجہ سے مصیبت میں مبتلا ہوا ہے۔

عبداللہ بن عصرون کہتے ہیں میرا قصہ یوں ہوا کہ میں پڑھ کر فارغ ہوا اور میں دمشق آ گیا تو سلطان نور الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بلا کر اوقات کا محکمہ میرے سپرد کر دیا اور میں متولی اوقاف بن گیا تو دنیا مجھ پر ہر طرف سے برسی پھر۔ غوث وقت کی بات یاد آئی جو ہم سب کے متعلق سچی نکلی۔ (فتاویٰ حدیثیہ صفحہ 414 مطلب فی قول شیخ عبدالقادر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی نزہۃ الخاطر صفحہ 101 مطبوعہ لاہور)

اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملا کہ دین صرف علم کا نام نہیں بلکہ اصل چیز ادب ہے بے ادبی کے ساتھ نہ علم نہ عمل نہ فضل نہ بزرگی کوئی چیز فائدہ نہیں دیتی۔ الطریق کلہ ادب۔ دین سارا ہے ہی ادب۔ اگر ادب ہے تو سب کچھ ہے ادب نہیں کچھ بھی نہیں۔

وصال باکمال

حضرت سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا وصال مبارک گیارہ ربیع الآخر 561ھ

بروز سوموار ہوا۔ بعض سیرت نگاروں نے آپ کے وصال کی تاریخ 17 ربیع الآخر لکھی ہے جو کسی طور پر صحیح نہیں۔ یہ کہیں کتابت کی غلطی سے ۱۱ سے ۱۷ بن گیا اور ۱۷ ربیع الآخر کی تاریخ بھی تحریر میں آ گئی۔ حالانکہ صحیح تاریخ وصال گیارہ ربیع الآخر ہے اور اسی تاریخ کو اہل اسلام آپ کا عرس کرتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

حضرت شاہ خواجہ فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

جن دنوں سکھوں اور مرہٹوں نے دہلی کے گلی کوچوں اور بازاروں میں لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ اجمیری دروازہ کے مدرسہ میں ایک نوجوان علم وعرفان کی شمعیں روشن کیے ہوئے تھا۔ جب لوگ مدرسے کے اندر قدم رکھتے تو اپنے سب دکھ درد بھول جاتے۔ طمانیت ان کے خون میں گردش کرنے لگتی۔ اللہ عزوجل اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ان کو نئے حوصلے عطا کرتا۔ روحوں کو گرما دیتا۔ اس عالم باعمل کی شخصیت اس قدر پرکشش تھی اور انداز بیان اس قدر مسحور کن تھا کہ جو بھی آتا اسی کا ہو جاتا۔ اس برگزیدہ ہستی کا نام اسم گرامی شیخ المشائخ قطب العارفین سراج السالکین فخر الاولین والآخرین محب النبی حضرت خواجہ شاہ فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔

ولادت مبارک اور تعلیم

حضرت خواجہ فخر جہاں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت 1126 ہجری بمطابق 1717ء کو اورنگ آباد میں ہوئی۔ آپ کے والد گرامی کا نام حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی تھا۔ جو وقت کے بہت بڑے ولی تھے۔ انہوں نے آپ کا نام فخر الدین رکھا۔ اور واقعی آپ دین کے فخر تھے۔ لہٰذا باپ نے آپ کی تعلیم کا انتظام بڑے اعلیٰ پیمانے پر کیا۔ خود بھی بڑے ذی علم اور صاحب ولایت تھے۔ وقت کے مشہور و قابل علماء سے آپ کی تعلیم کی تکمیل کروائی۔ ظاہری علم کے ساتھ باپ نے آپ کے باطن

کی اصلاح پر بھی خصوصی توجہ دی۔ بچپن میں ہی آپ کو اپنا مرید کر لیا تھا۔ جب والد کے وصال کا وقت قریب آیا تو اپنے بیٹے کو بلا بھیجا۔ اس وقت آپ کی عمر 16 برس تھی۔ باپ نے بیٹے کو سینے سے چمٹا لیا اور اپنی تمام باطنی نعمتیں بیٹے کے سینے میں منتقل کر کے سینہ کو مدینہ بنا دیا۔ اسی حالت میں باپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر کے عالم بالا کے سفر پر روانہ ہو گئی۔ (تاریخ مشائخ چشت صفحہ 189)

محبّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

فخر المشائخ خواجہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ عالم خواب میں دیکھا کہ عطائے رسول، ہند الولی خواجہ خواجگان غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور چراغ چشتیاں حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کو محبّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نام سے مخاطب کر رہے ہیں۔ اسی دن سے آپ اس لقب سے مشہور ہو گئے۔ (بزرگ صفحہ ۳۲۷)

اخلاق:

حضرت شاہ فخر رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کا ممتاز پہلو آپ کا اخلاق حسن ہے۔ ہر چھوٹے بڑے سے انتہائی خندہ پیشانی سے ملتے تھے۔ کسی کو پریشان دیکھتے تو جب تک اس کی مدد نہ کر لیتے بے چین رہتے۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی صاحب لکھتے ہیں کہ ایک بار آپ حج کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔ جب بحری جہاز پر سوار ہونے لگے تو ایک بڑھیا آگے بڑھی اور عرض کیا، میں نے لڑکی کی شادی کرنی ہے اور حال یہ ہے کہ گھر میں فاقے ہوتے ہیں، یعنی غربت حد درجے کی ہے۔ کس طرح بچی کی شادی کروں۔ آپ نے فوراً اپنا سامان حج جہاز سے اتار لیا اور جو کچھ زاد راہ تھا بڑھیا کے حوالے کر دیا اور خود واپس چلے آئے۔ آپ کے اخلاق سے دشمن تک متاثر ہوتے تھے۔ چنانچہ حضرت شمس العارفین حضور پیر سیال لجپال خواجہ محمد شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ

علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ خواجہ فخر جہاں رحمۃ اللہ علیہ پالکی میں بیٹھ کر بازار سے گزر رہے تھے۔ ایک ہندو لڑکے نے انتہائی محبت کے ساتھ مٹھائی پیش کی اور عرض کی کہ حضور آپ اسے کھائیں گے تو میرا دل خوش ہوگا۔ آپ نے تھوڑی سی مٹھائی کھالی۔ بعض لوگوں نے بداعتقادی کی وجہ سے اعتراض کیا کہ آپ نے ماہ صیام کا روزہ بلاوجہ توڑ دیا ہے۔ آپ نے فرمایا جان بوجھ کر روزہ توڑنے کے تین کفارے ہوتے ہیں۔ کوئی ایک ادا کرنا ہوتا۔

1۔ غلام آزاد کرنا،

2۔ ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلانا،

3۔ ساٹھ مسلسل روزے رکھنا میں یہ تینوں کفارے ادا کروں گا۔ لوگوں نے کہا اتنی کون سی مجبوری تھی کہ آپ روزہ ہی توڑتے فرمایا۔ روزہ نہ توڑتا تو اس کا دل ٹوٹ جاتا۔ (مرآت العاشقین صفحہ ۱۳۵)

آپ کے اخلاق حسنہ دیکھ کر بہت سے بدمذہب تائب ہوئے اور حلقہ مریدین میں شامل ہوئے۔ بادشاہ فوج کے سردار، صاحب اقتدار، افراد، امراء، رؤساء، بیگمات مشاہیر زمانہ اور غریب نادار بے شمار لوگ آپ کے مرید بن گئے۔ بہادر شاہ ظفر نے کئی جگہ اپنے دیوان میں آپ کی منقبت بیان کی ہے لکھتے ہیں:

ظفر رکھتے نہیں مطلب جہان کے نکتہ دانوں سے
ہمیں فخر جہاں کا ایک نکتہ سو برابر ہے

ظفر دشوار ہے ہر چند اہل معرفت ہونا
مگر صدقہ سے فخر الدین ہو سکتا تو سب کچھ ہے

کہتا ہے ظفر جو کچھ آپ جوش محبت میں
اے فخر جہاں سب وہ تیری ہی عنایت ہے

جس کو حضرت نے کہا الفقر و فخری اے ظفر
فخر دین، فخر جہاں پر وہ فقیری ختم ہے

قارئین محترم! اندازہ فرمائیں بہادر شاہ ظفر آپ سے کتنی عقیدت رکھتا ہے، لکھتا ہے۔

جو ہاتھ آئے ظفر خاک پائے فخر الدین
تو میں رکھوں اسے آنکھوں کی توتیا کے لئے

تبلیغ اسلام کے نرالے انداز

حضرت شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک دفعہ فخر الاولیاء نے ایک طوائف کو کہلا بھیجا کہ میں رات کو تیرے پاس آؤں گا۔ اس نے خوب سجاوٹ کا انتظام کیا اور آپ کے انتظار میں تھی۔ جب آپ تشریف لائے اس نے اپنے فعل کا ارادہ کیا۔ آپ نے فرمایا پہلے وضو کر لے اس کے بعد فرمایا دو رکعت نماز نفل پڑھ لے۔ اور یہ چادر اوڑھ لے جب وہ کنجری مصلیٰ پر کھڑی ہو گئی تو آپ نے بارگاہ رب العزت میں دعا مانگی۔ یا اللہ عزوجل یہاں تک لانا میرا کام تھا ہدایت دینا تیرا کام ہے مولا میں نے اپنا کام پورا کر دیا تو بھی مہربانی فرما۔ طوائف توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی نیک بندی بن گئی۔ (انوار قمریہ جلد اول صفحہ 218)

ایک دفعہ خواجہ فخر الدین چند غلاموں کے ساتھ باہر تشریف لے گئے۔ چند ہندو برہمن حماموں پر بیٹھے تھے۔ ان میں سے ایک علیحدہ پریشان بیٹھا تھا۔ آپ نے ساتھیوں سے فرمایا تم ٹھہرو میں اس برہمن سے مل کر آتا ہوں۔ چنانچہ وہاں کھڑے کھڑے آپ کا لباس تبدیل ہو گیا اور شکل بھی بظاہر ہندو جیسی نظر آنے لگی، جنجو بھی پہنا ہوا ظاہر ہو گیا۔ اس اکیلے برہمن کے پاس جا کر فرمایا مجھے اشنان کا طریقہ سمجھا دیں وہ سمجھا کہ ہمارا اپنا ہی کوئی ہندو مجھ سے اشنان سمجھنے آیا ہے۔ اس نے طریقہ عرض کیا

وہاں سے اٹھتے وقت آپ نے پانچ روپے اس کو دیئے۔اس غریب کے پاس گاہک کم آتے تھے وہ بہت خوش ہوا۔دوسروں سے اس کی آمدن زیادہ ہوگئی اسی طرح آپ دوسرے دن بھی تشریف لے گئے۔ اور اٹھتے وقت دس روپے دیئے، تیسرے دن جب پندرہ روپے دے کر اٹھے تو ہندو سمجھ گیا کہ یہ کوئی حکمت ہے۔وہ آپ کے پیچھے چل پڑا جب آپ اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچے لباس و شکل خواجہ فخر جہاں والی ہوگئی۔ یہ دیکھ کر ہندو قدموں پر گر پڑا۔ اور عرض کرنے لگا حضور جو مجھے یاد تھا میں نے عرض کر دیا جو آپ چھپائے پھرتے ہیں مجھے بھی سکھا دیں۔

لیعنی کلمہ پڑھا کر اپنا غلام بنالیں کیونکہ

تیریاں تک کے اداواں میں مرید ہوگئی

چوروں کو دیکھا ولی کر دیا:

ایک مرتبہ کسی علاقے کا ابدال فوت ہو گیا۔ حضرت شاہ فخر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا گیا۔غریب نواز فلاں علاقے کا ابدال وصال فرما گیا ہے۔اس کی جگہ کسی ابدال کی ڈیوٹی لگائیں۔ چونکہ آپ وقت کے غوث تھے تو فوت شدہ ابدال کی جگہ دوسرے ابدال کی ڈیوٹی لگانا غوث کا ہی کام ہوتا ہے اور ابدال کو ابدال کہتے بھی اس لئے ہی کہ اس کے جنازہ سے پہلے اس کا بدل مقرر کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ آپ فوت شدہ ابدال کے جنازہ کے لیے تشریف لے چلے راستے میں ایک حمام تھا جس میں کوئی غسل کر رہا تھا۔آپ نے حمام کے باہر کھڑے ہو کر آواز دی اندر کون نہا رہا ہے۔نہانے والا ایک ہندو لڑکا تھا،اس نے عرض کیا میں فلاں ہوں آپ نے حکم دیا ادھر آؤ اس نے عرض کیا میرے پاس چادر نہیں ہے (لیعنی شلوار نہیں) آپ نے اسے اپنی چادر عطا کر کے اپنے ساتھ لے لیا۔وہ بھی چل پڑا۔جب جنازے کے پاس پہنچے تو آپ کی خدمت میں عرض کی گئی، غریب نواز اس ابدال کی جگہ کوئی مقرر فرمایا ہے۔

آپ نے اس ہندو پر ہاتھ رکھ کر فرمایا ایک لے تو آیا ہوں لوگوں نے عرض کیا حضور یہ مشرک ہے۔ آپ نے اس کے کندھے کو پکڑ کر دو تین مرتبہ ہلایا اور فرمایا اب تو ٹھیک ہو جا۔ اللہ عزوجل کی عطا کی ہوئی طاقت سے اسے کلمہ پڑھا کے ولی بنا کر ابدالوں میں شامل کر دیا۔ (انوار قمریہ جلد اوّل صفحہ ۲۱۹)

اس لئے بہادر شاہ ظفر نے عرض کی تھی۔

ظفر دشوار ہے ہر چند اہل معرفت ہونا
مگر صدقہ سے فخر الدین ہو سکتا تو سب کچھ ہے

کون کہتا ہے ولی مر گئے:

فخر العارفین سند الواصلین خواجہ فخر جہاں نے اپنا جنازہ بھی آپ پڑھایا۔ چنانچہ منقول ہے آپ کے ایک غلام بدیع الدین نے پوچھا کہ شہدا کے سر قلم ہو جاتے ہیں۔ اولیاء کے وصال کے بعد ان کے جسموں پر مٹی ڈال دی جاتی ہے پھر وہ زندہ کیسے ہوتے ہیں؟

مسئلہ سمجھ میں نہیں آتا، آپ نے فرمایا کہ جب میرا جنازہ تیار ہوگا۔ صفیں بن جائیں مگر مصلیٰ امامت خالی ہوگا، اس وقت ایک اونٹ سوار پہاڑ کی طرف سے آئے گا وہ میرا جنازہ پڑھائے گا۔ جب وہ واپس جانے لگے تو اس سے یہ مسئلہ دریافت کر لینا۔ وہ تمہیں عین الیقین کے درجہ پر پہنچا دے گا۔ چنانچہ جب ۲۷ جمادی الآخر ہجری 1199 بمطابق 1784ء میں 73 سال کی عمر میں آپ کا وصال پر ملال ہوا، غسل وکفن دیکر جنازہ کے لیے لائے صفیں بن گئیں تو حسب فرمان پہاڑ کی طرف سے ایک اونٹ سوار آگیا اپنے چہرے کو چھپائے ہوئے تھا۔ خاموشی سے امامت کرائی لوگ پہلے ہی انتظار میں تھے۔

سب نے اقتدار کی نماز جنازہ کی دعا سے فارغ ہو کر امام صاحب پہاڑ کی طرف

چل پڑے۔ بدیع الدین بھی پیچھے چل دیئے۔ تو عرض کی امام صاحب میں اپنے شیخ صاحب کے فرمان کے مطابق آپ سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں۔ میں نے خواجہ فخر جہاں رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا تھا انہوں نے آپ کا بتایا تھا۔ امام صاحب متوجہ ہوئے تو وہی سوال کیا کہ شہداء اور اولیاء انتقال کے بعد زندہ ہوتے ہیں یا نہیں۔ امام صاحب نے چہرے سے پردہ اٹھایا تو بدیع الدین کے پاؤں سے زمین نکل گئی کیونکہ وہ خواجہ فخر جہاں ہی تو تھے۔ جن کا جنازہ پڑھا گیا تھا۔ بدیع الدین قدموں میں گر پڑے۔ وہاں پر بے تکلفانہ باتیں بھی کرتے رہے اس لئے تو عارف کھڑی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

ولی اللہ دے مردے ناہیں اوہ تے کردے پردہ پوشی
کی ہویا جے دنیا اتوں ٹر گئے لال خاموشی

اللہ عزوجل اولیائے کاملین کی محبت والفت نصیب فرمائے انہی کے مسلک پر زندگی کا خاتمہ ہو جائے۔ (آمین ثم آمین)

☆☆☆☆☆☆

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ

قدوۃ السالکین:

زبدۃ العارفین، عمدۃ الواصلین، امیر السالکین، سند الواصلین، فخر العارفین، فخر الاولیاء، شیخ الاتقیاء، امام الاصفیاء، آفتاب ملک ولایت، خورشید برج ہدایت، وارث ملک نبوت، شہنشاہ اقلیم غوثیت قطب، مدار عالم منبع انوار الصمد مظہر اسرار احد حضور قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ فخر رحمۃ اللہ علیہ کے محبوب ترین خلفاء میں سے تھے۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی جو عنایت بے غایت اور الطاف بے قیاس ان پر تھا۔ اپنے خلفاء میں سے کسی پر نہ تھا۔ پنجاب میں سلسلہ چشتیہ نظامیہ کی تبلیغ و ترویج حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہی کی پر خلوص کوششوں کا نتیجہ ہے۔ حضرت شیخ الاسلام بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے بعد پنجاب میں چشتیہ سلسلہ کے کسی بزرگ نے ترویج سلسلہ میں اس قدر کوشش نہیں کی۔ جتنی اٹھارویں صدی میں خواجہ محمد نور مہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے کی تھی۔ تونسہ شریف سیال شریف احمد پور شریف چاچڑاں شریف گولڑہ شریف جلال پور شریف وغیرہ مقامات کی خانقاہ کے چراغ ان ہی کے ذریعے روشن ہوئے۔

روحانی ارشادات و بشارتیں:

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اوچ شریف کے نامور مشائخ میں ہوتا ہے۔ ان کے خلفاء میں سے ایک معروف خلیفہ حضرت شیخ عبداللہ

جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ شیخ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں حضرت شیخ فتح محمد نیکو کارہ صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ حضور قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ عاقل بی بی رحمۃ اللہ علیہا بھی اوائل عمر میں تھیں کہ حضرت شیخ فتح محمد نیکو کارہ نے انہیں دیکھ کر فرمایا اللہ رب العزت عزوجل نے مجھے بتایا ہے کہ عاقل بی بی رحمۃ اللہ علیہا کے شکم مبارک سے غوث زمانہ پیدا ہوگا۔ جس کے فیض سے سارا جہان سیراب ہوگا۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ ان کی زیارت کے لیے جاتیں تو وہ فوراً کھڑے ہو جاتے ایک دن آپ کی والدہ صاحب نے پوچھا حضرت آپ مجھے دیکھ کر کھڑے کیوں ہو جاتے ہیں۔ اور میری اتنی تعظیم کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا میں تمہاری تعظیم نہیں کرتا۔ اصل بات یہ ہے کہ تمہاری پیشانی میں غوث زماں کا نور خورشید چمکتا ہے میں اس کی تعظیم کے لیے کھڑا ہو جایا کرتا ہوں۔

مادر زاد ولی:

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت سے قبل آپ کی دادی صاحبہ نے خواب میں دیکھا کہ ایسا چراغ ان کے گھر میں روشن ہو گیا ہے۔ جس کی روشنی آسمان سے زمین تک جلوہ فگن ہے تمام روئے زمین کا احاطہ کیے ہوئے ہیں اور تمام گھر میں چاروں طرف ایک خاص قسم کی خوشبو پھیل گئی ہے۔ جب بیدار ہوئیں تو حضرت شیخ دودی والا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنا خواب سنایا حضرت شیخ نے فرمایا آپ کے گھر میں ایک ایسا چراغ ہوگا جس کے نور سے تمام جہان منور ہوگا (حضور قبلہ عالم صفحہ 105)

ولادت باسعادت:

حضور قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ ۱۴ رمضان المبارک ۱۱۴۲ھ 12 اپریل 1730 سوموار کی شب اس دنیا میں تشریف لائے۔ آپ قوم کے کھرل

تھے۔آپ کے والد کا نام ہندال تھا۔اس قوم میں پہلے بھی بڑے بڑے عاشقان باوقار ہوئے۔(تاریخ مشائخ چشت صفحہ 253)

تعلیم:

جب آپ کی عمر شریف پانچ سال ہوئی تو آپ نے تعلیم کا آغاز فرمایا۔پہلے قرآن حکیم حفظ کیا۔پھر مہار سندا بہار میں رہ کر ہی عقلی اور نقلی علم سیکھتے رہے۔بعدازاں ڈیرہ غازی خان میں جاکر درسی کتابیں پڑھی۔پاکپتن شریف کے نواح میں ایک شخص شیخ احمد کھوکھر سے بھی کچھ تعلیم پائی پھر حضرت خواجہ محکم دین رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ لاہور آکر تحصیل علم میں مصروف رہے وہاں سے دہلی میں فخر المشائخ خواجہ محمد فخر الدین دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دینی تشنگی بجھاتے رہے ایک دن فخر الاولیاء خواجہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی باطنی صلاحیتوں کو دیکھ کر فرمایا جو پڑھ لیا ہے تمہارے لئے کافی ہے۔اب اس علم کی طرف متوجہ ہو جس کے لیے تمہیں بھیجا گیا ہے۔(تذکرہ اولیائے پاکستان صفحہ 308)

بیعت وخلافت:

چنانچہ ۱۱۶۵ ہجری میں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر سلسلہ چشتیہ میں بیعت کی اور وہ نعمت جو سینہ بسینہ حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم سے لے کر ایک دوسرے کو حضرات چشت میں پہنچتی رہی تھی۔آپ کو بھی حاصل ہوئی۔(تحفۃ الابرار صفحہ 288)

بیعت ہونے کے کچھ عرصہ بعد حضرت خواجہ فخر رحمۃ اللہ علیہ نے پاکپتن شریف میں حاضری دینے کا ارادہ کیا اس سفر میں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ہمراہ تھے۔پاکپتن شریف حاضری کے بعد حضرت شاہ فخر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نور محمد مہار شریف جاکر اپنی والدہ کی قدم بوسی کرو۔اپنے شیخ کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے

اپنے وطن پہنچے تو پہلے ہی آپ کی آمد کا شہرہ ہو چکا تھا کہ دہلی سے ایک مرد قلندر آرہا ہے۔ آپ کی والدہ کو بھی اطلاع دی گئی سعادت مند بیٹے نے دوڑ کر ماں کے قدم چوم لئے آٹھ دن اپنے وطن میں قیام کرنے کے بعد پاکپتن شریف اپنے شیخ کامل کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت بابا گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا عرس ختم ہونے کے بعد شاہ فخر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں ابھی یہاں دو مہینے اور رہوں گا۔ تم پھر اپنی والدہ سے مل آؤ آپ پھر حسب حکم مہار سدا بہار آگئے۔ دو ماہ بعد آپ پھر مہار شریف سے پاکپتن شریف واپس ہوئے اور اپنے شیخ کے ساتھ دہلی تشریف لے گئے سفر سے واپسی کے بعد ایک دن حضرت فخر المشائخ خواجہ فخر الدین دہلوی نے فرمایا۔ اے نور محمد آپ کے کندھوں پر مخلوق خدا کا بوجھ پڑنے والا ہے یہ سن کر حضور قبلہ عالم نے بڑی عاجزی اور انکساری سے عرض کی حضور میں ایک پنجابی کسی کے کیا کام آسکوں گا۔ فخر الاولیاء خاموش رہے اور کچھ دنوں کے بعد خواجہ نور محمد مہاروی کو خرقۂ خلافت عطا فرما کر حکم دیا کہ وہ اپنے وطن مہار سدا بہار میں رہ کر رشد و ہدایت کا چراغ روشن کریں۔ آپ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے روانہ ہوئے مہار شریف میں تشریف لانے کے بعد حضور قبلہ عالم نے ارشاد و ہدایت کی وہ شمع روشن کی کہ تمام خطۂ ہند اس کی روشنی سے جگمگا اٹھا اور دور دور سے طالبان حق آپ کے گرد جمع ہونے لگے۔

(تذکرہ اولیائے پاکستان صفحہ 310)

کرامات:

آپ بڑے صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ پر اللہ عزوجل کی بے شمار عنایات تھی۔ زبان مبارک سے جو نکلا وہ پورا ہو جاتا آپ کی بے شمار کرامتوں میں سے حصول برکت کے لیے صرف دو کرامات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ پروفیسر افتخار احمد چشتی صابری سلیمانی صاحب نے اپنی تصنیف حضور قبلہ عالم کے صفحہ 230 پر نقل کیا ہے۔

فرماتے ہیں ایک عورت آپ کی بھینسوں کو چرایا کرتی تھی۔ ایک دن حضور قبلہ عالم کی خدمت میں عرض کرنے لگی حضور مجھے محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء کی زیارت کروائیے۔ آپ نے فرمایا وقت پر موقوف ہے۔ ذرا صبر کر چند روز کے بعد وہ پھر عرض کرنے لگی۔ پھر وہی جواب ملا۔ اسی طرح اس عورت نے چند بار سوال کیا اور یہی جواب پایا آخر بد اعتقاد ہو کر پاک پتن شریف کو روانہ ہوگئی۔ راستے میں ایک شخص میاں محمد اعظم رہتا تھا جو قوم کا جٹ تھا اور صرف ایک سال خواجہ نور محمد کو وضو کرایا تھا اور حضرت قبلہ عالم کا با اعتقاد مرید تھا۔ اس عورت کی راستے میں میاں اعظم سے ملاقات ہوگئی۔ میاں صاحب پوچھنے لگے، کہاں جا رہی ہو کہنے لگی فلاں درویش کے پاس اور بات یہ ہے کہ میں بڑی مدت سے فخر الاولین والآخرین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی زیارت کے لیے۔ خواجہ نور محمد مہاروی کی خدمت کرتی رہی اور ان کی بھینسیں چراتی رہی ہوں میاں اعظم نے کہا کہ اتنا بڑا دروازہ چھوڑ کر جا رہی ہو یہ کام تو قبلہ عالم کے غلام کرا لیتے ہیں۔ اور فرمایا کہ اس لکڑی (گادھی) پر بیٹھ جا جہاں بیٹھ کر میں بیلوں کو ہانکتا ہوں میرے بیلوں کو ہانک اور چہرے پر کپڑا ڈال دے۔ اس عورت نے ایسا ہی کیا اور ہوا یہ کہ وہ صاحب التاج والمعراج کی محفل نور بار میں داخل ہوگئی۔ نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوگئی۔

یہ حال ہے خدمت گاروں کا سرکار کا عالم کیا ہوگا

یہ شخص محمد اعظم صرف ایک سال قبلۂ عالم کا لوٹا بھرتا رہا اور آپ کو وضو کراتا رہا بعد ازاں قبلۂ عالم کی اجازت سے ایک کنوئیں پر رہتا تھا۔ کھیتی باڑی کرتا تھا۔ رب کعبہ نے اسے قبلۂ عالم کی ایک سال خدمت کرنے کے بدلے میں اس مقام پر پہنچا دیا تھا کہ لوگوں کو خطیب الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کی زیارت کراتا تھا۔ پھر ان کا کیا مقام ہوگا۔ جو سالہا سال خدمت میں رہتے ریاضت و مجاہدہ کرتے رہے اور آپ کی محبت

میں رہ کر مرتبہ خلافت پر فائز ہوئے۔

جب ان کے گدا بھر دیتے ہیں شاہان زمانہ کی جھولیاں
محتاج کا جب یہ عالم ہے مختار ﷺ کا عالم کیا ہوگا

میں ہی تمہارا جنازہ پڑھاؤں گا

میاں نور بخش مہاروی سے منقول ہے کہ کوٹ مٹھن کے قریب ایک قاضی صاحب نے حضرت قبلۂ عالم سے عرض کیا کہ حضرت آپ سے ایک وعدہ چاہتا ہوں کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو میرا جنازہ آپ پڑھائیں۔ فرمایا انشاء اللہ عزوجل میں ہی تمہارا جنازہ پڑھاؤں گا۔ قاضی صاحب مذکور ابھی حیات تھے کہ حضرت قبلۂ عالم کا وصال ہو گیا۔ قاضی صاحب کو فکر لاحق ہوئی کہ اب حضرت قبلہ عالم میری نماز جنازہ کی امامت کیسے فرمائیں گے۔ الغرض! کچھ عرصہ بعد قاضی صاحب فوت ہو گئے جب ان کا جنازہ تیار کر کے صحرا کی طرف لے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک گھڑ سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا آرہا ہے اور چار پانچ آدمی پا پیادہ اس کے ساتھ دوڑتے آرہے ہیں۔ جب قریب آئے تو ہر شخص نے پہچان لیا کہ حضرت قبلۂ عالم ہیں سب نے قدم بوسی کی اور اس وقت سب کے دل سے یہ بات محو ہو گئی کہ حضرت قبلہ عالم فوت ہو گئے ہیں۔ آپ نے قاضی صاحب کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور نظروں سے غائب ہو گئے۔ اس وقت لوگوں کو احساس ہوا کہ حضرت قبلہ عالم تو وفات فرما چکے ہیں۔ یہاں صرف ایفائے عہد کے لیے تشریف لائے تھے۔ (تذکرہ اولیائے پاکستان جلد اوّل صفحہ 315)

قبلہ عالم کے خلفاء:

اس آفتاب جہاں تاب سے ہزاروں ذرے آفتاب کے مانند روشن ہوئے آپ کے خلفاء سے ایسا فیض جاری ہوا کہ کسی اور سے کم ہی جاری ہوگا۔ مہار شریف سے لے کر کوٹ مٹھن ملتان، سینگھڑ، حاجی پور، کلاچی اور خراسان تک بلکہ اطراف عالم میں

آپ کے خلفاء مجاز دور ونزدیک پھیل گئے۔ حضور قبلہ عالم کے بے شمار مرید تھے اور بہت سے خلفاء بھی تھے۔ محترم المقام پروفیسر افتخار احمد چشتی صابری سلیمانی صاحب نے آپ کے 45 خلفاء کا ذکر کیا ہے جن میں قطب زمان خواجہ خواجگان حضرت شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے روحانی دنیا میں اپنا لوہا منوایا ہے۔

انتقال پر ملال:

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پیرومرشد شاہ فخر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا بے حد صدمہ ہوا آخر کار کل نفس ذائقة الموت کی گھڑی بھی آ پہنچی اور دوست دوست کے پاس پہنچ گئے۔

3 ذی الحجہ 1205 ہجری بمطابق 3 اگست 1791 بروز جمعرات سورج کے طلوع ہونے سے ایک گھنٹہ قبل آفتاب ولایت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھپ گیا بوقت وصال آپ کی عمر 63 سال تھی۔

آپ کی نماز جنازہ حافظ محمد جمال ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ و قائم مقام حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوری نے پڑھائی۔

آیئے مہار شریف سے تونسہ مقدسہ چلیں تا کہ آپ کے خلیفہ راشد حضرت پیر پٹھان کی جلوہ سامانیاں ملاحظہ کریں جس سے ایک جہاں روشن ہے اور جنہوں نے آپ کے مشن کو دور دور تک پھیلانے میں بڑا اہم کردار ادا فرمایا ہے۔

شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

پنجاب میں سند الاولیاء حضرت خواجہ شاہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ کا فیض اور سلسلہ چشتیہ نظامیہ کا نام قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے پہنچا۔ اور سرتاج الاولیاء شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے اس کی تکمیل ہوئی حضرت تونسوی بڑے پائے کے بزرگ تھے۔ پنجاب اور افغانستان کے ہزاروں گمراہان بادیہ ضلالت نے ان کے ارشاد و تلقین سے نہ صرف ہدایت پائی بلکہ ہادی بن گئے۔ ان کے خلفاء ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئے اور رشد و ہدایت کے وہ چراغ روشن کیے کہ تصوف میں از سر نو روح ڈال دی۔

پیدائش:

شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت 1770ء میں بمقام تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان ہوئی۔ والد کا اسم گرامی ذکریا بن عبدالوہاب بن عمر خان تھا اور والدہ کا نام زلیخا تھا۔ آپ کے والدین متقی اور پرہیز گار تھے۔

(تاریخ مشائخ چشت)

تعلیم:

شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد کا انتقال ان کی شیر خوارگی کے زمانہ میں ہوگیا تھا۔ اس لئے آپ کی والدہ محترمہ نے بچے کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا۔ ان کو اپنے بچے کے روشن مستقبل کا یقین ایک خواب سے ہوگیا تھا۔ ولادت سے پہلے

انہوں نے خواب میں دیکھا تھا کہ آفتاب آسمان سے اتر کران کی گود میں آ گیا ہے اور تمام گھر منور ہو گیا اور سینکڑوں آدمی مبارک باد دے رہے ہیں۔

جب آپ کی عمر شریف چار سال کی ہوئی تو ان کی والدہ نے ان کو حفظ قرآن مجید کے لیے ایک ہم قوم حافظ ملا یوسف جعفر خانی کے سپرد کیا۔ پندرہ پارہ سے حفظ کرنے کے بعد شاہ صاحب نے مندرجہ ذیل اساتذہ سے تمام ظاہری و باطنی علوم کی تکمیل کی۔ حضرت حافظ حاجی صاحب، میاں حسن علی صاحب، حضرت علامہ میاں ولی محمد صاحب، حضرت مولانا قاضی محمد عاقل چشتی صاحب، ان بزرگوں کی صحبت نے آپ کو ثریا کی بلندیوں تک پہنچا دیا۔ (تذکرہ اولیائے پاکستان)

بیعت:

امام الاولیاء خواجہ فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک شہباز کو مقید کرنے کی بشارت دی تھی۔ اور فرمایا تھا، اس سے سلسلہ چشتیہ نظامیہ کی تبلیغ و اشاعت میں چار چاند لگ جائیں گے۔ چنانچہ قبلہ عالم مہاروی رحمۃ اللہ علیہ ہر سال اوچ اور کوٹ مٹھن اس باز کی تلاش میں آتے تھے۔ آخری بار اُوچ شریف آئے۔ تو ایک عزیز محمد حسین سے فرمانے لگے: اے محمد حسین! آپ کو معلوم ہے کہ ہم ہر سال اس ملک میں کیوں آتے ہیں۔ عرض کیا، آپ خود ارشاد فرمائیں۔ اس پر قبلہ عالم مہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں ایک باز کے شکار کے لیے آتا ہوں اور مجھے میرے شیخ کا حکم ہے۔ جب خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ قبلہ عالم مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے تو ان کا عالم ہی بدل گیا۔ فوراً مرید ہونے کی درخواست کی خواجہ خواجگان قبلہ عالم مہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں حضرت سید جلال رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے سرہانے جا کر مرید کیا یہ شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی نوعمری کا زمانہ تھا لیکن وہ اپنے شیخ سے عقیدت اور ان کے احکام کی بجا

آوری میں کہنہ سال مریدوں سے بازی لے گئے۔ (تاریخ مشائخ چشت)

شیخ سے محبت

حضرت تونسوی غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پیرو مرشد سے جنون کی حد تک عشق تھا۔ ان سے جب جدا ہوتے پریشان اور بے چین رہتے۔ فرقت میں ذوق وشوق کا یہ عالم ہو جاتا تھا کہ اکثر پیدل ہی مہار شریف کو روانہ ہو جاتے اور راستے کی تمام صعوبتیں نہایت خوشی سے برداشت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ میاں غلام حیدر اور میاں عیسیٰ جعفر کو ساتھ لے کر مہار شریف کو روانہ ہو گئے۔ راستہ میں پاؤں سے خون جاری ہو گیا اور پاؤں کے دسوں ناخن انگلیوں سے جدا ہو گئے۔ (تذکرہ اولیائے پاکستان)

آفتاب تونسہ کی کرنیں ملک کے گوشہ گوشتہ پر پڑیں ہزار سنگ ریزے لعل وناب بن کر چمکے علم وعرفان کے چشمے جاری ہوئے۔ مناقب حافظیہ میں لکھا ہے کہ کم وبیش آپ کے خلفاء کی تعداد 70 ہے۔

زندہ رہنا ہوگا

ان خلفاء میں سے ایک بزرگ حضرت شاہ حافظ محمد باراں رحمۃ اللہ علیہ ہوئے ہیں۔ آپ قوت عظیم اور تصرف قوی کے مالک تھے۔ ایک دفعہ حضرت سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ سفر پر گئے تو فرمایا کہ ہم خانقاہ کے تمام لوگوں کو حافظ باراں رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی عدم موجودگی میں ایک درویش بیمار ہو گیا اور چند دن بعد فوت ہو گیا۔ لوگ حضرت باراں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تجہیز وتکفین کی اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا۔ حضرت سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو ہمارے سپرد کیا تھا۔ ان کے واپس آنے تک کوئی شخص نہیں مر سکتا۔ اور نہ ہی اسے دفنایا جا سکتا ہے۔ اسے آپ کی واپسی تک زندہ رہنا ہوگا۔ آپ کی واپسی پر خواہ سارے مر جانا ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

لوگوں نے پھر آ کر اصرار کیا۔ آپ نے پھر وہی جواب دیا۔ لوگ بڑے حیران تھے۔ مضطرب بھی تھے، کیونکہ سجادہ نشین کی اجازت کے بغیر کسی کو دفنانا خلاف روایت تھا کچھ عرصہ کے بعد دربار کے چیدہ چیدہ علماء وزعماء نے حاضر خدمت ہو کے عرض کی کہ وہ بیچارہ کافی دیر سے فوت پڑا ہے۔ آپ اسے دفنانے کی اجازت نہیں دیتے۔ آپ نے غصے کے عالم میں گرج کر کہا ہم حضرت کی غیر موجودگی میں نہ کسی کو مرنے کی اجازت دیتے ہیں نہ دفنانے کی۔ یہ کہہ کر اٹھے مردے کے قریب آ گئے۔ مردے کا ہاتھ پکڑا اور اٹھایا فرمایا مرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جب تک شاہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ واپس نہیں آ جاتے تمہیں زندہ رہنا ہوگا۔ کیونکہ آپ کی واپسی تک خانقاہ کے سارے حضرات میری پناہ میں ہیں۔ جاؤ اپنا کاروبار کرو۔ وہ مردہ زندہ ہو کر ہوش میں آ گیا اور زندگی کے معمولات میں حصہ لینے لگا۔ پھر عرصہ بعد حضرت سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ واپس تشریف لائے۔ لوگوں نے سارا واقعہ سنایا۔ آپ نے تبسم فرمایا۔ اس شخص کو طلب فرمایا۔ آپ نے اس کی پشت پر ہاتھ پھیرتے ہوئے تسلی دی اور اجازت دی جاؤ اللہ عزوجل تمہاری عاقبت درست کرے گا۔ رات وہ اپنے بستر پر مردہ پایا گیا۔ (قصر عارفان صفحہ 264)

مصلیٰ اٹھا کر فرمایا:

حضور شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پیر پٹھان کی خدمت میں ایک شخص پارس (ایک پتھر جس کی نسبت مشہور ہے کہ دھات کو چھو کر سونا بنا دیتا ہے) لایا جس چیز کو لگائی جاوے وہ بھی سونا ہو جاوے۔ آپ نے ایک درویش کو دے کر فرمایا دریا میں پھینک آ۔ درویش بھی تابعدار و فرمانبردار تھا اسے لے جا کر دریا میں پھینک دیا۔

پارس دینے والا بھی درویش کے پیچھے پیچھے چلا گیا تھا تا کہ دیکھوں پھینکتا ہے یا

نہیں۔ جب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ اس نے تو دریا میں پھینک ہی دیا۔ تو بہت متاسف ہوا کہ میں نے اپنا بہترین سے بہترین مال پیش کیا تھا۔ وہ بھی آپ نے قبول نہ فرمایا اور میرے ہاتھ سے بھی چلا گیا۔ نہایت افسوسناک حالت میں دوبارہ حاضر ہوا تو آپ نے اسے مخاطب ہو کر فرمایا تو نے اس پارس کے ڈھیلے سے افسوس کیا ہے۔ اپنا مصلیٰ اٹھا کر فرمایا۔ یہاں سے جتنے پارس چاہتا ہے لے جا، مصلیٰ کے نیچے پارس کے کافی ڈھیلے موجود تھے۔ وہ غلام سمجھ گیا ان لوگوں کو دنیا کی محبت نہیں ہے۔ نہ ہی دنیا سے تعلق چاہتے ہیں۔ جب چاہیں جس قدر چاہیں حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ فقر اختیاری ہوتا ہے۔ حاصل ہو جاوے دنیا پیچھے پیچھے رہتی ہے۔ (انوار قمریہ جلد سوم صفحہ 142)

قارئین! یہ حال ہے خدمت گاروں کا سرکار کا علم کیا ہوگا۔

وصال:

ماہِ صفر 1850ء کا چاند دیکھ کر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہمارے سفر کا مہینہ ہے۔ خدا خیر کرے۔ کچھ دن بعد زکام کی شکایت ہوئی اور 7 صفر کو جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ جب آپ کا وصال ہوا نہ ریڈیو تھا نہ اخبارات اور نہ ہی کوئی اعلان کرنے والا۔ مگر سو سو میل سے لوگ جنازے میں آئے اور جس سے پوچھا تمہیں کس نے بتایا اسی نے یہی کہا کہ سوتے ہوئے کوئی کہہ رہا تھا۔ اگر نجات چاہتے ہو تو تونسہ شریف جاؤ۔ بہرحال آپ کے جنازہ میں خلقت کا ہجوم تھا۔ نواب بہاولپور نے آج سے 156 سال پہلے 7 ہزار روپے سے سنگ مرمر کا عالی شان روضہ تعمیر کروایا جو مرجع خلائق ہے۔

☆☆☆☆☆

شمس الہدیٰ

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی پیر سیال لجپال رحمۃ اللہ علیہ خواجہ تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے محبوب ترین خلفاء میں سے تھے۔ انہوں نے سلسلہ چشتیہ کی نشر و اشاعت میں جو مسلسل اور پر خلوص جدوجہد کی اسی کے نتیجہ کے طور پر گولڑہ شریف، جلال پور شریف، چاچڑ شریف اور معظم آباد شریف کی خانقاہیں وجود میں آئیں۔

نسبی تعلق:

آپ نسباً کھوکھر تھے آپ کے خاندان کے مورث اعلیٰ شیر کرم علیہ الرحمۃ ہیں۔ جو آپ سے پانچ پشت پہلے ہوئے ہیں شیر کرم علی رحمۃ اللہ علیہ ریاضت و عبادت میں باکمال بزرگ تھے۔ ان کا مقبرہ سیال شریف کے قریب مغربی جانب زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ آپ کے والد گرامی کا اسم پاک میاں محمد یار تھا والدہ کا نام جنت بی بی تھا جو قرآن کریم کی حافظہ تھیں اور بچیوں کو قرآن کریم کی تعلیم دیا کرتی تھیں۔ شمس العارفین خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ پچاس واسطوں سے علمدار کربلا جگر گوشہ علی المرتضیٰ حضرت غازی عباس رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

(تاریخ مشائخ چشت)

ولادت:

شمس الانوار خواجہ خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ ہجری 1214 بمطابق 1799ء میں موضع سیال شریف ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ والدین نے

آپ کا نام شمس الدین رکھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب پنجاب میں سکھوں کی حکومت تھی ان کا رویہ بہت ظالمانہ تھا مسلمانوں پر ان کا ظلم و ستم روز بروز بڑھتا جا رہا تھا۔ خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد میاں محمد یار رحمۃ اللہ علیہ اپنی حق گوئی اور حریت پسندی کے باعث سکھوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے اور ہوشربا مصائب برداشت کیے۔ (تذکرہ اولیائے پاکستان)

حسن و جمال:

حضرت تاجدار گولڑہ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ مرشد کی تلاش میں تھے۔ انہوں نے اپنے طور پر طے کیا کہ میں اس شیخ کے ہاتھ پر بیعت کروں گا جو چار اوصاف سے متصف ہوگا۔

(1) جید عالم ہو، (2) سید ہو، (3) قادری ہو، (4) خوبصورت ہو۔

تلاش کرتے کرتے جب درگاہ معلیٰ سیال شریف حضور پیر سیال لجپال خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اقدس میں حاضر ہوئے تو مبہوت ہو کر رہ گئے کیونکہ حضرت سیالوی انتہائی خوبصورت اور حسین و جمیل تھے۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ واقعہ سنا کر بڑی کیفیت سے ارشاد فرمایا کہ حضور پیر سیال کے خانوادہ کی آنکھ تو آج بھی ساری دنیا سے نرالی ہے اسی لیے تو حضرت تاجدار گولڑہ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کو رب ذوالجلال نے ظاہری حسن و جمال سے کچھ اس طرح نوازا کہ جس کسی نے آپ کو ایک بار دیکھا اسے بار بار دیکھنے کی ہمیشہ حسرت رہی 1307 ہجری میں حج بیت اللہ کے موقع پر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ خود بخود میری طرف متوجہ ہوئے اور باطنی نعمت دینا چاہی لیکن میرے (پیر مہر علی شاہ) دل میں خیال گزرا کہ جو رخ انور ہم نے (سیال شریف میں) دیکھا ہے جہاں میں اور کہیں نظر نہیں آتا۔ (مہر منیر، مطبوعہ، لاہور، صفحہ 101)

خلیفہ پیر سیال حضرت قاضی احمد الدین چکوالی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1929ء ایک روز بوقت اشراق مسجد کے صحن میں اوراد و وظائف میں مشغول تھے کہ کسی نے شمس الھدیٰ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے حسن و جمال اور کمالات کے متعلق دریافت کیا تو حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ میرے شمس اس آسمانی شمس (سورج) سے زیادہ نورانی اور منور ہیں اور دیر تک آپ پر کیف و مستی کی حالت طاری رہی۔ (فوز المقال، مطبوعہ لاہو، جلد اوّل، صفحہ 574)

تمہارے حسن کا کونین میں جواب نہیں
غروب ہوتا کہیں بھی یہ آفتاب نہیں

حصول علم:

آپ کے والد نے قرآن مجید پڑھنے کے لیے انہیں قریبی مدرسے میں داخل کرایا تو آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن مجید پڑھ لیا۔ بعد ازاں اپنے ماموں احمد دین ساکن پنڈی گھیپ حضرت علامہ مولانا علی محمد رحمۃ اللہ علیہ مکھڈی اور کابل کے معتبر عالم دین حافظ دراز صاحب سے علم حاصل کیا۔ جب افغانستان سے سند مل گئی تو واپس سیدھے اپنے استاد مولانا علی محمد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آ گئے یہ استاد محترم آپ پر اتنی شفقت فرماتے تھے کہ کھانے کے وقت دستر خوان پر اپنے ساتھ کھانا کھلاتے اور علمی مسائل پر گفتگو فرماتے ان علمی صحبتوں سے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اندر چھپی ہوئی صلاحیتیں بیدار ہو گئیں۔ مولانا علی محمد صاحب کے ہاں اولاد نہ تھی پیر سیال کو وہ اپنے بیٹے کی طرح رکھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنا سارا مال و متاع خواجہ سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام کر دیا اور مدرسہ میں انہیں اپنا قائم مقام بنا دیا۔

خازن گنجینہ علم و عمل
عامل قرآن و سنت آپ ہیں

یاد بچپن میں کیا قرآن تمام
حفظ قرآن کی نہایت آپ ہیں

غلامی پیر پٹھان:

حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تونسہ مقدسہ کا سفر اختیار کیا اور اپنے اس تلمیذ ارشد کو ہمراہ لیا جب کشتی دائرہ دین پناہ کے مضافات میں پہنچی آپ اترے اور ملاحوں کو اجازت عطا فرمائی اور قبلہ عالم شہنشاہ اقلیم ولائت حضرت شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے در اقدس پر پہنچے۔ حضور نے اٹھ کر گلے سے لگایا اور بڑی عزت و تکریم کی رہائش کے لیے انہیں الگ حجرہ مرحمت فرمایا لیکن شمس الاقطاب حضرت پیر پٹھان کو دیکھتے ہی ہزار جان اور ہزار دل سے فریفتہ ہو گئے اور ان کے قدموں میں ایسی کشش محسوس کی کہ پھر وہاں سے سر نہ اٹھایا۔ خواجہ صاحب نے دونوں کو مرید کر لیا کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد شاگرد اور استاد دونوں مکھڈ واپس آ گئے۔

عارف دوران سلیمان تونسوی
عارف دوراں سے بیعت آپ ہیں
آپ کو مرشد نے کامل کر دیا
کاملوں کی اکملیت آپ ہیں

خدمت مرشد:

شمس معرفت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد کی خدمت اور غلامی کو سعادت و برکت سمجھتے چودہ (14) مرتبہ شاہ تونسوی کی معیت میں تونسہ مقدسہ سے مہار سدا بہار کا سفر کیا اس شان سے کہ ایک تیز گھوڑی پر پیر پٹھان سوار ہوتے اور یہ پیکر صدق و وفا اپنے مرشد کا قرآن کریم مع رحل اور دیگر وظائف کی کتابیں سر پر

رکھے پانی کا بھرا ہوا کوزہ دائیں ہاتھ میں حضور کا عصا اور مصلیٰ بغل میں لئے بادۂ محبت میں سرشار ہو کر حضرت کی گھوڑی کے آگے آگے دوڑتے دیکھنے والا ایک نظر سے پہچان جاتا کہ یہ کس منزل کا مسافر ہے اور اس کی مخمور آنکھیں کس کے درد محبت کی غمازی کرتی ہیں تونسہ مقدسہ سے مہار شریف ایک سو پچاس میل کی مسافت ہے۔ اس زمانے میں تقریباً سارا علاقہ جنگل بیابان یا چٹیل میدان ریگستان تھا پانی نایاب آباد یاں خال خال سڑکوں کا تو نام ونشان تک نہ تھا۔ نوجوان سیالوی بڑے ذوق وشوق سے وجد کناں اپنی شیخ کی گھوڑی کے آگے آگے دوڑتے جارہے تھے۔ آپ کے پاؤں میں جوتے نہیں تھے۔ ریشم سے نرم و نازک پاؤں کے تلوؤں میں کانٹے چبھتے آبلے بہتے رہے اور دھوپ قیامت خیز تھی۔ زمین تپ رہی تھی اس کے باوجود اس بلند اقبال نوجوان کے ذوق وشوق میں ذرا فرق نہیں آرہا تھا۔ اچانک مرشد کامل نے مرید صادق کو اس حالت میں دیکھا تو کھڑا ہونے کا حکم دیا اور اپنی پاپوش مبارک اتار کر آپ کو دی کہ اسے پہن لو تا کہ گرم ریت راہ میں بکھرے ہوئے کانٹے اور سنگریزے نہ چبھیں۔ آپ نے اس تحفہ کو بصد شکریہ قبول کیا اور چوم لیا لیکن پاؤں میں پہننے کی بجائے اپنے سر کا تاج بنالیا۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد حضرت پیر پٹھان نے آپ کو حسب سابق ننگے پاؤں دیکھا اور پوچھا جوتے کہاں ہیں عرض کی جوان کا صحیح مقام تھا میں نے انہیں وہاں سجالیا ہے۔ مرشد اس جذبہ نیاز مندی پر از حد مسرور ہوئے اپنی گھوڑی سے نیچے اترے اور اپنے جوان بخت مرید کو سینہ سے لگالیا۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اسرار و معارف کے کتنے دریا بہادیئے ہوں گے۔

(تاریخ مشائخ چشت)

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضور
تو پھر کہیں گے ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

فیضانِ نبوت:

ایک دفعہ آپ سیال شریف سے تونسہ مقدسہ زیارت شیخ کے لیے جا رہے تھے راستہ میں ایک جنگل سے گزر ہوا وہاں ایک نورانی شکل بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے فرمایا درود کبریت احمر شریف پڑھا کرو آپ نے جواب دیا میرے پیر کا فرمان کافی ہے تونسہ شریف حاضر ہوئے تو مرشد کریم نے فرمایا راستہ میں تمہیں ایک آدمی ملا تھا اس نے جو وظیفہ بتایا ہے وہ پڑھا کرو۔ وہ حضرت پیران پیر غوث اعظم رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ درود شریف اس سے پہلے سلسلہ چشتیہ کے وظائف میں شامل نہ تھا۔ حضرت پیر سیال لجپال کے صدقے یہ نعمت عظمٰی چشتیہ سلسلہ کو نصیب ہوئی۔

حضرت خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ پھر اس کی تلاوت پر مداومت فرمایا کرتے اور آپ نے سیال شریف سے باہر مغرب کی طرف ایک جگہ (جہاں اب حضوری مسجد ہے) کو کبریت احمر شریف کی زکوٰۃ کے لیے مقرر فرمایا۔ حضرت خواجہ معظم الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میری ڈیوٹی یہ تھی کہ میں اس خلوت میں کسی کو مخل نہ ہونے دوں۔ چنانچہ جس روز زکوٰۃ کا اختتام ہوا (یعنی چلہ مکمل ہوگیا) چاشت کا وقت تھا حضور پیر سیال تلاوت میں مصروف تھے میں کافی پیچھے ہٹ کر بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ایک اندھیرا سا ہوا جیسے صبح صادق کا وقت ہو اسی اثناء میں چند گھڑ سوار آسمان کی طرف سے اترے حضرت نے آگے بڑھ کر ایک شاہسوار کی قدم بوسی کی یہ حضور نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک تھی۔ حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ایک دستار تھی۔ جو آپ (خواجہ شمس العارفین) کے سر پر باندھی گئی اس عزت سے مشرف فرمانے کے بعد حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم روپوش ہو گئے میں (خواجہ معظم الدین) حاضر خدمت ہوا۔ اس عزت افزائی پر مبارک باد پیش

کی۔اعلیٰ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا کہ آپ نے بھی زیارت کی ہے؟ میں نے عرض کیا آپ کے صدقے مجھے بھی یہ عزت نصیب ہوئی ہے۔حضرت نے مجھے تاکید کی میں اس واقعہ کا ذکر کسی کے سامنے نہ کروں جب تک پیر سیال خواجہ شمس العارفین اس جہاں فانی میں جلوہ افروز رہے مرید صادق نے اس راز کو افشاء نہیں کیا لیکن آپ کے وصال کے بعد آپ نے مناسب نہ سمجھا کہ اپنے مرشد کے اس کمال کو مخفی رکھیں۔اس لئے آپ نے احباب سے اس کا تذکرہ فرمایا۔

(ضیائے حرم شمس العارفین نمبر، صفحہ 104)

محبت شیخ:

ایک دفعہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے مشتاقان دید کا ہجوم تھا اس اثناء میں ایک نورانی بزرگ تشریف لائے اور کچھ وقت حضرت تونسوی کے ساتھ محو گفتگو رہے اور رخصت ہو گئے تو حضرت تونسوی نے حاضرین سے فرمایا کہ جس شخص کے دل میں حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت کا شوق ہو وہ جائے اور ان کی زیارت کر لے یہی خضر علیہ السلام تھے جو ابھی یہاں سے اٹھ کر گئے ہیں لوگ دیوانہ وار حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت کے لیے دوڑے لیکن پیر سیال وہیں بیٹھے رہے۔ حضور نے فرمایا شمس کیا تمہیں خضر کی زیارت کرنے کا اشتیاق نہیں عرض کی میں تو اس کی زیارت کروں گا جس کی زیارت کے لیے خضر علیہ السلام تشریف لاتے ہیں۔ حضرت پیر پٹھان رحمۃ اللہ علیہ خواجہ صاحب کی اس سعادت مندی اور خلوص پر بڑے خوش تھے اور دعا فرمائی ”اللہ سائیں میرے سیال نوں رنگ لائیں“ اے پروردگار میرے اس مرید باصفا کو ابدی عزت وسعادت سے سرفراز فرما اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ مشرق ومغرب سے لوگ کسب فیض کے لیے پروانہ وار سیال شریف آنے لگے۔

(حاشیہ جامع کرامات اولیاء)

زاہ منزل دکھائی آپ نے، خضر منزل در حقیقت آپ ہیں
فیض کے دریا بہائے آپ نے، قلزم میدان وحدت آپ ہیں

فنا فی الشیخ

مؤلف مراۃ العاشقین خواجہ سعید شاہ زنجانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1910ء نے عرض کیا حضور فنا فی الشیخ کیا ہے؟

تو حضرت شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا اپنے شیخ کی ذات میں اس طرح ڈوب جانا کہ وہ اپنی کسی بھی حرکت وسکون کو اپنا نہ سمجھے بلکہ پیر ومرید کی صورت بھی ایک جیسی ہو۔ (مراۃ العاشقین مطبوعہ اسلام آباد صفحہ 229)

اپنے تمام اخلاق وعادات اپنے پیر کے اخلاق وعادات سے بدل لئے جائیں بلکہ فنا کا کمال یہ ہے کہ مرید کی سیرت وصورت عین پیر کی سیرت وصورت ہو جائے۔ سچ یہ ہے کہ جب تک اپنے مرشد کے ساتھ اتنی والہانہ عقیدت نہ ہو افادہ اور استفاضہ کا دروازہ نہیں کھلتا طالب کو گوہر مقصود ہاتھ نہیں آتا اپنے شیخ سے کامل درجہ کی محبت نے باطن کو تو ہم رنگ کر ہی دیا تھا ظاہری شکل وصورت میں بھی ایسی مماثلت پیدا ہوگئی تھی کہ حضرت خواجہ شمس زمان کو دیکھنے والا یہ سمجھتا تھا کہ اس نے حضرت خواجہ تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی ہے۔ آپ اپنی زندگی کے آخری حصہ میں جب تونسہ شریف حاضر ہوئے تو آستانہ عالیہ کے تالاب پر تشریف فرما تھے جس نے دیکھا یہی سمجھا کہ خود حضرت خواجہ تونسوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں۔ کسی خادم نے دوڑ کر حضرت خواجہ کریم الہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گزارش کی قبلہ میں اپنی آنکھوں سے حضرت شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کو تالاب پر بیٹھے دیکھ آیا ہوں۔ حضرت خواجہ الہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے سن کر فرمایا پتہ چلتا ہے کہ مولوی صاحب سیالاں والے آگئے ہیں۔ (فوز المقال، جلد اول، صفحہ 35)

قطب مدار:

حضرت شیخ السلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا۔ آفاق عالم میں اس بات پر اتفاق ہے کہ حضور شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ قطب مدار اور غوث الاغیاث ہیں۔ قطب مدار کی علامات میں سے ایک علامت یہ ہے کہ اس کا سایہ نہیں رہتا۔ حضرت خواجہ معظم الدین رحمۃ اللہ علیہ معظم آباد شریف والے حلفیہ بیان فرماتے ہیں کہ آخری دس سال خواجہ شمس العارفین کا سایہ نہیں تھا۔ نہ رات کو اور نہ دھوپ میں۔ ایک چھتر ہوتا تھا (جس کی میں نے بھی زیارت کی ہے) بہت بڑا وہ حضور دن اور رات کو بھی سر پر رکھتے تھے یہ چھپانے کے لیے کہ کس کو عدم سایہ کے بارے میں معلوم نہ ہو فرماتے "میں ضعیف آدمی ہوں اوس (شبنم) پڑتی ہے اس سے بچنے کے لیے اسے ساتھ رکھتا ہوں"۔ (ضیائے حرم شیخ الاسلام نمبر صفحہ 197)

کرامات:

حضرت شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات سورج کی کرنوں کی طرح از خود صادر ہوا کرتی تھیں اور بے حد و حساب ان کے احاطہ کے لیے دفاتر بھی ناکافی ہیں۔

محترم و مکرم حاجی مرید احمد چشتی سیالوی اپنی لاجواب تصنیف فوز المقال جلد اوّل صفحہ 62 پر برکات سیال کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ ایک روز دوپہر کے وقت شدت کی گرمی تھی کسی زمیندار نے آکر دعا کے لیے عرض کیا اور انسانوں، حیوانوں کی ناگفتہ بہ حالت کی ترجمانی اس مؤثر اور درد انگیز لہجہ سے کی کہ آپ کے جسم میں لرزہ آگیا اور باچشم نم اس سے فرمایا کہ باہر جا کر کسی اونچی جگہ کھڑے ہو کر دیکھو کہ کہیں آسمان کے کناروں پہ کوئی بادل کا ٹکڑا ہے۔ اس نے واپس آکر التماس کی کہیں نہیں آپ خاموش ہو رہے چند منٹ کے بعد حاضرین سے فرمانے لگے کہ میں اپنی چارپائی کمرے کے

اندر لے جاتا ہوں۔ مجھے سردی محسوس ہو رہی ہے۔ فوراً آسمان دھواں دار ہو گیا اور کئی روز لگاتار بارش ہوئی کہ صحرا اور بیابان میں ہر طرف پانی ہی پانی ہو گیا۔ وہی شخص پھر حاضر ہوا اور عرض کیا حضور اب تو ہمارے مکان بھی گرنے لگے دعا فرمایئے کہ بارش تھم جائے آپ مسکرائے اور اپنی چارپائی پھر باہر لے آئے مہر عالم تاب نے آنکھ کھولی اور بادلوں کی فوج منتشر ہو گئی۔

آئندہ نہ آنا:

شمس ولایت شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات سے صدہا کرامات اور خوارق عادات ہمیشہ رونمائی کرتی تھیں۔ میاں مراد علی قریشی ساکن بھور (میانوالی) نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ دریائے جہلم میں ایسا سیلاب آیا کہ اونچی نیچی سب جگہوں پر پانی بھر گیا۔ لوگ بے گھر ہو گئے ایک زمیندار نے اپنی بھیڑوں کے ریوڑ کو لیکر حضور پیر سیال کے دربار کے قریب ایک کنویں پر ڈیرہ لگا لیا۔ دو دن بعد حضور نے طلوع آفتاب کے وقت پینے کے لیے پانی مانگا تو یہ خاکسار (مراد علی قریشی) برتن اٹھا کر کنویں پر گیا وہاں اس زمیندار کی حالت دیکھ کر ترس آیا۔ زمیندار نے کہا کہ میں اپنے ریوڑ کو لیکر حضور پیر سیال کے دروازے پر آیا تھا لیکن آج رات ایک بھیڑیا میری بھیڑ لے گیا۔ میں اسی فکر میں ہوں کہ اگر وہ بھیڑیا روزانہ آتا رہا تو میری ساری بھیڑیں ختم ہو جائیں گے۔ خواجہ صاحب سے عرض کرنا کہ میرے حق میں دعا فرمائیں تاکہ میں پرسکون ہو جاؤں۔ حضرت شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے سن کر کہا اور بگھیاڑ نوں خدا کی مار، ذرا باہر جا کر کہیں دیکھ تو سہی حسب فرمان ہم دو آدمی اس زمیندار کو ساتھ لے کر جنوب کی طرف گئے تو دیکھا کہ بھیڑیا اور بھیڑ ایک دوسرے کے ساتھ آرام سے بیٹھے ہیں۔ ہم میں سے ایک آدمی نے اسے پکڑا اور دربار شریف میں لے آیا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا اس بھیڑیے کو چھوڑ دو اسے کہہ دو کہ آئندہ اس

طرف نہ آنا حسب حکم اس کو باہر لا کر چھوڑ دیا گیا اور وہ ہرن کی طرح چھلانگیں لگاتا ہوا بھاگ گیا۔ اور ریوڑ والا تا زندگی آپ کا غلام بنا رہا۔ (تذکرۂ اولیائے پاکستان)

پیر سیال با کمال:

حضور شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ سخت بیمار ہوئے اور ہر ایک کو یقین ہوگیا کہ اب زندگی محال ہے کسی نے تونسہ شریف حاضر ہو کر عرض کیا کہ غریب نواز ساہیوال والے مولوی صاحب سخت بیمار ہیں ان کا آخری وقت ہے دعا فرمائیں۔ اتفاقاً اس وقت کسی نے پیر پٹھان کے سامنے چینا (بہت باریک دانے ہوتے ہیں) پیش کیا تھا جو آپ کے پاس پڑا تھا آپ نے اس چینے سے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں بھر کر علیحدہ رکھ دیا پھر دوبارہ اور پھر تیسری بار ایک ایک بھر کر فرمایا اتنے تو اس (خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ) نے غوث اور قطب بنانے ہیں اور تو کہتا ہے کہ آخری وقت ہے۔ (انوار قمریہ، جلد اول، صفحہ 225)

وصال شریف:

جب تیرہ سو ہجری محرم الحرام کی پندرہ تاریخ آئی تو آپ نے صاحب زادہ حضرت ثانی غریب نواز خواجہ محمد دین سیالوی صاحب کو طلب فرمایا۔ اور اپنے قرب وصال کی خبر دی اور فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ میری عمر حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر کے مطابق ہو اس سنے زائد نہ ہو بالآخر 18 سفر ہجری 1300 میں آپ کو عارضہ تپ لاحق ہوا چند روز بیمار رہنے کے بعد 24 صفر 1300 ہجری بمطابق 1882ء میں شمس الاولیاء غروب ہوگیا۔ حضرت خواجہ معظم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے عبادت خانے میں دفن کیے گئے۔ بعد میں ہاں خواجہ محمد دین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے بہترین روضہ

مبارک تعمیر کروایا آپ کا مزار شریف سیال شریف ضلع سرگودھا میں مرجع خلائق ہے۔

آپ کے صاحبزدے:

1۔ حضرت خواجہ محمد الدین سیالوی المعروف حضور ثانی غریب نواز جو آپکے سچے اور سچے جانشین ہے آپ کی ولادت باسعادت 1253ھ 1837ء اور وصال 2 رجب 1327ھ 1909ء کو سیال شریف میں ہوا آپ بڑے صاجزادے تھے۔

2۔ حضرت خواجہ محمد فضل الدین سیالوی پیدائش تخمیناً 1257ھ اور وصال 1903ء میں ہوا آپ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے منجھلے صاجزادے تھے۔

3۔ حضرت خواجہ محمد شعاع الدین سیالوی آپ کی پیدائش 1264ھ اور وصال 10 دسمبر 1904ء سیال شریف میں ہوا۔ آپ حضرت کے چھوٹے صاجزادے تھے۔

دنیا میں جو قائم تیرے منگتوں کا بھرم ہے
یا خواجہ شمس الدین تیری نسبت کا کرم ہے
دامن کو در غیر پہ پھیلاؤں تو مجرم
یا خواجہ شمس الدین تیری چوکھٹ کی قسم ہے

شمس العارفین حضرت خواجہ محمد شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ استاذ کا حق والدین کے حق سے زیادہ ہے اس لئے کہ والدین جسم کی پرورش کرتے ہیں اور استاد روح کی تربیت کرتا ہے۔

☆☆☆☆☆

حضور شیخ الاسلام فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

صاحب راز دار حضرت قطب اکبر شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ واصلان حق کے رہنما تھے۔ تمام مشائخ آپ کے کمال عشق عرفان واحوال پر متفق ہیں۔ جس قدر ریاضات و مجاہدات، ترک و تجرید فقر وشوق جیسے کمالات ظاہری باطنی آپ کو حاصل تھے۔ اہل طریق سے کسی شخص واحد کو مجموعی طور پر میسر نہ تھے آپ کشف وکرامات وجد وحال اور ہمت وشجاعت میں بے نظیر وقت ہے۔

ولادت باسعادت

حضور باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت 571 ہجری بمطابق 1175 کھتوال کے قصبہ میں ہوئی۔ آپ قاضی جمال الدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ بڑے صاحبزادے کا نام شیخ عزیز الدین محمود اور چھوٹے کا اسم گرامی شیخ نجیب الدین محمود متوکل تھا۔ آپ کی ولادت مبارک پر صاحب اسرار الاولیاء ایک عجیب واقعہ نقل کرتے ہیں۔

مادرزاد ولی اللہ

جس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ جس سال حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی، شعبان کی انتیس تاریخ تھی آسمان پر گہرے بادل چھائے ہوئے تھے شہر کے مسلمان آپ کے والد ماجد حضرت قاضی جمال الدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کی

خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کرنے لگے کہ چاند تو نظر نہیں آیا اب ہم کل روزہ رکھیں یا نہ رکھیں آپ کے والد گرامی قدر نے فرمایا شک والے دن روزہ رکھنا مکروہ ہے اس لئے روزہ کا حکم کیسے دیا جا سکتا ہے۔ اسی قصبہ کھتوال میں ایک بزرگ مجذوب صفت رہا کرتے تھے عام خیال تھا کہ یہ ابدالوں میں سے ہیں لوگ ان کی خدمت میں گئے اور عرض حال کی حضرت موصوف نے فرمایا واہ جی واہ ڈھنڈورا شہر میں لڑکا بغل میں آج رات قاضی صاحب کے ہاں ایک لڑکا (بابا فرید) پیدا ہوگا وہ قطب ہے پس اگر وہ کل دودھ پیئے گا تو سمجھ لینا چاند طلوع نہیں ہوا۔ اور اگر نہ پیئے تو سمجھ لینا کہ آج رمضان شریف کا چاند نظر آ گیا ہے۔ پس یہی ہوا کہ اسی رات کو آپ کی ولادت ہوئی اور صبح کو آپ نے دودھ نہیں پیا اور پورے ماہ رمضان کے روزوں میں آپ کی یہی صورت رہی کہ پورا دن دودھ نہ پیتے اور وقت افطاری نوش فرماتے۔ حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مادرزاد ولی ہونے کا ایک اور واقعہ صاحب اسرار الاولیاء نے درج فرمایا ہے کہ جب آپ اپنی مادر مشفقہ کے بطن سعید میں تھے۔ تو آپ کی والدہ ماجدہ کو بیروں کی رغبت ہوئی پڑوس میں ایک ہمسایہ کے ہاں بیری کا درخت تھا۔ انہوں نے مالک کی اجازت کے بغیر دو چار بیر اس درخت سے توڑ کر کھانا چاہے ہی تھے کہ آپ نے (حضور بابا صاحب) پیٹ کے اندر سے اس بے قراری کا اظہار کیا کہ وہ بیر ان کے ہاتھ سے گر پڑے۔ اس طرح وہ بیر کھانے کی خواہش پوری نہ کر سکیں۔ جب حضور بابا صاحب سن تمیز کو پہنچے تو والدہ صاحب نے فرمایا فرید ہم نے آپکے حمل کے زمانے میں کبھی کسی مشکوک شے کی جانب ہاتھ نہیں بڑھایا آپ نے مسکرا کر فرمایا امی حضور ایک دفعہ آپ پڑوسی کی اجازت کے بغیر بیر کھانا چاہتی تھی۔ میں نے بے قراری کر کے آپ کی اس خواہش کو پورا نہ ہونے دیا یاد کر لیجئے۔ یہ سن کر حضرت بی بی صاحبہ بہت متعجب ہوئیں کہ میں نے اس کا ذکر بھی کسی سے نہیں کیا تھا۔ اسے کیسے معلوم ہو گیا اور فرید کہتا

بھی بالکل سچ ہے آپ کی والدہ صاحبہ کو یقین ہو گیا میرا ہونہار بیٹا پیدا ہوتے ہی ولی اللہ ہے۔

تعلیم وتربیت:

حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم قصبہ کھتوال میں حاصل کی قرآن پاک حفظ کیا۔ اور ابتدائی درسی کتابیں پڑھیں والدہ صاحبہ کے دامن تربیت نے آپ کا دل یاد خدا میں لگا دیا چنانچہ بچپن میں ہی قصبہ کھتوال کے باشندے آپ کی جذب ومستی دیکھ کر آپ کو (قاضی بچہ دیوانہ) کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ اسی زمانہ میں شیخ جلال الدین تبریزی کا گزر کھتوال کے قصبہ میں ہوا۔ حضرت موصوف نے لوگوں سے پوچھا کہ اس بستی میں کوئی اللہ والا ہے لوگوں نے کہا نہیں قاضی جمال الدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کا لڑکا فرید الدین قاضی ہے جس کو لوگ عام طور پر مجنوں ہی سمجھتے ہیں مگر وہ یاد الٰہی اور زہد وعبادت میں ہر وقت مشغول رہتا ہے۔ شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کو آئے۔ آپ کے پاس ایک انار تھا آپ نے وہ انار حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بطور نذر پیش کیا حضور بابا صاحب نے روزہ دار ہونے کی وجہ سے معذرت کی حضرت شیخ کچھ دیر بیٹھ کر روانہ ہو گئے۔ انار کا ایک دانہ زمین پر گر پڑا حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اٹھا کر دستار کے پلو میں باندھ لیا۔ شام کو افطاری کے وقت اس دانہ کو کھایا تو دل میں مزید نور کے دیئے جل گئے۔ آپ کو افسوس ہوا کہ میں نے وہ پورا انار کیوں نہ کھا لیا مگر جب بعد میں حضرت قطب الاقطاب بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ سنایا تو آپ نے فرمایا فرید تمام برکتیں اس ایک دانے میں تھیں۔ جو قدرت نے آپ ہی کو کھلا دیا۔ قصبہ کھتوال میں ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ مزید حصول تعلیم کے لیے اور اکتساب فیض کے

لیے ملتان تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ کی عمر شریف 18 سال تھی۔ ملتان شریف علماء فضلاء کا مرکز تھا۔ آپ سرائے حلوائی کے قریب مولانا منہاج الدین ترمذی کے مدرسہ میں تکمیل علوم وفنون میں مشغول ہو گئے۔ علوم ظاہری کی تکمیل علوم باطنی کی تحصیل کا وسیلہ ہے جس دل کے اندر خدا کی محبت کی روشنی ازل سے بھر دی گئی تھی۔ اس وسیلے سے اس منزل ومقصود کی تلاش کر رہا تھا۔ جہاں انسان کو قرب واختصاص کی خلعت فاخرہ سے سرفراز فرما کر رشد وہدایت کے سجادہ پر رونق افروز کیا جاتا ہے لیکن تحصیل علوم باطنی کے لیے تکمیل علوم ظاہری ہی کافی نہیں یہ چراغ راہ تو ہے لیکن منزل مقصود تک رسائی کے لیے کسی کامل کے آستانے کی بوسہ زنی ہی شرط لازم ہے چنانچہ حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی طلب علم کے ساتھ اس مرد حق کا انتظار فرما رہے تھے۔ جس کی شرف نسبت سے انہیں شہباز طریقت بننا تھا۔ بقول مراد آبادی ان کا حال یوں تھا

آ میری جان انتظار آ میرے آفتاب شوق
تیرے بغیر زندگی کب سے ہے شام بے سحر

غلامی شیخ:

مسجد کے صحن میں بیٹھے ہوئے اس بے سحر زندگی کے بے کیف لمحات کو کتاب (نافع) کی ورق گردانی میں گزار رہے تھے کہ دروازے سے ایک مسیحا نفس نے داخل ہو کر حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دل سے یہ آواز نکالی۔

جب نگاہیں اٹھ گئیں اللہ رے معراج شوق
دیکھتا کیا ہوں وہ جان انتظار آ ہی گیا

یہ مسیحا نفس یہ جان انتظار قطب دوراں شیخ المشائخ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو اپنے مرشد خواجہ غریب نواز سلطان الہند سید معین

الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے اجمیر شریف کے ارادے سے ملتان شریف تشریف آور ہوئے تھے۔ حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر ایک نظر کرم فرمائی اور مسجد کے اندر تحیۃ المسجد کے نفل پڑھنے میں مشغول ہو گئے ادھر بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ تعظیم کے لیے کھڑے ہوئے تھے مگر دل کا یہ عالم تھا۔

ان کی وہ آمد آمد اپنا یہاں یہ عالم
اک رنگ آ رہا ہے اک رنگ جا رہا ہے

آخر قطب عالم کے قریب جا بیٹھے نماز سے فارغ ہو کر آپ نے پوچھا مسعود کیا پڑھ رہے تھے۔ آپ نے عرض کیا۔ حضور (کتاب نافع) پڑھ رہا تھا۔ حضرت نے فرمایا انشاء اللہ نافع ہی ہوگی۔ حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سر قطب الاقطاب کے قدموں میں رکھ دیا۔ حضرت قطب الدین نے بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سر اٹھایا اور سینے سے لگا لیا بیعت سے مشرف فرمایا اور دعاؤں سے نوازا اور حضرت قطب دہلی روانہ ہو گئے۔

گنج شکر کی وجہ تسمیہ:

شکر گنج کے نام سے ملقب ہونے کی روایات صوفیاء نے بیان فرمائیں ہیں جن میں سے صرف ایک پر اکتفا کرتا ہوں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے گنج شکر ہونے کی وجہ تسمیہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک سوداگر اونٹوں پر شکر لادے ملتان سے دہلی جا رہا تھا۔ جب اجودھن (پاک پتن شریف) پہنچا تو راستے میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کھڑے تھے۔ آپ نے سوداگر سے پوچھا اونٹوں پر کیا لدا ہوا ہے اس کم فہم نے آپ کو منگتا سمجھ کر کہا بابا نمک لدا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا نمک ہی ہوگا۔ سوداگر نے دہلی پہنچ کر بوریوں کو کھولا تو ان میں شکر کی بجائے نمک بھرا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر اس کے ہوش اڑ گئے کیونکہ اس نے اپنے ہاتھوں بوریوں میں شکر بھری

تھی خیر اس کو فوراً یاد آ گیا کہ اجودھن میں اس نے جس فقیر سے جھوٹ بولا تھا یہ اس کی زبان کی تاثیر ہے وہ اسی وقت روانہ ہوا اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں اعتراف جرم کیا اور اپنی غلط بیانی پر نادم ہوا آپ نے فرمایا جھوٹ بولنا بہت برا ہے آئندہ جھوٹ بولنے سے توبہ کر اور دل کو بدگمانی کے گناہ سے بھی بچا سوداگر نے عرض کیا حضور میں غریب آدمی مارا گیا ہوں خدارا رحم فرمائیے۔ آپ کے لبہائے مبارک کو جنبش ہوئی اور پھول جھڑنے لگے۔ اور الفاظ کچھ یوں ترتیب پائے اچھا بھائی جاؤ وہ شکر تھی تو شکر ہی ہوگی سوداگر تائب ہو کر واپس اپنے سامان کے پاس پہنچا اور بوریوں کو کھولا تو ان میں شکر بھری تھی۔ یہاں سے آپ گنج شکر یعنی شکر کا خزانہ مشہور ہو گئے۔

سرکار غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت:

محترم و مکرم سید احمد رضا بخاری رقم طراز ہیں کہ حضرت باوا صاحب قبلہ دیار حبیب سے واپسی پر بغداد شریف تشریف لائے۔ ان دنوں قطب الاقطاب غوث الاغیاث فرد الافراد حضور سیدنا شہنشاہ بغداد رضی اللہ عنہ کا روضہ شریف تعمیر ہو رہا تھا۔ آپ دن بھر مزدوروں کے ساتھ کام کرتے ہوئے اس کی تعمیر میں حصہ لیتے اور شام کو اجرت لئے بغیر چلے جاتے۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سیدنا عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ اس پر متعجب ہوئے تو خواب میں سرکار بغداد رضی اللہ عنہ نے آگاہ فرمایا۔ بیٹا یہ کوئی مزدور نہیں بلکہ فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ یہ حصول برکت کے لیے یہاں کی مزدوری کرتا ہے۔ اس کے بعد صاحبزادہ غوث الوریٰ نے آپ کو تبرکات عطا فرمائے۔ (ماہنامہ مہر منیر اپریل 1999 صفحہ 27)

کرامت:

صاحب مراۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک دفعہ حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی داڑھی کا بال

اکھڑ کر گر گیا۔ میں نے عرض کیا کہ اجازت ہو تو اس بال کو تعویذ بنا کر اپنے پاس رکھ لوں۔ آپ نے فرمایا رکھ لو۔ چنانچہ جب میں دہلی آیا تو کوئی بیمار شخص میرے پاس تعویذ لینے کے لیے آتا میں وہی بال مبارک اسے اس شرط پر دیتا تھا کہ کام ہو جانے کے بعد واپس دینا ہوگا۔ چنانچہ اس بال مبارک سے بہت سے لوگوں نے فوائد وشفاء حاصل کیے تھے۔ مزید فرماتے ہیں کہ جب کوئی کام ایسا آتا جو ہونے کے قابل نہ ہوتا تو بال مبارک مجھے ملتا ہی نہ تھا پس میں سمجھ جاتا تھا کہ یہ مرض لا علاج ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ جس کے ایک بال کی اس قدر عظمت اور کرامت ہے تو اس بال والے کی کیا کرامت ہوگی۔

وفات:

پاکپتن شریف میں 93 سال ظاہری عمر گزارنے کے بعد آخر یہ چراغ چشت 5 محرم الحرام 664 ہجری بمطابق 14 اکتوبر 1265ء بعد از نماز عشاء اپنے خالق ومالک کے دربار میں پہنچے انا للہ وانا الیہ راجعون، آپ کا مزار پر انوار آج پاکپتن شریف میں ہر خاص وعام کو فیض فریدی لٹا رہا ہے۔

میری قسمت سے الٰہی پائیں یہ رنگ قبول
پھول کچھ میں نے چنے ہیں ان کے دامن کے لیے

حضور ثانی غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ

پیر سیال لجپال خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز خلیفہ بلکہ تمام خلفائے گرامی کے سردار خواجہ دلنواز خواجہ محمد الدین المعروف حضور ثانی غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ آپ صورت اور سیرت میں شمس الہدیٰ کی تصویر تھے فصاحت اور بلاغت اور مروت میں بحر کرم علوی ظاہری اور باطنی میں باکمال حقائق و معارف میں بے مثال تھے۔

پیدائش:

آپ کی ولادت باسعادت 1253 ہجری 1837 عیسوی میں سیال شریف ضلع سرگودھا میں ہوئی آپ اپنے والد مکرم کا عکس جمیل تھے۔

تعلیم و تربیت:

ابتدائی تعلیم گھر پر ہی ہوئی اس کے بعد اعلیٰ حضرت خواجہ شمس العارفین کے ارشاد کے مطابق موضع سلیانہ ضلع جھنگ میں تحصیل علم کے لیے تشریف لے گئے وہاں حضرت مولانا فتح محمد صاحب کا درس تھا ان کے علاوہ دیگر علماء بھی وہاں تدریس کے فرائض انجام دیا کرتے تھے وہاں سے تکمیل علم کے بعد واپس تشریف لے آئے اور بعض کتب توحید و تصوف حضرت مولانا خواجہ معظم الدین صاحب مرولوی خلیفہ شمس دوراں سے پڑھیں اور مقامات سلوک اپنے والد بزرگوار کی زیر تربیت طے فرمائے

شمس زماں کی خصوصی توجہ کے باعث عشق و محبت اور ذوق شوق کے اس اعلیٰ وارفع مقام پر خیمہ زن ہوئے کہ جہاں کسی کو نگاہ اٹھا کر دیکھنے کی ہمت بھی نہیں ہوئی۔ حضرت خواجہ محمد الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ اخلاق عالیہ اور اوصاف حمیدہ کے مالک تھے۔ لنگر میں بڑی فراخ دلی سے خرچ کرتے متعلقین کی خبر گیری میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے احباب کے غم اور خوشی میں بہ نفس نفیس شریک ہوتے ایک شخص نے یہ باتیں آپ کی شان کے خلاف سمجھیں اور حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عریضہ ارسال کر کے درخواست کی کہ آپ انہیں ان امور سے منع فرمائیں۔ حضرت خواجہ تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ تجھے ہدایت دے یہ کام تو اسلام اور سید الانام کی مطابقت ہے ایسے کاموں میں کسر شان نہیں بلکہ نہ کرنے میں نقصان ہے۔ اب تجھے لازم ہے کہ اگر تو ان کے والد کا مرید ہے تو تجدید بیعت کر اور یہ خیال دل سے نکال دے۔ (تذکار بگویہ)

کرامات:

آپ کثیر الکرامات بزرگ تھے۔ صاحب انوار شمسیہ اور تذکار بگویہ کے مصنف نے آپ کی بہت ساری کرامات کا ذکر کیا ہے جن میں سے بطور نمونہ تین کرامتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

کھانے میں برکت:

محقق اہل سنت مصنف کتب کثیرہ حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی ارقام فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ پاکپتن شریف سے واپسی پر خدام کو کھانا پکانے کا حکم دیا اور آنے والے ہر قافلے کو کھانا کھلاتے رہے یہاں تک کہ تین سو افراد نے کھانا کھایا جبکہ اس وقت بیس کلو آٹا آٹھ آنے کا گھی اور ایک روپے کی شکر پاس تھی۔

(تذکرہ اکابر اہل سنت صفحہ 439)

پانی میٹھا ہو گیا:

ملک اللہ داد بصدق زبان بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور ثانی غریب نواز خواجہ محمد الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ تونسہ شریف سے لوٹ کر چاچڑ شریف تشریف لائے اور دریائی گزرگاہ پر جا کھڑے ہوئے تو اس خادم (اللہ داد) نے گزارش کی کہ عالی جا بندہ نے کافی دولت اور محنت سے ایک کنواں کھدوایا ہے مگر شامت نفسانی سے اس کا پانی کڑوا ہے۔ دعا فرمائی جائے کہ پروردگار کی مہربانی سے اس کا پانی میٹھا اور مزیدار ہو جائے۔ آپ نے اسی وقت عنایت اور شفقت سے اس کنوئیں پر قدم رنجہ فرمایا اتفاق سے اس وقت آپ کے ہاتھ میں مٹی کا ڈھیلا تھا وہی مٹی کا ڈھیلا آپ نے کنویں میں ڈال دیا بس پھر کیا ہوا بفضل ربانی کنویں کا پانی میٹھا ہو گیا۔ (انوار شمسیہ)

تیرا علاج میں نہ کر دوں

حضرت صاحبزادہ حافظ خواجہ بدرالدین سیالوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم دونوں بھائی (خواجہ بدرالدین اور خواجہ قمرالدین) ایک ہی کمرے میں لیٹے ہوئے تھے اور حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی سخت بیمار تھے اور بیماری اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ آپ کی صحت یابی کے بظاہر کوئی آثار نظر نہیں آتے تھے رات گئے کوئی شخص ہمارے کمرے کی کھڑکی کے قریب آ کر باہر سے آواز دے کر پوچھتا ہے بیٹا قمرالدین کیا حال ہے آپ نے کہا سخت تکلیف اور پریشانی ہے ادھر سے آواز آئی پھر میں ہی نہ تیرا علاج کر دوں۔ شیخ الاسلام نے کہا اگر آپ نہیں کریں گے تو اور کون کرے گا۔ صبح ہوئی تو آپ کی طبیعت سنبھلی ہوئی تھی۔ اور بھوک بھی محسوس ہونے لگی تھی حالانکہ کافی دنوں سے آپ نے کھانا نہیں کھایا تھا۔ دوسری رات پھر وہی آواز آئی قمرالدین اب کیا حال ہے۔ آپ نے کہا غریب نواز آپ کی دعا اور نظر کرم کا صدقہ ٹھیک ہوں۔ صاحبزادہ بدرالدین صاحب کہتے ہیں کہ میں نے شیخ الاسلام سے پوچھا

یہ کون شخص تھے جو رات کو کھڑکی سے حال پوچھتے تھے آپ نے ٹال مٹول سے کام لیا بالآخر جب بہت مجبور کیا تو فرمایا یہ حضور ثانی غریب نواز خواجہ محمد دین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

آپ کی علالت:

حضور شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں حضور ثانی غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے اتنے بیمار ہوئے کہ غلام اور اہل خاندان گھبرا گئے۔ انہی دنوں آپ کا ایک غلام بہاول بخش جلالپور شریف گیا اس وقت پیر حید علی شاہ جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ مصلے پر بیٹھے تھے۔ بہاول بخش جاتے ہی مصلے پر گرا اور کہنے لگا کہ تجھے پیر سیال نے بہت نوازا ہے اور آج حضور ثانی غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ مرض میں مبتلا ہیں دعا کر و تا کہ اللہ تعالیٰ کرم فرمائے پیر حیدر شاہ صاحب کھڑے ہو گئے سیال شریف کی جانب چند قدم چلے دوسری بار پھر چند قدم اسی طرف چل کر مصلے پر پہنچتے ہی فرمایا کہ میری عمر کے جتنے دن باقی تھے وہ میں نے اپنے شیخ کو نذرانہ دے دیئے ہیں جب بہاول بخش واپس سیال شریف پہنچا تو حضور ثانی غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ شفایاب ہو گئے اور پیر حیدر علی شاہ صاحب کو اسی وقت بخار ہوا اور تیسرے دن آپ وصال فرما گئے سبحان اللہ اولیاء کرام کی کیا شان اور کتنا اختیار ہے یاد رہے اپنی عمر میں سے دوسرے کو دے دینا انبیائے کرام کی سنت ہے۔ ملاحظہ ہو مشکوۃ باب الایمان بالقدر کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی عمر سے 40 سال حضرت داؤد علیہ السلام کو دیئے اور جان کائنات کا ارشاد ہے: علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ اور اصل علماء تو اولیائے کرام ہی ہیں۔

وصال پر ملال:

2 رجب المرجب 1327ھ 1909ء کو حضرت ثانی غریب نواز خواجہ

محمد الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔ اور اپنے والد گرامی حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں آرام فرما ہوئے آپ کے وصال شریف کے بعد صاحبزادہ حضور مجاہد اعظم خواجہ ضیاء الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ مسند نشین ہوئے۔

آپ کے صاحبزادے:

1......صاحبزادے محمد امین سیالوی صاحب جنہوں نے آپ کے بعد جلد ہی 4 رمضان المبارک ہجری 1330 کو انتقال فرمایا۔

2......حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی جنہوں نے حضرت کے بعد مسند سجادگی کو زینت بخشی اور 13 محرم الحرام ہجری 1348، 22 جون 1929ء کو وصال فرمایا۔

3......حضرت صاحبزادہ حافظ محمد عبداللہ سیالوی صاحب 26 رمضان المبارک ہجری 1382ء بروز جمعرات آپ کا وصال شریف ہوا۔

4......حضرت صاحبزادہ محمد سعد اللہ صاحب آپ خواجہ شمس العارفین کا پرتو نظر آتے تھے۔ 5 صفر المظفر ہجری 1397 میں آپ کا انتقال ہوا۔

☆☆☆☆☆☆

آیت من آیات اللہ

ابن ماجہ جلد دوم بات حرمۃ دم المومن و مالہ۔ الترغیب والترہیب جلد دوم صفحہ ۲۲۳ پر حدیث پاک ہے۔ حضرت سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اور فرماتے سنا (اے کعبے) تو کتنا عمدہ ہے اور تیری خوشبو کتنی پیاری ہے تو کتنا عظیم المرتبت ہے لیکن قسم ہے اس کی والذی نفس محمد بیدہ لحرمۃ المؤمن اعظم عند اللہ۔ جس کے دست قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے میرے امت کے ولی کی شان عنداللہ تجھ سے زیادہ ہے۔

برادران طریقت:

متذکرہ حدیث سے ثابت ہوا کہ ولی کی شان کعبے شریف سے بھی زیادہ ہے۔ تو کعبہ کون ہے؟ کعبہ وہ ہے کہ جسے دیکھنے سے دعائیں قبول ہوتی ہے۔ کعبہ کون ہے؟ جسے دیکھتے ہی بندہ گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسے بوقت ولادت تھا۔ کعبہ کون ہے؟ جسے دیکھتے ہی مسلمان حاجی بن جاتا ہے۔ تو حضرات گرامی جب کعبہ شریف کی زیارت کرنے والے کو اتنے فوائد حاصل ہوتے ہیں تو اولیاء جو بیت اللہ سے بھی افضل ہیں۔ انہیں دیکھنا ان کی زیارت کرنا ان کے ملفوظات سننا ان کے ہاتھ پاؤں چومنا بلکہ ان کا ذکر کرنا کتنی برکتوں کا حامل ہوگا۔ اسی لئے فرمایا گیا کہ جہاں

صالحین کا ذکر ہوتا ہے وہاں اللہ وحدہ لاشریک کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ (صفۃ الصفوہ جلد اوّل صفحہ ۱۸ مطبوعہ مصر) ان اولیاء میں سے ایک ولی کامل بلکہ ولی گر سرتاج الاولیاء سند الاصفیا قمر ولایت نیر تاباں خلیفہ حضرت تونسوی شیخ الاسلام والمسلمین الحاج الحافظ حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرتے ہیں۔

طلوع قمر:

15 جمادی الاوّل 1324ھ، 7 جولائی 1906ء کو درگاہِ معلّی سیال شریف میں حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ یہ حضور ثانی غریب نواز خواجہ محمد الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے دورے خلافت کے آخری سال تھے۔

آپ کا بچپن:

بچپن سے ہی آپ سے ایسے آثار رونما ہونے لگے جو اس عظیم شخصیت کی غمازی کر رہے تھے۔ ایک دفعہ جبکہ آپ کی عمر اڑھائی تین سال تھی۔ گھر میں جو کپڑا ملتا اسے دستار کے طور پر باندھ لیتے۔ یہاں تک کہ اس ننھے سے سر پہ کپڑوں کا انبار لپیٹ لیا۔ کسی نے حضور ثانی غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آپ کی اس ادائے دلربائی کا تذکرہ کیا۔ محبت کے جذبات میں جوش آ گیا۔ اپنے پوتے (خواجہ قمر الدین) کو پاس بلایا۔ تبرکات کا صندوق منگوایا اور جو دستاریں آپ کو اپنے پیر خانہ سے عطا ہوئی تھیں یا حضرت خواجہ شمس العارفین رضی اللہ عنہ کے جو عمامے بطور تبرک محفوظ تھے۔ سب کو نکالا اور اپنے دست مبارک سے اس نونہال کے سر پر باندھ دیئے۔ جب یہ نونہال اپنے اسلاف گرامی کے ان عماموں کو زیب سر کر کے اپنے دادا جان کی گود میں بیٹھا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ عزوجل ہی بہتر جانتا ہے کہ جد امجد کی مسرتوں کا کیا عالم ہوگا۔ انہوں نے کن کن پاکیزہ دعاؤں سے سرفراز کیا ہوگا اور مستقبل کی کون سی جھلکیاں دیکھی ہوں گی۔ (انوار قمریہ جلد سوم صفحہ 334)

ایک دفعہ حضور شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نماز عشاء کے بعد آستان پاک پر رونق افروز تھے۔ فرمانے لگے مجھے اس وقت کی باتیں بھی یاد ہیں جب میں گھٹنوں کے بل چلتا تھا میرے دادا جان حضور ثانی غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کو لوگ مُٹھی چاپی کرتے اور مکیاں مارتے تو مجھے غصہ آتا کہ یہ لوگ میرے دادا جان کو کیوں مار رہے ہیں۔

فرمایا مجھے اس وقت کی باتیں بھی یاد ہیں جب اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ پیتا تھا۔ اس سے پہلے کی باتیں بھی یاد ہیں مگر میں بتلاتا نہیں ہوں۔

اسی دوران فرمایا میں بالکل نوعمر تھا اور دیوان حافظ کا مطالعہ کر رہا تھا اور دوران مطالعہ میرے اندر سے بھنے ہوئے گوشت کی بُو آئی تھی اور پھر نوبت یہاں تک پہنچی کہ صرف دیوان حافظ کا تصور آتا تو یہی کیفیت رونما ہونے لگتی۔ اسی دوران حضرت خواجہ شمس العارفین کے غلام حضرت مولانا محمد امین ٹکوچی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ابھی تمہارے دیوان حافظ پڑھنے کا وقت نہیں اس کا پڑھنا ترک کردو۔ حالانکہ میں نے کسی کو بھی اپنے مطالعہ یا اس کیفیت کی اطلاع نہیں دی تھی۔

(ضیائے حرم شیخ الاسلام نمبر صفحہ 66-65)

سراپا مبارک:

محترم القام خورشید احمد شیخ آپ کا سراپا کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں۔ روشن ابھری ہوئی کشادہ پیشانی، ابر سجدہ گاہِ عارفاں، قامت نہایت موزوں نہ بلند نہ پست، میانہ مائل بہ بلندی، چہرہ مبارک آیات کبریا میں سے ایک آیت خندہ، کشادہ اور ابھرا ہوا۔ رنگ رخسانہ سفید وزرد، تجلیات حسنِ ازلی کی تفسیر، دل فریب، نین، سینہ مبارک کنز مخفی اسرار عشق وحقائق ومعارف تھا۔ لباں لعل گوں جو کہ اظہار تبسم کے وقت برگ گل سے نازک تر ہوتے تھے۔ گفتگو میں آہستگی اور شیرینی تھی۔ رعب وجلال اتنا

کہ خوش خلق وخوش مزاج موسلا دھار بارش کی طرح فیض رساں نرم خو شفیق ومہربان کے رخ زیبا کی طرف کسی زائر میں مسلسل دیکھنے کی ہمت نہ تھی۔ گھنی خوش وضع داڑھی، سر پر دستار پر سرخ باریک حاشیہ والی ٹوپی پہنتے تھے اور نیلے رنگ کا پھول دار رومال۔ سرچشمہ رشد وہدایت کی نشانی تھی۔ کبھی کبھی شلوار لیکن اکثر اوقات ملتانی لنگی جسے عرف عام میں نیلا کہتے ہیں پہنتے تھے۔ کثرت اوراد ووظائف اور نوافل شب کا اثر ہمہ وقت بڑی بڑی سرخ خدا بین وخدا مست آنکھوں میں عیاں ہوتا تھا۔ (ایضاً)

تعلیم وتربیت

آپ کی عمر بشمکل تین چار سال ہوگی کہ حضور ثانی غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوگیا۔ اب اس شہبازِ طریقت کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری حضور ثالث غریب نواز خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے سنبھالی جنہیں طریق شہبازی سکھانے کا خداداد ملکہ بخشا گیا تھا۔

جس دن آپ کی عمر چار سال چار ماہ دس دن ہوئی تو حفظ قرآن حکیم کے لیے آپ کو سیال شریف سے تین میل دور پوہلا نامی بستی میں حافظ کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بٹھایا گیا۔ نو برس کی عمر میں حضور شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن پاک حفظ کرلیا۔ حفظ قرآن کے بعد علومِ اسلامیہ کی تکمیل آپ نے دار العلوم ضیاء شمس الاسلام سے کی۔ آپ کے عظیم المرتبت والد رحمۃ اللہ علیہ نے اس زمانے میں اس عظیم درسگاہ کو مثالی انداز سے نواز رکھا تھا۔ اس عظیم درس گاہ میں آپ نے ان اساتذہ سے اکتساب فیض کیا:

(1) حضور ثالث غریب نواز خواجہ محمد ضیاالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ، (2) حضرت علامہ مولانا محمد حسین جھنگوی، (3) حضرت مولانا حافظ جان محمد سرگودھا، (4) حضرت علامہ مولانا حفیظ اللہ صاحب (مظفر گڑھ)، (5) حضرت

مولانا محمد مٹھا، ڈیرہ غازی خان، (6) حضرت علامہ سلطان محمود صاحب، (7) حضرت مولانا قمر الدین میانوالی، (8) حضرت مولانا غلام مرتضیٰ میانوالی، (9) حضرت مولانا غلام محی الدین، (10) حضرت مولانا محمد دین۔ (11) حضرت علامہ مولانا سلطان اعظم رحمہم اللہ سیال شریف سے ظاہری علوم اسلامیہ کی تکمیل کے بعد آپ کو دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف بھیج دیا گیا۔ وہاں آپ نے غزالی دوراں بحر ذخار علوم حضرت علامہ مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ سے فنون عالیہ معقولات اور ریاضی کے علاوہ حدیث پاک کی تکمیل کی ہجری 1351ھ میں سند فراغت اور دستار فضیلت حاصل فرما کر سیال شریف کے مرکز روحانیت پر تشریف لائے۔ 1365ھ میں حضور شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فریضہ حج ادا کیا۔ دوران حج قاضی اندلس شیخ ابوبکر بنانی اور شیخ الشیوخ عمر وحمدان، شیخ الحدیث مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ سے صحبت رہی۔ ہر دو حضرات نے آپ کو سندات عطا کیں۔

(المصطفیٰ والمرتضیٰ صفحہ 570)

آیہ من آیات اللہ:

حضور شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ جس وقت دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف پڑھتے تھے آپ کے استاد محترمہ نے مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ حضرت دیوان صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ اجمیر شریف کو فرمایا حضرت صاحبزادہ قمر الدین سیالوی صاحب آیۃ آیات اللہ، یعنی اللہ کی نشانیوں میں ایک نشانی ہیں۔

(ضیائے حرم شیخ الاسلام نمبر 74)

اقرار ولایت:

حاجی محمد رفیق ساکن کھیوڑہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ الرحمان ملتان جا رہے تھے راستے میں ایک مجذوب بیٹھا تھا جب آپ اس کے

سامنے سے گزرے تو وہ زور زور سے کہنے لگا جس نے اللہ تعالیٰ کے ولی کی زیارت کرنی ہو یہ جا رہے ہیں، زیارت کرلو۔ (انوار قمریہ جلد سوم صفحہ 314)

مسند سجادگی پر تشریف آوری:

1929ء میں حضور ثالث غریب نواز مجاہد اعظم خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو حضور شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ مسندِ سجادگی پر متمکن ہوئے اس روح فرسا المیہ میں آپ کے وجودِ مسعود نے زخمی دلوں کی تسکین کے لیے بڑا اہم کردار ادا کیا۔

آستانہ عالیہ شریف کے اس فقید المثال سجادہ نشین نے جس لجواں مردی سے ان گرانقدر ذمہ داریوں کو نبھایا ان کی داستان پڑھ کر انسان انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ وابستگان آستانہ عالیہ کی تعداد حصر وشمار سے ماوراء ہے۔ عقیدت مندوں کی آمد کا سلسلہ شب و روز جاری رہتا۔ ان کی داستان غم سننا، ان کے زخمی دلوں پر مرہم لگانا، دینی اور دنیاوی معاملات میں ان کی اعانت فرمانا، ان کے قیام وطعام کا انتظام کرنا۔ دار العلوم ضیاء شمس الاسلام کی سرپرستی فرمانا، تبلیغی اور اصلاحی دورے کرنا، ان سب معاملات کو جس شاندار انداز سے چلایا وہ انہی کا حصہ ہے۔

شیخ الاسلام کا خطاب

حضرت علامہ مولانا قاری غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ سیالوی مفتی دار الافتاء آستانہ عالیہ سیال شریف رقم طراز ہیں کہ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے منصب جلیلہ پر کسی ہمہ صفت موصوف عالم دین کو فائز کرنے کے ملیے عام احساس پیدا ہوا، جمعیت علمائے پاکستان نے اس تحریک کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اس مہم کو سر کرنے کا بیڑا اٹھایا پیر سیال خواجہ قمر الدین سیالوی عالی مقام سلبی رفعت اور علوم فنون وعربیہ پر مہارت حلقہ

درس وتعلیم میں ان کا امتیاز تفوق برتری نے بالآخر اس رائے پر علماء قائدین جمعیت علماء پاکستان کو متفق ومتحد کر دیا کہ اس دربار پروقار کے سجادہ نشین جامع صفات ہیں اور شیخ الاسلام کے منصب کے لیے موزوں ترین شخصیت ہیں۔ چنانچہ جمعیت علماء پاکستان نے آپ سے خط وکتابت کا آغاز کیا اور حوصلہ افزا جواب نہ پا کر خواجہ اعظم اجمیری نور اللہ کے سجادہ نشین سے رجوع اور سفارش کی درخواست کی۔ حضرت خواجہ اجمیری نے آپ سے ذکر کیا اور قبول منصب کے سفارش فرمائی۔ آپ نے پے در پے عجز وانکسار کے عذر ہائے بار پیش کرنے شروع کر دیئے۔ حتیٰ کہ خواجہ اجمیری نے حکم صادر کر دیا کہ آپ کو یہ منصب قبول کرنا ہوگا۔ حکم سے سرتابی، شیوہ ارباب طریقت کے خلاف تھی، آپ نے سر تسلیم خم کر دیا اس اطلاع کے ملتے ہی منجانب جمعیت حضرت علامہ ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ آپ کو ساتھ لے کر شریک جلسہ ہوئے جو آرام باغ کراچی میں منعقد ہو رہا تھا۔ اور جس میں مشرقی ومغربی پاکستان کے دونوں حصوں سے علماء کرام ونمائندگان بکثرت شرکت کے لیے آئے تھے۔ کراچی کے علمائے دین وزعماء اور عرب ومصر وغیرہ ممالک اسلامیہ کے سفیر اور ایک ترکی وفد نزیل کراچی کے نمائندگان جلسہ میں شریک ہوئے۔ اس تحریک سے مسرور اور اس انتخاب پر مطمئن تھے۔ جلسہ سے شیخ الاسلام کے عہدے کی اہمیت وضرورت پر دھواں دھار تقریریں ہوئیں اور آپ بڑے جوش وخروش ونعرہ ہائے تکبیر ورسالت اور زندہ باد کی نغمہ بار صداؤں میں بالاتفاق شیخ الاسلام کے منصب جلیلہ کے لیے منتخب ہوئے اور اس پر فائز کر دیئے گئے۔ (انوار قمریہ جلد اوّل صفحہ 37)

عاجزی وانکساری:

عظیم انسانوں میں اور خوبیوں کے علاوہ عاجزی وانکساری کا پایا جانا بھی ایک حقیقت ہے حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

ان اللہ اوحی الی ان تواضعو! (الترغیب جلد دوم صفحہ 404) بے شک اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ تواضع اختیار کرو۔ حضور شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ میں ہر کمال اور عظمت کے جملہ صفات میں یہ وصف بوجہ اکمل موجود تھا، کبھی بھی آپ سے کوئی بات یا کام سرزد نہ ہوا جس سے غرور تکبر کا شائبہ تک ہو، بلکہ جب بھی آپ کو دیکھا گیا تو تواضع اور عجز کا پیکر ہی نظر آئے۔ نماز پڑھ رہے ہیں تو ماتھا مٹی پر اور سر بسجود ہیں، آرام کے لیے دراز ہوئے تو زمین پر ہی لیٹ گئے اور زلفہائے سیمیں خاک آلود ہو گئیں، کسی عالم دین نے جوڑے سیدھے کیے تو اس کا ہاتھ پکڑ کر چوم لیا۔

عالم اجل حضرت صاحبزادہ عزیز احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مکان شریف والے بیان کرتے ہیں کہ میرا بچپن کا زمانہ تھا حضور شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ گرمی کے موسم میں مکان شریف تشریف لائے۔ رات کو آندھی آگئی خاک اڑنے لگی آپ نے چارپائی پر بیٹھ کر رخ آندھی کی طرف کر دیا، میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کچھ وقت کے لیے آپ بنگلہ میں تشریف رکھیں تاکہ آندھی کی گرد و غبار سے بچ جائیں۔ حضور نے فرمایا میاں صاحب ہر طرف سے ہوا مٹی جمع کر کے لائی ہے اس امید پر سر ننگے کیے بیٹھا ہوں کہ شاید کسی مقبول بارگاہ کے قدموں کی مٹی سر میں آپڑے جو میرے لیے باعث سعادت ہو۔

صاحبزادہ صاحب ہی بیان کرتے ہیں کہ دار العلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف کے سالانہ جلسہ میں ایک بار آپ تقریر فرمانے کے لیے اٹھے، راقم الحروف سٹیج سیکرٹری تھا آپ سے پہلے میں نے شرکاء جلسہ کو متوجہ کیا اور شیخ الاسلام کے حضور یہ شعر پڑھا:

باز گوازِ نجد و از یاران نجد
تا در و دیوار را آری بوجد

تو آپ نے خطبہ مسنونہ کے بعد تقریر کے آغاز میں ازراہ عاجزی وانکساری فرمایا کہ میں اپنے آپ کو نہ علماء میں شمار کرتا ہوں اور نہ اہل فضل سے ہوں، میں تو اپنے آپ کو طالب علموں میں شمار کرنا بھی جسارت سمجھتا ہوں، پھر یہ شعر پڑھا:

نہ گلم نہ برگِ سبزم نہ درختِ سایہ دارم
ہمہ حیرتم کہ دہقاں بچہ کار کشت مارا

یہ سن کر اہل علم کی چیخیں نکل گئیں کہ مہر سپہر، علم وعرفان اور یہ عاجزی میں نے آپ کی تقریر کے بعد شرکاء کا شکریہ ادا کرنے سے پہلے حضور شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ شعر کے جواب میں جب یہ عرض کیا:

تُو گلی تو برگِ سبزی تو درخت سایہ داری
ہمہ حیرتم کہ گفتی بچہ کارِ کشت مار

تو ازراہ بندہ نوازی گلے لگا کر سر چوم لیا اور فرمایا کہ شعر دونوں درست مگر سچ میں نے کہا۔

(ضیائے حرم شیخ الاسلام نمبر صفحہ 54-53)

عمدۃ المحققین امام المناظرین حضرت شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی مدظلہ العالی جنہوں نے آپ کی حیات مبارکہ کا کئی برسوں مشاہدہ کیا۔ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ جامع رضویہ فیصل آباد تشریف لائے۔ حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ دورہ حدیث پاک پڑھانے میں مصروف تھے۔ دار الحدیث دوسری منزل پر تھا، شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسہ کے صحن میں جوتے اتار دیئے اور اوپر جا کر طلباء کی جوتوں والی جگہ پر خاموشی سے بیٹھ گئے تاکہ میری وجہ سے درس حدیث میں خلل اندازی نہ ہونے پائے۔ حضرت محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ دوران درس اِدھر اُدھر متوجہ نہیں ہوتے تھے اور نظروں میں جان کائنات صلی

اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا ایسا نقشہ جما ہوتا تھا کہ دوران درس کسی پر نظر پڑتی بھی تو پہچان نہ پاتے۔ جب بخاری شریف کا درس ختم ہوا تو طلباء کی نظر آپ پر پڑی۔ انہوں نے عرض کیا حضور شیخ الاسلام تشریف فرما ہیں تو محدث اعظم پاکستان فوراً اٹھے اور بڑھ کر استقبال کیا۔ اپنی مسند پر بٹھایا اور علمی گفتگو کا سلسلہ کافی دیر جاری رہا۔ طلباء کرام اور علماء حضرات دونوں مقدس ہستیوں کی اس نورانی محفل سے لطف اندوز ہوتے رہے۔

(ضیائے حرم شیخ الاسلام نمبر، صفحہ نمبر 73)

ذوق مطالعہ:

بد قسمتی سے آج کتب بینی کا شوق کم ہوتا جا رہا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ ہم علم و عمل کی دولت سے محروم اور شریعت و طریقت کی نجات دہندہ راہ سے دور ہوتے جا رہے ہیں لیکن میرے ممدوح حضور شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو بچپن ہی میں مطالعہ اور کتب بینی کا اس قدر شوق تھا کہ فرماتے سردیوں میں نمازِ عشاء کے بعد مطالعہ شروع کیا اور صبح کی اذان ہونے پر پتہ چلا کہ رات گزر گئی۔

اکثر ایسا بھی ہوا کرتا کہ مطالعہ میں محویت کی وجہ سے رات کا کھانا اور دودھ ویسے ہی پڑا رہ جاتا تھا اور صبح ہو جاتی۔ صاحبزادہ عزیز احمد صاحب صدر مدرس بیان کرتے ہیں کہ سندات فراغت حاصل کرنے کے بعد سجادگی کی جملہ کٹھن ذمہ داریوں کے باوجود کتابوں کا اس قدر مطالہ کیا کہ دارالعلوم کے کتب خانہ میں کوئی ایسی کتاب نہیں جس پر آپ کا حاشیہ اور شرح و بیان کے جوہر نہ ہوں۔ فلسفہ منطق تفسیر و حدیث اور شروح کی اکثر کتابیں میری نظر سے گزری ہیں ان پر آپ کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے انمول گوہر تابدار دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

پوری انجیل کا آپ نے مطالعہ کیا اور جملہ مذہب کے لٹریچر کو گہری نظر سے پڑھا، رفض و خروج اور مرزائیت و نیچریت کے پورے خدوخال پر آپ نے اتنا عبور حاصل

کیا جس سے جملہ مذاہب باطلہ کا جواب دینا اوران کے رد میں کتابیں لکھنا آپ کے لیے بڑا آسان ہو گیا۔

اپنے مسلک کی تائید اور مخالفین کے اعتراضات کا جواب آپ اکثر ان کی اپنی نوشتہ کتابوں سے دیا کرتے۔ اہل تشیع کے رد میں شہرہ آفاق کتاب (مذہب شیعہ) ہمارے سامنے ہے۔ اس میں اہل سنت کی حقانیت اور معاندین پر زبردست تنقید کی ہے۔ شیعہ کی کتابوں کی عبارات کے علاوہ اور کسی کتاب کا سہارا نہیں لیا گیا۔ اس کتاب میں آپ نے اہل تشیع کا اتنا سختی سے تعاقب کیا ہے جس کا توڑ اب تک سامنے نہیں آیا۔ آپ نے مختلف موضوعات پر سیر حاصل کتابیں خاصی تعداد میں لکھی ہیں جو آپ کی تحقیق اور وسعت مطالعہ کا عظیم شاہکار ہیں۔

(ضیائے حرم شیخ الاسلام نمبر صفحہ نمبر 49-48)

آپ کی علمی جلالت:

حضور شیخ الاسلام ہمہ صفت موصوف تھے۔ جملہ علوم عقلیہ ونقلیہ میں مکمل عبور اور میدان مناظرہ میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا۔ مخالفین میں سے جو بھی ایک دفعہ آپ کا سامنا کرتا پھر کبھی بھی سامنے آنے کی جرأت نہ کرسکتا۔ آپ کے کئی مناظرے عیسائیوں اور رافضیوں اور خارجیوں سے ہوئے ہر مقام پر مدمقابل کو شکست فاش دی۔ جب بھی کسی موضوع پر کلام فرماتے تو فرماتے تو گفتگو اتنی مدلل اور محققانہ انداز میں فرماتے کہ جوابوں کے تو انبار ہی لگا دیتے۔ سننے والا حیران رہ جاتا جس کتاب کا بھی آپ حوالہ دیتے معلوم ہوتا کہ اس کتاب کے خود مصنف ہیں، ہر فن میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ بلا تامل ہر فن میں محققانہ انداز میں کلام فرماتے کہ ہر طرح سے مطمئن فرما دیتے چند واقعات پیش خدمت ہیں۔

قاضی مدینہ سے گفتگو:

آپ فرماتے کہ مدینہ شریف کی حاضری کے موقع پر مجھ پر اعتراض ہوا میں نے کہا کہ اپنے قاضی القضاۃ سے میری گفتگو کرائیں۔ محفل مکالمہ منعقد ہوئی گفتگو شروع ہوئی، قدرت کی بخشی ہوئی طرز گویائی اور زور استدلال نے قاضی القضاۃ کو مبہوت کر دیا، حکومت کو جملہ واقعات کی خبر ہوئی تو اس نے جملہ اراکین حکومت کو ہدایت کی کہ اس (حضور شیخ الاسلام) کے کسی معاملہ میں دخل دینا ہماری ذلت کا باعث ہے۔

(ضیائے حرم شیخ الاسلام نمبر، صفحہ نمبر 58)

عیسائی پادری سے گفتگو:

ایک بار آپ تونسہ شریف عرس مبارک پر تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کو پتہ چلا کہ ایک عیسائی پادری برسر بازار اسلام پر حملے کر رہا ہے، آپ فوراً موقع پر پہنچے اور عیسائی پادری کو ایسے مسکت جواب دیئے کہ وہ بھاگنے پر مجبور ہو گیا۔ اسی طرح ایک اور عیسائی پادری سلانوالی میں برسر عام قرآن و حدیث پر مختلف اعتراض کر کے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ آپ کو جب پتہ چلا تو فوراً اس کی سرکوبی کے لیے سلانوالی پہنچے اور پادری براؤن کو مناظرے کی دعوت دی جو اس نے قبول کر لی۔ آپ نے بائبل کے موضوع پر اس قدر زوردار تقریر کی کہ پادری براؤن جواب کی تاب نہ لا کر میدان چھوڑ کر بھاگ گیا۔ آپ تورات، انجیل اور زبور پر بھی دسترس رکھتے تھے۔ بے شمار عیسائیوں نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا۔

(ضیائے حرم شیخ الاسلام نمبر صفحہ 30)

علم یعقوب علیہ السلام:

ایک دفعہ ایک بدعقیدہ مولوی نے حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام پر بڑا اعتراض کیا کہ اگر ان کو اپنے لخت جگر حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق معلوم ہوتا

کہ کنعان کے قریب کنوئیں میں پڑے ہیں تو نکال کیوں نہ لیتے۔ آپ نے فرمایا مولوی صاحب! صرف اتنا ہی پتہ نہیں تھا کہ کنوئیں میں ہے بلکہ یہ بھی معلوم تھا کہ اس کنوئیں کی تہہ سے اٹھ کر انہوں نے تخت مصر کی بلندی پر پہنچنا ہے اور وہاں کا حاکم و بادشاہ بننا ہے تو وہ اپنے لخت جگر کو اس عظمت اور بلندی پر فائز ہونے سے کیوں روکتے۔ اگر تو اپنا بیٹا لاہور کے مدرسہ میں داخل کرا کے آئے اور ظاہری بعد (دوری) کی وجہ سے یہاں رونے لگے تو کوئی کم عقل شخص تجھے بھی کہے گا کہ وہاں سے اس کو واپس بلا لے تو خود اور سب لوگ یہی کہیں گے کہ لڑکے کا بھلا اس میں ہے لہٰذا صبر سے کام لینا چاہیے پھر سورۃ یوسف کی دس آیات مبارکہ پڑھ کر اس پر واضح کر دیا کہ یہ منصوص صریحہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے علم پر واضح دلالت کر رہی ہیں۔ لہٰذا اس عقلی تو ہم کی بنا پر پیغمبر خدا پر اعتراض کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے اور نہ ہی اس سے نفی علم کی کوئی معقول بنیاد، مولوی عبدالرؤف بوچھالوی کے ساتھ مولانا نذیر احمد علوی صاحب مناظرہ کر رہے تھے۔ دوران گفتگو انہوں نے بخاری شریف کے متعلق کہہ دیا کہ اس کو بچے پڑھتے ہیں۔ مولوی منظور صاحب نے اس جملہ کو خوب اچھالا اور کہا دیکھئے بخاری شریف اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے، قرآن مجید کے بعد سب کتابوں سے صحیح ترین کتاب ہے اور تم نے اس کے متعلق یہ لفظ کہہ دیئے ہیں حضور شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مولوی صاحب قرآن پاک کو بچے پڑھتے رہتے ہیں۔ اور اس کی شان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی تو بخاری شریف جس کا درجہ کتاب اللہ کے بعد ہے اگر اس کو بچے پڑھیں تو اس کی شان میں کب کمی لازم آسکتی ہے۔ آپ کا اتنا کہنا تھا کہ اس کی ساری تقریر اور جادو بیانی پر پانی پھر گیا۔ (ایضاً)

مولوی غلام حسین نے آپ سے بوسی مزار پر گفتگو کی، آپ نے کافی مستند حوالہ

جات پیش فرمائے مولوی موصوف نے کہاں ہاں یہ حوالے تو ہوں گے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی کے مزار شریف کو چومنا ثابت ہو جاتا تو البتہ کوئی بات ہوتی آپ نے فرمایا مولوی صاحب حضور علیہ السلام سے افضل ذات صرف اللہ کی ہے۔ جو حی قیوم ہے اور تو کوئی افضل ہے نہیں بلکہ مساوی اور مماثل بھی نہیں تو آپ علیہ السلام کس کی قبر کو بطور تعظیم وتبرک بوسہ دیتے۔ اللہ حی قیوم کا مزار تم دکھلا دو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بوسہ دینے میں دکھلا دوں گا۔ مولوی دم بخود رہ گئے۔ (ایضا)

اتنا پیچیدہ مسئلہ ایک منٹ میں حل کر دیا

حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں آپ کے پاس حاضر تھا۔ دوران مجلس میں نے وحدۃ الوجود کے مسئلہ پر گفتگو کی تو آپ نے اتنے نفیس انداز میں مختصر مگر مدلل اور جامع جواب دیا کہ میں حیران رہ گیا کہ اتنا بڑا پیچیدہ مسئلہ جسے ہر کوئی اتنا جلدی حل نہیں کر سکتا یہ شیخ الاسلام ہی کی شخصیت تھی کہ سوال کرنے پر ایک منٹ میں فوراً مدلل جواب دیکر مطمئن فرما دیا، علمیت اور قابلیت کا یہ عالم تھا کہ اپنے اور بیگانے سبھی آپ کی شخصیت کو مسلم تسلیم کرتے اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے ، ناظرین ذی احترام یہ آپ کے علم کی ایک جھلک تھی جو آپ کو دکھائی گئی۔ (ایضا)

آپ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے والدین، اولاد اور دنیا بھر کے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

(بخاری کتاب الایمان)

برادران طریقت! محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ نعمت عظمیٰ ہے جس کی سر بلندی کا کما حقہ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق

محبت کی بدولت ہی ایمان کی تکمیل ممکن ہے اور اسی سعادت کے وسیلے سے ہی خوشنودی خداوندی کا حصول ہوتا ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔

اسلام کی ساڑھے چودہ سو سالہ تاریخ ان عشاقان سرمست کے جذبہ عقیدت سے منور ہے جنہوں نے اپنی کائنات ناموس رسالت پر تصدق کر کے ایمان کے سرخرو کیا صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر عصر حاضر کے مشائخ وصوفیا تک بے شمار انسان ہیں ان کے لبوں پر یہی ہوتا ہے۔

مغزِ قرآن روحِ ایمان جانِ دین
ہست حُبِ رحمۃ للعلمین

ان نفوس قدسیہ میں حضور شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ آپ کی پوری زندگی عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبی ہوئی ہے۔ غزالی دوراں امام المناظرین علامہ محمد اشرف صاحب سیالوی زیدہ مجدہ نقل کرتے ہیں کہ جب اذان ہوتی یا درود پاک پڑھا جاتا یا کسی جگہ حضور علیہ السلام کا نام نامی لکھا ہوا نظر آجاتا تو بدن اقدس پر لرزہ طاری ہو جاتا اور سر ناز جھک جاتا چہرہ مبارک کا رنگ زرد ہوتا اور حاضرین سے بالکل بے توجہ ہو جاتے اور یوں معلوم ہوتا کہ اب صرف جسد اقدس یہاں ہے دل و جان کسی دوسری جگہ روانہ ہو چکے ہیں:

جان و دل ہوش خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

جب مؤذن اشہد ان محمد رسول اللہ کہتا تو انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگاتے اور درود شریف کے ساتھ یہ الفاظ بھی زبان اقدس سے جاری ہوتے۔ قرۃ عینی

بتراب غلام کلابک یارسول اللہ۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے مقدس شہر کے کتوں کے قدموں سے مس ہونے والی مٹی میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے حالانکہ فقہاء کرام نے فقط قرۃ عینی بک یارسول اللہ پڑھنے کے متعلق فرمایا ہے مگر آپ کی محبت وعقیدت اور ادب و نیاز کی نہایت و غایت دیکھئے کہ ان کتوں کے قدموں سے لگنے والی مٹی کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیتے ہیں۔

(ضیائے حرم شیخ الاسلام نمبر صفحہ 72)

صدر مدرس صاحبزادہ عزیز احمد صاحب مکان شریف والے بیان فرماتے ہیں کہ ضیاء منزل کٹھوائی کی مسجد میں سبزہ (گھاس) پیدا ہو گیا جوں ہی آپ مسجد میں داخل ہونے لگے تو فرمایا یہ سبزہ بالکل کاٹ دو کسی نے عرض کیا حضور یہ سبزہ بھلا (خوبصورت) معلوم ہوتا ہے فرمایا روضہ انور کا رنگ سبز ہے سبز چیز پر پاؤں رکھنا ادب کے خلاف ہے آپ نے پوری عمر ایسا جوتا نہ پہنا اور نہ پسند کیا جس پر ذرا بھی سبز رنگ کا نشان موجود ہوتا۔ (ایضا)

حضور شیخ الاسلام والمسلمین علیہ الرحمۃ کو اللہ تعالیٰ اور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی محبت تھی کہ جس کمرے میں کوئی ایسا کیلنڈر لگا ہوتا جس پر کلمہ طیبہ، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یا اللہ لکھا ہوتا آپ اس کمرے میں داخل ہونے سے پہلے جوتا اتار دیتے تھے اسی لئے وہ کسی کمرے میں داخل ہونے سے پہلے چاروں طرف دیکھ لیتے کہ کوئی کیلنڈر یا قطعہ تو آویزاں نہیں اگر ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ یارسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے جوتا باہر ہی اتار دیتے۔ حدیث کی کتاب دور سے نظر آتی تو جوتے اتار دیتے۔ (ایضا)

صاحبزادہ غلام محی الدین صاحب خواجہ آباد شریف والے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ الرحمٰن کی زبان مبارک سے سنا فرمایا ایک مرتبہ

مجھے سخت بخار تھا صاحبزادگان نے علاج کے لیے سرگودھا لے جانے کا ارادہ کیا میں نے بخار کی اضطرابی حالت میں حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں نعت شریف کا تحفہ عرض کرنا شروع کر دیا جوں جوں میں نعت شریف پڑھتا گیا بخار کا اضطرار کم ہوتا گیا اور جب نعت شریف مکمل ہوئی تو بخار بالکل ختم ہو گیا اس نعت شریف کا مطلع یہ ہے۔

آں جملہ رسل ہادی برحق کہ گزشتند
بر فضل تو اے ختم رسل داد گواہی

(انوار قمریہ، جلد سوم، ص 241)

میرے محترم دوست حضرت مولانا قاری عبدالحمید صاحب سیالوی ایم اے سابق مؤذن سیال شریف حال مقیم محلہ کرم آباد چنیوٹ بیان کرتے ہیں کہ 72-1971ء کی بات ہے حضور شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ الرحمٰن سیال شریف سے سرگودھا آرہے تھے میں بھی ہم رکاب تھا۔ حضور نے مجھے فرمایا قاری صاحب مجھے نعت شریف سناؤ۔ میں نے آپکے حکم پر راز نعت گو کی نعت شریف بڑے ترنم کے ساتھ سنائی جس کا مطلع کچھ یوں ہے۔

جام دیکھا نہ کبھی ساغر و مینا دیکھا
جب بڑھی پیاس تو ساقی مدینہ دیکھا

جب نعت شریف مکمل ہوئی تو آپ نے بڑی مسرت کا اظہار فرمایا اور بندہ نوازی فرماتے ہوئے ناچیز کو 100 روپیہ انعام دیا کہ آج سے 31-30 سال قبل بہت بڑا انعام تھا۔

قاری صاحب ماشاء اللہ بڑے خوش گلو ہیں کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے اذان ختم کی تو آپ مجھے فرمانے لگے قاری صاحب میرا جی چاہتا ہے کہ آپ کا منہ چوم

لون آپ کتنے پیارے انداز میں میرے آقا علیہ السلام کا نام لیتے ہیں۔

جیسا کہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب جذب القلوب مطبوعہ کراچی صفحہ 265 پر رقم طراز ہیں کہ حضرت محمد بن سعد رضی اللہ عنہ سونے سے پہلے ایک مقررہ تعداد میں درود پاک پڑھا کرتے تھے، انہوں نے ایک رات مدنی کریم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے میرے گھر کو منور فرمایا اور مجھ سے فرمارہے ہیں کہ اپنا منہ قریب کر جس سے تو مجھ پر درود شریف پڑھا کرتا ہے تاکہ میں اسے بوسہ دوں، محمد بن سعد فرماتے ہیں مجھے بڑی شرم آئی کہ میں اپنا منہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کیسے کروں لیکن الامر فوق الادب کے تحت میں اپنا رخسار آپ کے منہ مبارک کے قریب لے گیا آپ نے میرے رخسار پر بوسہ دیا جب میں بیدار ہوا تو میرا گھر مشک کی خوشبو سے مہک رہا تھا۔ اور آٹھ دن تک میرا گھر معطر رہا۔ نیز میرے رخسار سے بھی آٹھ روز تک خوشبو آتی رہی۔

تو حضرات گرامی! تذکرہ ہو رہا تھا خواجہ قمرالدین سیالوی علیہ الرحمۃ کا شیخ القرآن والحدیث ابوالحسنات علامہ اشرف سیالوی مدظلہ العالی نقل فرماتے ہیں کہ آپ ایک گھوڑی پر سوار ہو کر آرہے تھے۔ آپ کے ساتھ خواجہ غلام سدید الدین صاحب معظمی علیہ الرحمۃ اور مولانا احمد بخش ضیائی صاحب تھے تو ایک چرواہا ماہیا کہہ رہا تھا۔

جھبڑے آڈھولا کیڈیاں مدتاں لائیاں نیں

آپ فوراً گھوڑی سے اتر پڑے دوزانوں ہو کر بیٹھ گئے یہ دیکھتے ہی سارے ہمراہی سواریوں سے اتر پڑے خواجہ سدید الدین فرماتے ہیں میں نے اتر کر اس انداز میں بیٹھنے کا سبب معلوم کر لیا۔ لہٰذا اس چرواہے کو روپے دینے شروع کر دیئے اور اسے کہا یہی مصرعہ دہرا تا رہ چرواہا ماہیا پڑھتا رہا اور آپ پر جذب وکیف کی حالت طاری

رہی کافی وقت گزر گیا مگر آپ بیٹھے رہے اور وہی مصرعہ سنتے رہے جب وہ چرواہا تھک گیا آپ اٹھے اور سوئے منزل چل دیئے اور خواجہ غلام سدید الدین کو علیحدگی میں فرمایا بتاؤ چرواہا کیا کہہ رہا تھا میں نے عرض کیا آپ بہتر جانتے ہیں تو آپ نے فرمایا جب حبیب کبریا علیہ السلام معراج کے لیے تشریف لے گئے اور فلک الافلاک سے نکل کر لامکاں میں پائے ناز رکھا تو عالم آب وگل پر موت کی کیفیت طاری ہوگئی تھی کیونکہ حضور علیہ السلام روح کائنات ہیں۔ لہٰذا آپ کا لامکاں میں جلوہ فرما ہونا گویا اس عالم کی موت تھی اور یہ مردہ جسم پکار رہا تھا۔

جھبدے آڈھولا کیڈیاں مدتاں لائیاں نیں

اور لمحہ کی جدائی بھی اس کو صدیوں کا فراق نظر آرہا تھا۔ بہرحال چرواہے کا ذہن اور صاحب کلام کا ذہن بالفعل ادھر متوجہ ہونا تو درکناران کے وہم وخیال میں بھی یہ چیز کب آسکتی تھی۔ اللہ اللہ حضور شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ الرحمٰن کی بارگاہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات سے عشق ومحبت اور آپ کے ذکر کی تعظیم وتکریم اس واقعہ سے اظہرمن الشمس ہے کہ ذکر مصطفےٰ ہورہا ہو تو وہاں سے صرف نظر کر کے قدم آگے نہیں بڑھ سکتے۔ (ضیائے حرم شیخ الاسلام نمبر صفحہ نمبر 74)

مدینہ اور اہل مدینہ سے الفت ومحبت:

حضور شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں کہ جب مدینہ طیبہ سے بلاوا آیا تو خیال آیا روضہ انور پر کیا نذر کروں لنگر شریف میں یاقوت ہیرا اور کئی قیمتی پتھر تھے وہ ساتھ لے گیا اور روضہ شریف پر نذرانہ پیش کیا۔

آپ فرماتے ہیں مسجد نبوی شریف میں ابوبکر نامی ایک بزرگ رہائش پذیر تھے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اولاد پاک میں سے تھے ساری ساری رات عبادت میں مصروف رہتے اور کئی کئی دن فاقوں میں گزارتے مگر کسی سے سوال نہیں کرتے تھے

جب ان کی خدمت میں نذرانہ لے کر حاضر ہوا تو پوچھا کہ صدقہ تو نہیں عرض کیا مسئلہ جانتا ہوں صدقہ نہیں بلکہ ہدیہ ہے۔ غالباً اسی خدمت کا صلہ تھا کہ کسی نامعلوم آدمی نے روضہ انور کی چلو بھر خاک مجھے بخشی اور غائب ہو گیا۔

مزید فرماتے ہیں کہ میں مدینہ شریف حاضر تھا بھوک لگی ایک ہوٹل پر اپنے احباب حضرت مرولوی ثانی علیہ الرحمۃ اور دیگر احباب سمیت گیا۔ میں نے وہاں ایک لڑکے کو دیکھا جو کہ بدوی تھا پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے ہے، میں نے اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ بھوکا ہوں یہ منظر دیکھ کر میں نے قسم کھائی کہ جب تک اس کے سارے کنبہ کو پیٹ بھر کر نہ کھلاؤں گا ایک لقمہ بھی نہیں کھاؤں گا۔ میں نے ہوٹل والے کو کہا کتنا پکا سکتے ہو۔ اس نے کہا جتنا کہو میں نے کہا پکاؤ اس لڑکے نے ٹبہ پر چڑھ کر اہل خاندان کو آواز دی کہ سب آجاؤ ایک آدمی ہم سب کو کھانا کھلائے گا چنانچہ وہاں سے بے شمار لوگ اس کے قبیلے کے جمع ہو گئے۔ ہوٹل والے نے بہت زیادہ کھانا تیار کر لیا۔ ان لوگوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھا لیا۔ اس لڑکے نے جب خود کہا کہ ہمارے قبیلہ کے جملہ لوگوں نے کھانا کھا لیا ہے تب ہم نے کھانا کھایا اور آپ نے فرمایا کہ پورے سفر میں اتنا لطف نہ آیا جتنا ان بھوکوں کو کھانا کھلانے میں آیا۔ (ایضاً)

انت رجل عجیب:

حضرت خواجہ ظہیر الدین سیالوی صاحب سے روایت ہے کہ جب حضور شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ الرحمٰن حج پر تشریف لے گئے تو جب بذریعہ بس مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ پہنچے اور وہ بس مدینہ پاک سے باہر روک دی گئی وہاں اترنے پر بدوی لوگوں سے چند لڑکے حجاج کے پاس برائے سوال آئے ایک لڑکے کو شیخ الاسلام نے جب ایک ریال دیا تو وہ دوبارہ دوسری جانب سے پھر کر آ گیا دوبارہ آپ نے اس سے ایک ریال دیا تو وہ تیسری بار آ گیا آپ نے پھر ایک ریال دیا تو وہ بار بار یعنی پانچ، سات

بار آتار ہا اور آپ بغیر کسی توقف کے دیتے رہے اس لڑکے کو یقین ہو گیا کہ انہوں نے مجھے باوجود بار بار پہچان لینے کے عطا کرنے میں رکاوٹ نہیں کی بالآخر اس نے نہایت ہی خوش ہو کر آپ سے کہا۔

انت رجل عجیب۔ آپ بہت ہی اچھے انسان ہیں۔

(انوار قمریہ جلد سوم صفحہ 138)

حضرت شیخ الاسلام عشق مصطفیٰ میں اس قدر غرق ہو چکے تھے کہ عام معاملات میں بھی خیال رکھتے کہ تقاضا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین نہ ہو جائے۔ آپ کو مدینہ پاک کی سرزمین کے ساتھ ساتھ وہاں کے باشندوں اور زائرین سے بھی غیر معمولی عقیدت تھی اس ضمن میں حافظ سردار محمد مہاجر مدنی کی روایت نہایت ایمان آفرین ہے۔

حافظ صاحب حضور شیخ الاسلام کے مرید ہیں۔ اس لئے آپ پاکستان آتے تو سیال شریف ضرور حاضری دیتے ایک بار سیال شریف حاضر ہوئے تو جب شیخ الاسلام کے قریب پہنچے تو آپ فوراً حافظ صاحب کے قدموں پر گر پڑے اور فرمانے لگے سردار محمد فکر نہ کر میں نے تیرے پاؤں کو اس لئے چھوا ہے کہ یہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری پیاری گلیوں سے مس ہوتے ہیں۔ (حیات شیخ الاسلام صفحہ 45)

ناظرین محترم! کوئی اندازہ کر سکتا ہے آپ کی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ وقت کا شیخ الاسلام لیکن مرید کے قدموں کو فقط اس لئے چھو رہا ہے کہ وہ مدینہ پاک کی سرزمین کو چومتے ہیں۔ سچ کہا گیا ہے۔

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامانِ اوست
بحر و بر در گوشۂ دامان اوست

خواجہ قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کو دیارِ حبیب سے کس قدر محبت تھی اس کا

اندازہ باب مجیدی کے دربان جناب عبداللہ سہارا کے بیان سے ہوتا ہے جو کہ سیال شریف کے متوسلین میں سے ہیں۔ ایک بار شیخ الاسلام مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ تو عبداللہ صاحب سے فرمایا کہ عصر کے بعد چائے تمہارے پاس پیا کروں گا۔ چائے کا تو ایک بہانہ تھا۔ مقصد صرف یہ تھا کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربانوں کے ساتھ کچھ وقت گزر جائے ایک دن آپ نے عبداللہ صاحب سے فرمایا میرے لئے بازار سے کمبل خرید لانا وہ کمبل لے آئے تو آپ نے اسے باب مجیدی میں بچھا دیا اور اس پر سے زائرین کرام گزرتے رہے پھر بڑی احتیاط سے لپیٹ لیا کہ اس میں جو مقدس خاک لگ گئی ہے وہ اتر نہ جائے۔ (ایضاً)

دو عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت دیکھئے نہ صرف حضور بلکہ حضور علیہ السلام کے عاشقوں سے بھی حد درجہ کی عقیدت رکھتے تھے۔ اس ضمن میں آپ کی غازی حرمت رسول، غازی علم الدین شہید سے ملاقات کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں۔ غازی علم الدین شہید عشاق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قافلے کے سرکردہ رکن ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ الرحمٰن کی غازی علم الدین شہید سے کس طور ملاقات ہوئی۔ اس کی جھلک آپ کے برادر اصغر حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی پیش فرماتے ہیں۔

جب راجپال خبیث نے کتاب رنگیلا رسول چھاپی تھی اس وقت مسلمانوں کے جو جذبات مشتعل تھے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں تھے۔ میں نے قبلہ شیخ الاسلام سے اجازت چاہی کہ میرا بندوق کا نشانہ بہت اچھا ہے آپ مجھے اجازت دیں کہ میں اس خبیث راجپال کو جہنم رسید کر دوں آپ نے فرمایا بے شک جب تک وہ خبیث زندہ ہے ہمارا جینا حرام ہے لیکن اس خبیث کا کوئی اور کام تمام کر دے گا اور آپ سے اللہ

تعالیٰ کوئی اور دین کی خدمت لے گا۔ بہر کیف انہی دنوں غازی علم الدین علیہ الرحمۃ کو یہ سعادت نصیب ہوئی۔ یہ 1929ء کا واقعہ ہے کچھ دنوں بعد فقیر حضرت بھائی صاحب قبلہ کے ہمراہ تونسہ شریف کی حاضری کے لیے روانہ ہوا۔ میانوالی پہنچے ان دنوں غازی علم الدین شہید میانوالی جیل میں تھے۔ ان کی ملاقات سوائے خاندان کے بند تھی۔ ہم بھی غازی علم الدین کے بھائی بن گئے چونکہ نام بھی ملتے تھے ملاقات سے مشرف ہوئے چند منٹ کی ملاقات کا واقعہ ذکر کرنا مقصود ہے۔ لوگوں نے حضرت صاحب کا غازی شہید سے تعارف کروایا عجیب منظر تھا۔ دو عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنگلہ کے اندر دوسرا باہر دونوں چاہتے ہیں کہ میں ہاتھ چومنے میں سبقت کروں آخر غازی صاحب علیہ الرحمۃ نے زور سے شیخ الاسلام کا ہاتھ جنگلہ کے اندر کھینچ کر پہلے چوم لیا بعد میں قبلہ حضرت صاحب نے غازی صاحب کا ہاتھ باہر کھینچ کر چوما اور یہ شعر پڑھا۔

دار را معراج مے دانند سرداران عشق
عشق کے ہر بو الہوس را بر سردار آورد

اس کا معنی اور مفہوم بھی بیان فرمایا مجھے آج تک اس بازوق ملاقات کا منظر یاد ہے ہمیں بھی وہ مبارک ہاتھ چومنے کا شرف حاصل ہوا۔ (ایضاً)

احترام سادات:

شیخ الاسلام نسبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے سادات کرام کا بہت پاس اور ادب فرماتے کسی سید زادے کو نیچے نہ بیٹھنے دیتے بلکہ چارپائی اور کرسی پر بیٹھاتے اور جب حاضرین مجلس میں ہر ایک کا تعارف نہ ہوتا اور خود چارپائی پر آرام فرما ہوتے تو فرماتے خدا کے لیے اگر کوئی سید ہو تو نیچے نہ بیٹھنا اور مجھے اس بے ادبی کی وجہ سے کفر میں مبتلا نہ کر دینا۔

حضرت علامہ محمد اشرف سیالوی صاحب فرماتے ہیں دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام میں ایک سید زادے مدرس مقرر ہو گئے جن کی طبیعت میں درشتی تھی اور بچوں پر سختی کرتے تھے جب ناظم اعلیٰ کے پاس شکایت پہنچی تو وہ انہیں فارغ کرنے پر تیار ہو جاتے۔ شاہ صاحب کو خود بھی ایسا خطرہ محسوس ہوتا تو دوڑتے دوڑتے حضرت شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور عرض کرتے مجھے مدرسہ سے نکالا جا رہا ہے۔ اور میری سخت مخالفت ہو رہی ہے۔ آپ فرماتے شاہ جی مطمئن رہو اگر تمہیں دارالعلوم سے نکالا گیا تو میں بھی یہاں سے نکل جاؤں گا اور بفضلہ تعالیٰ سالہا سال سے وہ اب تک باقاعدہ مدرس چلے آرہے ہیں۔ (ضیائے حرم)

کوئی جذبۂ محبت میرے کام آگیا:

عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ان بلندیوں پر فائز ہو کر آپ کو اس طور انعامات ربانی سے نوازا گیا کہ آپ کو بارہا حضور علیہ السلام کے رخ انور کی زیارت سے فیضیاب کیا گیا۔ حضرت شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی کے قلم سے زیارت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی داستان نذر قارئین ہے۔

آپ کے برادر اصغر خواجہ فخر الدین سیالوی صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ حضور شیخ الاسلام کا زمانہ طالب علمی تھا کہ رسول کریم علیہ صلوٰۃ والتسلیم کا دیدار نصیب ہوا۔ عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے ایک صحابی تھے جن کو شرح صدر حاصل نہیں تھا آپ نے ان کے سینہ پر ہاتھ پھیرا تو ان کی شرح صدر حاصل ہو گیا یہ عرض کرتے ہی رحمت مجسم سرتاپا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دست جود و نوال دراز کیا اور آپ کے سینہ پر پھیرنا شروع کر دیا اور ساتھ ہی پوچھتے جا رہے تھے وہ صحابی ابو ہریرۃ ہیں۔ وہ فلاں ہیں وہ فلاں ہیں، آپ عرض کرتے ہیں مجھے صحیح یاد نہیں اور معاملہ حدیث پاک کا ہے اپنے طور پر کہنا خلاف ادب ہے۔ بہر کیف ادھر سے التجا زبان پر نہیں آئی تھی کہ نور مجسم صلی

اللہ علیہ وسلم نے پورا فرما دیا۔ (حیات شیخ الاسلام)

حضور شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ قمر الحق والدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چھوٹی عمر میں میری آنکھ خراب ہوگئی بہت علاج کرایا فرق نہ آیا اور شفا حاصل نہ ہوئی تو ایک رات اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہوا یعنی سیال شریف میں جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات جلوہ گر ہوئی۔ اور میں اس سعادت سے بہرہ ور ہوا تو جس جگہ آپ تشریف فرما تھے۔ صبح کو اٹھ کر میں نے اس جگہ سے خاک اٹھا کر آنکھ میں ڈالی تو آنکھ فوراً نور علیٰ نور ہوگئی۔ (انوار قمریہ حصہ دوم صفحہ 185)

شیخ الاسلام اور محبتِ شیخ:

حضور شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ الرحمٰن نے 7 ربیع الاوّل شریف 1389ء کو فرمایا اعلیٰ حضرت خواجہ محمد شمس الحق والدین سیالوی رضی اللہ عنہ نے دوبار زیارت بخشی ہے۔ پہلی بار اس حالت میں زیارت ہوئی کہ ان کے پاس کتاب توضیح تلویح ایک چھٹی پر رکھ کر پڑھ رہا ہوں مجھے خیال آیا کہ اتنی بڑی بلند پایہ ہستی کے پاس توضیح تلویح پڑھ رہا ہوں ان سے تو زیادہ فیض حاصل کرنا چاہیے یہ کتاب تو دوسرے اساتذہ سے بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ چنانچہ اسی خیال پر میں نے کتاب بند کر دی۔ خواجہ شمس العارفین رضی اللہ عنہ نے استفسار فرمایا کہ کتاب کیوں بند کی ہے۔ میں نے عرض کیا غریب نواز آپ زیادہ فیض بخشیں اور تونسہ شریف کی راہ میں مروں۔

(انوار قمریہ جلد دوم صفحہ 193)

یاران طریقت مذکورہ واقعہ سے اچھی طرح اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو اپنے شیخ سے کتنی عقیدت ومحبت تھی جگر گوشہ شیخ الاسلام والمسلمین حضور امیر شریعت خواجہ محمد حمید الدین قمری سیالوی زیب سجادہ آستانہ عالیہ سیال شریف فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ

الاسلام کے ڈرائیور غلام حیدر سے پوچھا کہ بتاؤ کہ حضور مہینہ بھر میں کتنی بار تونسہ شریف حاضر ہوتے ہیں تو غلام حیدر نے بتایا کہ یہ حاضریاں گنتی میں تو نہیں آسکتی البتہ اس بات سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ تونسہ شریف سے پہلے ایک ڈیرہ آتا ہے جب آپ تونسہ شریف حاضر ہوتے ہیں تو وہاں وضو فرماتے ہیں جب ہم دوسری بار حاضر ہوتے تو گاڑی کے ویلوں کے نشان ابھی باقی ہوتے تھے کہ ہم پھر حاضر ہو جاتے ناظرین اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہفتہ پندرہ دن بھی مشکل سے گزرتے ہوں گے کہ آپ پھر تونسہ پاک حاضر ہوجاتے۔ طفیل احمد فائق خطیب کلیرہ ضلع جھنگ تحریر کرتے ہیں کہ ایک بار تونسہ شریف سے واپسی پر شیخ الاسلام اپنے جھنگ والے مکان میں تشریف فرما تھے۔ فرمانے لگے تونسہ شریف جاتے ہوئے طبیعت بہت مسرور تھی اور سفر نہایت آرام سے گزرا۔ لیکن واپسی پر سخت تھکاوٹ ہے بندہ نے عرض کیا وہ شوق وصال تھا۔ یہ کلفت ہجر، حضور نے پکڑ کر بٹھالیا اور پھر کوئی گھنٹہ ڈیڑھ تک سلسلہ کلام جاری رہا۔ فرمانے لگے تونسہ شریف بار بار حاضری کے لیے اللہ کریم موقع دے رہا ہے۔ ہر ہفتہ بلکہ بعض دفعہ ہفتہ میں دو دو تین تین بار یہ سعادت نصیب ہو رہی ہے۔ ایک بار تو وضو کا پانی بھی خشک نہیں ہوا تھا کہ دوبارہ حاضری نصیب ہوئی۔

(ضیائے حرم)

لیجئے اب ذرا حاضری کی کیفیت ملاحظہ فرمایئے۔

صاحبزادہ عزیز احمد صاحب مکان شریف والے تحریر فرماتے ہیں کہ حضور شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ نے اپنے شیخ غوث زماں قطب دوراں حضرت شاہ محمد سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ اور ساکنان تونسہ شریف سے اظہار نیاز کا جو معیار قائم کیا ہے۔ اس کی مثال دنیائے عقیدت میں نہیں ملتی وقت کے شیخ الاسلام اپنے مرشد کے گلی کوچوں میں کبھی تو جھاڑو دے رہے ہیں اور کبھی کاسہ اٹھا کر خانوادہ

پیر پٹھان کے دروازوں پر بھیک مانگنے جارہے ہیں۔ اس عقیدت و نیاز کے اظہار میں انہیں منصب شیخ الاسلام اور سجادہ نشینی کا قطعاً خیال نہیں رہتا تھا۔ عشق و محبت اور روحانیت کی دنیا میں اس کسر نفی نے حضور شیخ الاسلام کو ایسا منفرد مقام عطا کیا ہے جو عرصہ دراز تک شائد ہی کسی کے نصیب میں ہو۔ (ذکر عزیز صفحہ 103)

حضرت شیخ الحدیث کے نور بار قلم سے اس کیفیت سے آگاہی حاصل کیجئے ایک بار حضور شیخ الاسلام تونسہ پاک روضہ شریف پر حاضر ہوئے آپ کی دستار مبارک آپ کے گلے میں بطور رسی ڈال کر حضرت خواجہ نصیر الدین مہاروی نے اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی اور آگے آگے چل رہے تھے اور وقت کا شیخ الاسلام اور عظیم روحانی پیشوا اور لاکھوں مریدین کا مرکز عقیدت بارگاہ سلیمانی میں اس انداز سے حاضر ہو رہا تھا۔

عجب ندامت ہے سر جھکانے کی
زمین خراب نہ ہو تیرے آستانے کی

جب حاضرین کی نظر آپ پر پڑی تو سب کی بے اختیار چیخیں نکل گئیں اور ہر ایک زار و قطار رونے لگا، ان آہوں اور ہچکیوں کا سبب اس عظیم المرتبت شخصیت کا عجز و انکسار تھا اور غایت تواضع اور ان کے اس اقدام سے حضرت تونسوی کی شان سلیمانی کا تصور و تخیل جو صرف اس وقت کما حقہ' حاضرین کے ذہنوں پر نقش ہوا یہ صرف ایک واقعہ نہیں بلکہ جب بھی حاضری ہوتی کسی نہ کسی پیر زادہ کو اس آزمائش سے دوچار ہونا پڑا کیونکہ نہ آپ حتی الامکان کسی وسیلہ کے بغیر روضہ اقدس میں حاضری دیتے اور نہ وہ حضرات ان کی اپیل کو نظر انداز کر سکتے لہٰذا جس انداز میں اندر لے جانے کے لیے ان کی خواہش ہوتی وہ حضرات چار و ناچار اس پر عمل پیرا ہوتے اور اس وقت ان کی حالت بھی عجیب و غریب ہوتی تھی اور ایک خاص کیفیت طاری ہوتی تھی۔

بہر حال کس کو معلوم کہ اپنے آپ کو مجرموں کی طرح بارگاہ سلیمانی میں حاضر کرنے والے محمد قمر الدین بھی اپنے وقت کا آصف ہے۔ (ضیائے حرم شیخ الاسلام نمبر)

ایک عرس شریف کے موقع پر خانوادہ سلیمانی کے دو کمسن شہزادے بھی تشریف لائے جن کی عمریں پانچ، چھ سال سے متجاوز نہیں ہوں گی۔ آپ ان کو خوش رکھنے کے لیے ہر فرمائش پوری کر رہے تھے کہ انہوں نے کندھوں پر اٹھا کر بازار لے جانے کی فرمائش کر دی۔ حضور شیخ الاسلام نے بلا چون و چرا اس فرمان کی سعادت سمجھ کر پورا کر دیا جب بازار میں پہنچے تو انہوں نے دوڑنے کا حکم دیا۔ عرس مبارک کا موقع، مریدین اور معتقدین کا ازدحام ہے اور ادھر شیخ الاسلام اپنے شیخ طریقت کے ساتھ عشق و مستی کا انمٹ نقش حاضرین کے دلوں پر نقش کر رہے ہیں اور اپنی شخصیت اور خداداد عظمت کو ان نونہالوں کے تعمیل ارشاد میں رکاوٹ نہیں بننے دیتے، تونسہ مقدسہ حاضری کے وقت سرائے میں قیام ہوتا خاص اہتمام سے آپ کو روٹی بھیجی جاتی لیکن شیخ الاسلام کو اس طرح معزز و مکرم مہمان بن کر بیٹھ رہنا کب پسند تھا۔ چپکے سے نکلتے اور شہزادگان تونسویہ کے دروازوں پر حاضر ہوتے۔ دامن پھیلا کر کھڑے ہو جاتے اور جو خادمہ اندر جانے لگتی اس سے کہتے اندر جا کر عرض کرو۔ ایک سائل دامن پھیلائے دروازے پر کھڑا ہے۔ اس کو ٹکڑا دو اگر کوئی نوکرانی واقف نہ ہوتی تو روکھی سوکھی ہاتھ میں لئے دامن میں ڈال دیتی آپ خوشی خوشی قیام گاہ پر آ جاتے اور یوں معلوم ہوتا گویا کونین کی نعمتیں دامن میں سمیٹ رکھی ہیں۔ خاص لنگر کی بجائے وہ روٹی لگائی جاتی اور دوسروں کو بھی کھانے کی دعوت دی جاتی۔

ایک دفعہ آپ حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی علیہ الرحمۃ کے درِ دولت پر حاضر ہوئے اور اندر جاتی ہوئی خادمہ سے فرمایا اندر جا کر عرض کرو۔ سائل درِ دولت

پر دامن پھیلائے کھڑا ہے اس کو ٹکڑا ڈالو۔ وہ خادمہ آپ کو جانتی تھی۔ اندر جا کر حضرت تونسوی کو آپ کے الفاظ سنائے تو آپ کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور بدن پر لرزہ طاری ہو گیا۔ فوراً اپنے ہاتھوں سے خاص لنگر کا زردہ پلاؤ اور دیگر خوردنی اشیاء برتنوں میں ڈال کر اور اپنے دونوں صاحبزادگان خواجہ فخر الدین تونسوی اور خواجہ معین الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے سروں پر رکھوا کر لائے اور فرمایا آپ قیام گاہ پر چلیں یہ دونوں آپ کا کھانا لے کر وہاں حاضر ہو رہے ہیں۔ (ضیاء حرم شیخ الاسلام نمبر)

ایک دفعہ خواجہ نظام الدین تونسوی علیہ الرحمۃ کا ایک قوال سیال شریف بموقعہ عرس مبارک حاضر ہوا۔ قوال حقہ نوشی کا عادی تھا اور نظر بھی کمزور تھی آدھی رات کو اٹھ کر باہر پھر رہا تھا۔ اور حقہ نہ ملنے کی وجہ سے سخت بے قرار تھا۔ حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ الرحمٰن گھر سے باہر تشریف لائے سردی کے موسم میں اس قوال کو باہر پھرتے ہوئے دیکھا سلام کے بعد باہر پھرنے کا سبب پوچھا قوال نے آپ سے نام و پتہ پوچھا آپ نے (صرف اسی وجہ سے کہ یہ میرے پیر خانے سے آیا ہے) فرمایا، بس غلام ہوں فرمایئے حکم کیا ہے؟ اس نے (سمجھا کہ شاید یہ سیال شریف کا کوئی خادم ہے کیونکہ نظر کمزور تھی) کہا بس تم لوگ غلام، غلام کا بولنا جانتے ہو مجھے حقہ نہ ملنے کی وجہ سے سخت پریشانی ہے اس کا انتظام کر دو تب سمجھوں گا تم غلام ہو۔

نازش دوراں حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ وقتی طور پر سوچ میں پڑ گئے کہ اس وقت حقہ کہاں سے دستیاب ہو۔ دربار عالیہ پر تو اس کا نام ونشان نہیں مل سکتا۔ فوراً خیال آیا کسی کنوئیں (کھوہ) پر چلتے ہیں کسی سے مل جائے گا ایک کنوئیں پر گئے حقہ موجود پایا جب اس پر ہاتھ رکھا اس کا مالک دوڑتا ہوا آیا، حضور والا۔ آپ اور حقہ اور وہ بھی اس وقت، فرمایا کہ عزیز ترین مہمان ہے اور مجھے حقہ تیار کرنا آتا نہیں لہٰذا اس کا تمبا کو وغیرہ درست کر دو اور تیار کر کے میرے حوالے کر دو اس نے تیار

کر کے ہمراہ چلنے اور پہنچانے کے لیے ہر چند اصرار کیا مگر آپ نہ مانے خود حقہ اٹھا کر اس قوال کے پاس لائے اس کو اپنی جگہ قالین پر بٹھایا اپنے ہاتھ سے حقہ پکڑ رکھا جب وہ دو چار کش لگا چکا اور ہوش و حواس بحال ہوئے تو شکریہ ادا کرنے کے ساتھ ہی پتہ اور نام پوچھنے لگا آپ نے کافی پہلوتہی کی مگر جب اصرار حد سے بڑھا تو فرمایا مجھے قمر الدین کہتے ہیں۔ قوال بچارا قدموں پر گر پڑا اور معذرت کرنے لگا جب تونسہ مقدسہ پہنچا تو حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی علیہ الرحمۃ سے صورت حال عرض کی آپ نے اپنے مریدین اور متعلقین کو جمع کر کے فرمایا کہ لوگ پہلے زمانے کے مریدین کے قصے اور نیاز مندی و عقیدت کشی کے عجیب واقعات ذکر کرتے ہیں آؤ میں تمہیں اس دور کے مرید کی شان عقیدت اور نیاز مندی کا نمونہ بھی دکھلاؤں۔ (ایضاً)

کرامات:

تقریباً 99-1998ء کی بات ہے کہ مرکزی جامع مسجد محمدی (ہرسہ شیخ) میں ایک شخص نمازِ ظہر کے لیے داخل ہوا (یہ شخص ہماری مسجد کے نمازی تھے ان کا نام کسی مصلحت کے تحت نہیں لکھا جا رہا) آتے ہی راقم الحروف کو بڑے جذبات میں آ کر کہنے لگا سیالوی صاحب دعا کرو میری بیگم میرے گھر آ جائے۔ (وہ کافی مہینوں بلکہ سالوں سے روٹھ کر بچوں سمیت اپنی والدہ کے ہاں رہ رہی تھی)

پہلے بھی تقریباً ہر نماز پر مذکورہ شخص مجھے دعا کے لیے کہا کرتا تھا لیکن آج اس نے اتنا اصرار کیا کہ ایک اور نمازی بھی مجھے کہنے لگا سیالوی صاحب آپ اس غریب کے لیے ضرور دعا کریں یہ بیچارہ بلا ناغہ دعا کے لیے کہتا ہے میں نے وعدہ کر دیا کہ صبح بوقت تہجد انشاء اللہ تمہارے لئے دعا کروں گا۔ نماز عشاء باجماعت ادا کر کے رات کو میں لیٹ گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ خواب میں حضور شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ میرے غریب خانہ میں داخل ہو رہے ہیں سفید لباس سر مبارک پر سفید عمامہ

شریف باندھا ہوا ہے۔ اس وقت خواب میں ہی میرے دو پیر بھائی میرے ساتھ کمرے میں موجود ہیں، میں انہیں کہتا ہوں وہ دیکھو میرے گھر پیر سیال آ گئے ہیں۔ میرے غریب خانے میں ایک چارپائی ہے جس پر سفید رنگ کی چادر بچھی ہوئی ہے۔ حضور شیخ الاسلام اس پر آ کر لیٹ جاتے ہیں، میں سامنے زمین پر حاضر ہوں۔ آپ کہنی کا سہارا لئے دراز ہیں۔ آپ کے قدموں کی طرف جو میرا دھیان گیا تو وہی آدمی جو ظہر کے وقت دعا کے لیے کہہ رہا تھا آپ کے قدموں میں چارپائی کا پایہ پکڑ کر زمین پر بیٹھا ہے۔ حضور شیخ الاسلام مجھے مخاطب ہو کر انگلی کا اشارہ اپنے قدموں میں بیٹھے ہوئے شخص کی طرف کر کے ارشاد فرماتے ہیں۔ مولوی صاحب کل ظہر کے وقت اس آدمی نے کیا کہا تھا، میں نے عرض کی حضور اس نے مجھے دعا کے لیے کہا تھا کہ میری بیگم گھر آ جائے۔ مولوی صاحب پھر آپ نے کیا کہا۔ حضور میں نے کہا تھا کہ رات تہجد کے بعد دعا کروں گا۔

آپ نے بڑی سنجیدگی سے فرمایا، مولوی صاحب میں تہجد سے پہلے اس لئے سیال شریف سے آیا ہوں کہ اس آدمی کے لیے دعا نہیں کرنی کیونکہ جس دن بھی اس کی منکوحہ نے اس کے گھر قدم رکھا یہ آدمی ایسی مصیبت میں گرفتار ہو گا جو ایک بہت بڑی مصیبت ہو گی۔ بلکہ اسے کہو کہ اس عورت کا خیال دل سے نکال دے میں نے عرض کی حضور ٹھیک ہے۔

بس اتنی دیر تھی کہ وہ آدمی آپ کے پاؤں کی جانب سے غائب ہو گیا آپ نے فرمایا مولوی صاحب میں نے آج رات تمہارے گھر میں ہی رہنا ہے۔ آپ اسی چارپائی پر لیٹ جاتے ہیں، میرے دو ساتھی اور میں زمین پر سو جاتے ہیں۔ خواب میں ہی رات کے دو بجے کا وقت محسوس ہوتا ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ حضور شیخ الاسلام سے رضائی نہ اتر گئی ہو درست کرنے کی نیت سے حضرت کے قریب جاتا ہوں

تو آپ تسبیح پر کچھ پڑھ رہے ہوتے ہیں اور مجھے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں مولانا رضائی ان سے اتر تی ہے۔ جو سو جاتے ہیں ان کلمات کی سماعت کے بعد میری آنکھ کھل جاتی ہے گھڑی دیکھتا ہوں تو واقعی رات کے دو بج رہے ہوتے ہیں۔

میں نے اس آدمی کو...... سمجھایا لیکن وہ نہ مانا ہر وقت اس عورت کے گھر لانے کے خواب دیکھتا۔ ابھی گنتی کے ہی دن گزرے تھے کہ دوپہر کے وقت وہ شخص اپنے گھر بیٹھ کر ریفل صاف کر رہا تھا کہ اس کی بیگم، ساس اور سالی یک لخت اس کے گھر آئیں مذکورہ شخص نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ بندوق میں گولی بھری اور فائر کر دیا گولی سیدھی اس کی جواں سالہ سالی کو لگی جو موقع پر ہی مر گئی اس پر مقدمہ چلا اسے سزائے موت سنا دی گئی ہے۔

برادران طریقت! دیکھو حضور شیخ الاسلام کا فرمان حرف بحرف پورا ہو گیا اور پتہ چل گیا کہ اولیاء اللہ عالم برزخ میں بھی ہوں تو عالم دنیا سے ان کا رابطہ رہتا ہے۔

زیارت امام اعظم:

راقم الحروف کے استاد محترم اور حضور شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ الرحمٰن کے چہیتے مرید غازی ملت حضرت علامہ الحاج قاضی غلام رسول غازی سیالوی (متوفی 14 اگست 2000ء) رحمتہ اللہ علیہ نے مجھے دوران سفر ایک واقعہ سنایا تھا جو قارئین کی ضیافت طبع کے لیے پیش خدمت ہے۔ غازی صاحب علیہ الرحمۃ نے بیان کیا کہ شیخو پورہ میں ایک جلسہ تھا جس کی صدارت حضور شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ الرحمٰن فرما رہے تھے ایک مولوی صاحب جو سلسلہ قادریہ سے منسلک تھے حاضر ہوئے اور عرض کی حضور مجھے امام الائمہ سراج الامہ حضرت سیّدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی زیارت کا اشتیاق ہے لیکن کامیابی حاصل نہیں ہو رہی۔ بندہ نوازی فرمائیں تاکہ مجھے گوہر مراد مل جائے۔

آپ نے اُن مولانا صاحب کو کوئی عمل بتایا اور فرمایا عمل کرو انشاء اللہ تعالیٰ امام اعظم رضی اللہ عنہ زیارت سے مشرف فرمائیں گے۔ موصوف نے حسب ارشاد عمل کیا تو کیا دیکھتا ہے کہ کوفہ کی جامع مسجد لوگوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی ہے میں اس مسجد میں داخل ہو کر لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کہاں تشریف رکھتے ہیں۔ آواز آئی منبر پر۔ میں شوق زیارت میں منبر کی طرف بڑھتا ہوں تو دیکھ کر حیران رہ جاتا ہوں کہ منبر پر تو حضور شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ الرحمٰن جلوہ فرما ہیں۔ میں نے وہاں پر موجود لوگوں سے کہا بھائیو! یہ تو کوئی اور بزرگ یعنی پیر سیال ہیں لوگوں نے بصدق وزبان کہاں میاں نہیں یہ امام اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔ خیر میں نے قدم بوسی بھی کی اور زیارت کی دولت بے بہا سے بھی مالا مال ہوا اور صبح ہی میں نے درگاہ معلیٰ سیال شریف کے لیے رخت سفر باندھا جب سیال شریف حضور شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ الرحمٰن کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو بیعت کی درخواست کی لیکن آپ نے یہ کہتے ہوئے بیعت سے انکار کر دیا کہ میاں تمہاری بیعت پہلے سلسلہ قادریہ میں ہے اب میں آپ کو بیعت نہیں کر سکتا۔ مولوی صاحب نے کافی اصرار کیا لیکن کامیابی ندارد۔ کیوں کہ آپ تکثیر مرید کی کوشش نہیں کرتے تھے بلکہ آپ ہمیشہ تکمیل مرید کی کوشش فرمایا کرتے تھے۔

تحریکات اور شیخ الاسلام:

یوں تو حضور شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ الرحمٰن کی ساری زندگی ہی تحریک ہے جو پونی صدی پر پھیلی ہوئی ہے اور/جو اپنے تنوع، رنگارنگی اور ہمہ گیری کی وجہ سے پورے ماحول پر چھائی ہوئی ہے لیکن حضور کی حیات میں جو تحریکات مسلمانوں نے برپا کی ہیں۔ تحریک پاکستان (اس پر ناچیز علیحدہ ایک مقالہ لکھا انیس اہل سنت کے شمارہ نمبر 8 جلد نمبر 20 میں چھپ چکا ہے) سنی کانفرنس منعقدہ بنارس تحریک نظام مصطفےٰ، تحریک

ختم نبوت (جس کے بارے میں علامہ محمد صدیق ہزاروی اپنی کتاب تاریخ ساز شخصیات صفحہ 170 پر نقل کرتے ہیں کہ 1952 میں علماء کا ایک کنونشن برکت علی اسلامیہ ہال میں ہوا جس میں آپ کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا۔ آپ نے اس کنونشن میں فرمایا کہ قادیانیوں کا مسئلہ باتوں سے حل نہیں ہوگا۔ آپ مجھے حکم دیں میں قادیانیوں سے نپٹ لوں گا اور چند دنوں میں ربوہ کو صفحۂ ہستی سے ناپید کر دوں گا) شوشلزم کے خلاف تحریک، ان تمام تحاریک میں صرف آپ نے حصہ ہی نہیں لیا بلکہ قیادت فرمائی ہے۔ آپ کے کارناموں سے ان تحریکوں کی تاریخ بھری پڑی ہے۔

ستارہ امتیاز:

آپ کی دینی علمی وملی خدمات سے متاثر ہوکر یوم آزادی پاکستان 14 اگست 1981ء کے موقع پر مذکورہ خدمات کے اعتراف کے طور پر صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے تمغہ (ستارۂ امتیاز) پیش کیا جو کہ 14 اگست 1981ء کو پاکستان گزٹ میں شائع ہوا۔ یہ تمغہ 23 مارچ 1982ء کو جگر گوشہ شیخ الاسلام حضور امیر شریعت خواجہ محمد حمید الدین قمری سیالوی مدظلہ العالی سجادہ نشین سیال شریف نے وصول کیا۔ حضور شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ الرحمٰن کے وصال کے بعد اس تمغہ کا اعلان کیا گیا۔ (انوار قمریہ جلد اوّل صفحہ 42)

وصال پر ملال:

عظیم روحانی پیشوا۔ اسلام کے چہرے کی ضیاء ممتاز عالم دین قمر ولایت اور تحریک پاکستان کے نامور مجاہد شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمر الدین سیالوی نے 20 جولائی 1981ء بمطابق 17 رمضان المبارک 1401ھ کو کمبائنڈ ملٹری ہسپتال لاہور میں انتقال فرمایا۔ آپ کے وصال کی خبر پھول کی خوشبو کی طرح پھیل گئی۔ آپ کی وفات پر آپ کے صاحبزادے خواجہ غلام نصیر الدین سیالوی صاحب نے کہا تھا:

یارِ ربِّ غفور جاتا رہا
زندگی کا سرور جاتا رہا
ہر طرف چھا گئے اندھیرے ہیں
چشمِ عالم کا نور جاتا رہا
قمرِ ذیشان کے ڈوب جانے سے
روشنی کا غرور جاتا رہا
تیری فرقت نے کیا ستم ڈھائے
ہو کے دل چُور چور جاتا رہا
ہے تو موجود دل میں تیرے نصیر
گو بظاہر وہ دور جاتا رہا

(8 شعبان 1427ھ بروز ہفتہ دوپہر سوا بارہ بجے)

تحفظ عقیدہ ختم نبوت اور

خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

مجاہد اعظم سر تاج الاولیاء گلشن پیر سیال کے مہکتے ہوئے پھول، وارث علوم رسول حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا شماران نفوس قدسیہ میں ہوتا ہے جو علم وعمل، فقر و درویشی، حق وصداقت اور امت مسلمہ کے ناخدا گزرے ہیں۔ حضور مجاہد اعظم خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ۔ ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۰۴ھ بمطابق ۹ جون ۱۸۸۷ء بروز جمعۃ المبارک بعد طلوع آفتاب عالم اسلام کے عظیم روحانی مرکز سیال شریف ضلع سرگودھا میں اشرف الاولیاء خواجہ محمد دین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام منظور حق ہے۔ آپ کو بچپن ہی سے علوم اسلامیہ کا بے حد شوق تھا۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد ممتاز افاضل سے علم دین کی تکمیل کی۔ ۲ رجب المرجب ۱۳۲۷ھ اشرف الاولیاء خواجہ محمد دین سیالوی رضی اللہ عنہ انتقال کر گئے تو آپ باقاعدہ طور پر سجدہ نشین بنے اور (۲۱) برس آپ نے سجادگی کے فرائض بڑی عمدگی سے ادا فرمائے۔

حسن و جمال:

حضور مجاہد اعظم خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ قد و قامت، حسن و جمال اور صورت وسیرت میں بے مثال تھے۔ ایک انگریز لکھتا ہے کہ پنجاب میں، میں

نے دو جوان خوبصورت دیکھتے ہیں۔ بن داڑھی والوں میں ملک خضر حیات ٹوانہ اور داڑھی والوں میں حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سجادہ نشین سیال شریف۔

آپ نہ صرف قرآن کریم کے حافظ تھے، بلکہ بائبل پر بھی مکمل عبور رکھتے تھے۔ مطالعہ کتب سے اس قدر لگاؤ کہ اکثر و بیشتر شام کا کھانا رات کے دو تین بجے تناول فرماتے تھے۔ ملک اور بیرون ملک سے دینی کتب کا بہت بڑا ذخیرہ منگوا کر کتب خانہ میں خاصی توسیع کی۔

دینی علوم کی اشاعت کے لیے آپ کی کوششیں ہمیشہ عروج پر رہیں۔ آپ نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے ۱۳۲۹ھ میں قادیانیت کے رڈ میں ایک مستقل کتاب ''معیار المسیح'' تصنیف فرمائی۔ معیار المسیح کے چند اقتباسات آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ جس سے آپ کو حضور مجاہد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ختم نبوت پر علمی خدمات کا پتہ چلے گا۔

معیار المسیح کے صفحہ ۱۲ پر آپ مرزا کو للکارتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ پھر تو دجال ایک قوم بھی نہ رہا۔ بلکہ بہت سے گروہ اور قوموں میں منقسم ہو گیا۔ صاحب ذرا ہوش میں آیئے اور خیال فرمایئے کہ یہ نصاریٰ دجال نہیں بن سکتے اور ریل گاڑی گدھا نہیں بن سکتی۔ اور علاوہ ازیں حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ بن مریم مشرق دمشق میں اتریں گے یعنی بیت المقدس میں دو فرشتوں کے کاندھے پر ہاتھ رکھے ہوئے اور ان کے دم سے کافر مر جائیں گے۔ جہاں تک نظر جائے گی وہاں تک ان کا دم پہنچے گا۔ مگر آپ کے مرزا صاحب کی آسمانی منکوحہ یعنی محمدی بیگم کو اس کا خاوند پہلو میں بٹھا کر آج تک عیش اڑا رہا ہے اور زندہ ہے۔ حالانکہ مرزا صاحب کی پیشین گوئی بڑے زور سے نکلی تھی کہ یہ تین سال کے اندر مر جائیں گے۔ مگر دعا کے برعکس پیشین گوئی غلط پڑی اور اسی افسوس میں مرزا صاحب اس سے پہلے ہی مر گئے۔

صفحہ ۲۵ پر حضور ثالث غریب نواز خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ ''ولقد یسرنا القرآن للذکر فهل من مدکر'' نقل فرمانے کے بعد راقم ہیں کہ یہ آیت چار دفعہ اللہ عزوجل نے سورۃ قمر میں بیان فرمائی ہے۔ مناسب ہے کہ آپ اس سے نصیحت پکڑیں اور کاذب مسیح سے پرہیز کریں کہ ان کی طرح اور بھی پہلے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر چکے ہیں اور کئی بعد میں کرتے رہیں گے۔ چنانچہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی خبر فرما دی ہے۔ مثلاً ابن صیاد اور مسیلمہ کذاب وغیرہ وغیرہ۔

عن ابی هریرة قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لاتقوم الساعة حتی یبعث کذابون دجالون قریب من ثلاثین کلهم یزعم انه رسول الله

روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ قائم ہوگی قیامت یہاں تک وہ اٹھائے جائیں گے جھوٹے مکار تقریباً تیس تک ہر ایک گمان کرے گا کہ وہ نبی ہے یعنی ہر ایک نبوت کا دعویٰ کرے گا۔

اور بہت سے ہو گزرے ہیں ان میں سے شہروں میں اور ناکامیاب و ہلاک کیا اللہ عزوجل نے ان کو اور اسی طرح کرے گا۔ باقی مدعیوں کے ساتھ اور دجال خارج ہے۔ اس گنتی سے وہ کہ وہ دعویٰ الوہیت کا کرے گا۔

صفحہ ۲۷ پر حضور ثالث غریب نواز خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت درج فرماتے ہیں کہ:

اتبعو السواد الاعظم فانه من شذشذ فی النار۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تابعداری کرو بڑی جماعت کی اس لئے کہ جو شخص اکیلا ہوا اسے آگ میں ڈالا جائے گا۔

متذکرہ فرمان مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم رقم کرنے کے بعد حضور ثالث غریب نواز مرزا قادیانی کی دھجیاں بکھیرتے ہیں۔

پس جو شخص سواد اعظم کی اتباع چھوڑ کر اپنی رائے سے قرآن مجید کے الفاظ میں تاویلیں کرے وہ ایسی حدیثوں کا مصداق ہوگا۔ اگر برخلاف اجماع امت مرحومہ کے جو آپ نے قمر سے مراد لی ہے۔ وہ مانی بھی جائے تو بھی کیا وجہ ہے کہ اس سے خاص مرزا صاحب ہی مراد لئے جائیں۔ اور عموماً خلفائے راشدین و اولیاء المکرمین کیوں نہ لئے جائیں اور یہ جو آپ نے بیان کیا ہے کہ قمر شمس کے تابع ہوتا ہے اور شمس سے نور حاصل کر کے اوروں کو مستفید کرتا ہے۔ کیا یہ وصف ان خلفاء عظام و اولیاء کرام میں جن کے الہامات و کرامات اظہر من الشمس ہیں۔ موجود نہ تھے۔ خیال کیجئے کہ گروہ کے گروہ مشرکین و یہود و نصاریٰ ان کے ہاتھ سے اسلام لائے ہیں۔ اور ظاہری و باطنی فیوض سے فیضیاب ہوئے ہیں۔ آپ ہی بتائیں کہ مرزا قادیانی کی دعوت سے کتنے مشرک یا یہود و نصاریٰ اسلام لائے اور دینی فیض پایا پھر بڑا تعجب ہے کہ ایک چودھویں صدی کا آدمی قمر بنا۔ حضرت قمر تو ہمیشہ شمس کے تابع ہوتا ہے نہ کہ (۱۳۰۰) تیرا سو سال بعد قمر تو قیامت تک شمس کا تابع رہے گا۔ آپ کا بنایا ہوا قمر تو خاک میں مل گیا۔ ایسی کچی تاویلوں سے کام ہرگز نہیں نکلتا یہ صرف خبط اور پگلہ پن ہے۔

صفحہ ۳۸ پر حضرت سیدنا امام مہدی رضی اللہ عنہ کے تعارف حسب و نسب اور فضائل و خصائل پر تین حدیثیں نقل کرنے کے بعد۔ مہدویت و نبوت کے جھوٹے دعوے دار قادیانی شیطان کا پول یوں کھولتے ہیں کہ:

پس ان احادیث سے صاف معلوم ہوا کہ امام مہدی سید ہوگا۔ اور اس کا نام محمد ہوگا اور اس کے والد کا نام عبداللہ۔ پس اس سے بخوبی واضح ہوا کہ امام مہدی نہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں۔ نہ غلام احمد قادیانی، بلکہ ایک علیحدہ شخصیت ہے۔ باقی رہی

حدیث لامہدی الاعیسیٰ علیہ السلام جس پر آپکا بڑا زور ہے اوّل تو یہ حدیث ضعیف ہے نقادان حدیث مثل محمد ابن جزری وغیرہم نے اس کی تضعیف کی ہے۔ پس آیات و احادیث صحیحہ کا کس طرح مقابلہ کرسکتے ہو۔ شیخ محمد اکرم صابری نے اس حدیث کو اپنی کتاب اقتباس الانوار میں کلام محذوف پر حمل فرمایا ہے۔ یعنی

لامہدی بعد المہدی المشہور الذی مومن اولاد محمد وعلی علیہم السلام الاعیسیٰ

بلکہ مرزا صاحب کے ایک شعر سے بھی ان کا دو ہونا ثابت ہے:

مہدی وقت و عیسیٰ دوراں
ہر دورا شہسوار می بلیم

شاید آپ پھر اس عقیدہ سے پھر گئے ہوں، جیسا کہ پہلے عیسائیوں کو دجال اور ریل دابۃ الارض بنا کر آخر عیسائیوں کو یاجوج ماجوج طاعون کو دابۃ الارض قرار دیا ہے۔ افسوس ایسے نامعقول اعتقاد پر اور جو لکھا ہے، جب حدیثوں کی تطبیق نہ ہو یہ جاہلی ہے۔ صاحب! آپ تطبیق کے معنی جانتے ہو۔ لفظ کی کتابت تو اصل رسالہ تتبیق بہ حرف تا لکھتے ہو۔ معنی بھی ویسی ہی جانتے ہوں گے۔ سنیئے اصولیین کا قاعدہ ہے کہ جب دو حدیثیں آپس میں متعارض ہوں تو پہلے ان کی تاریخ معلوم کی جاتی ہے۔ اگر یقیناً معلوم ہوجائے تو یہ اوّل فرمائی ہے، تو اوّل کو منسوخ ثانی کو ناسخ قرار دیا جاتا ہے۔ اور عمل آخری پر ہوتا ہے۔ مگر اس جگہ یہ بات متحقق نہیں۔ اگر تاریخ معلوم نہ ہو تو ان کی قوت وضعف کی طرف خیال کیا جاتا ہے۔ قوی پر عمل ہوتا ہے اور ضعیف کو چھوڑا جاتا ہے۔ جیسا کہ ما نحن فیہ۔ اگر قوت وضعف میں دونوں برابر ہوں تو پھر بموجب کلیہ ان تعارضا تساقطا۔ دونوں کو چھوڑ کر قول صحابہ و اجماع کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ پس یہ کلیہ ہمارا مددگار

اور آپ کو جھٹلا رہا ہے۔ بالغرض لا مہدی الا عیسیٰ کو اگر صحیح بھی مانا جائے تو پھر بھی مرزا صاحب کو مفید نہیں۔

مرزا اپنی پیشین گوئی کے آئینہ میں:

حضور مجاہد اعظم خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ معیار المسیح کے صفحہ ۴۲ پر راقم ہیں کہ ۵ جون ۱۸۹۳ء کو امرتسر میں عیسائیوں کے مباحثہ پر مرزا قادیانی نے اپنے حریف مقابل مسٹر آتھم کی نسبت یہ پیشین گوئی دی تھی، جس کے اصل الفاظ یہ ہیں: آج رات کو مجھ پر کھلا ہے کہ میں نے بہت تفرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر کے ہم عاجز بندے ہیں تیرے۔ تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے۔ تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ اختیار کر رہا ہے۔ اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے، وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا۔ اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی، بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے۔ اس کی اس سے عزت ظاہر ہو گی۔ اور اس وقت جب پیشین گوئی ظہور میں آئے گی۔ بعض اندھے سوجا کھے (بینا) کئے جاویں گے اور لنگڑے چلنے لگیں گے۔ اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔ (جنگ مقدس صفحہ ۱۸۸) پھر فرماتے ہیں۔ میں حیران تھا کہ اس بحث میں کیوں مجھے آنے کا اتفاق پڑا۔ معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لیے تھا۔ میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشین گوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدائے تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے۔ وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لیے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے۔ روسیاہ کیا جاوے۔ میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے۔ مجھ کو

پھانسی دیا جاوے۔ ہر ایک بات کے لیے تیار ہوں اور اللہ عزوجل کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا۔ ضرور کرے گا، ضرور کرے گا، زمین و آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔ (جنگ مقدس)

مرزا العین کی اس پیشین گوئی پر اب حضور مجاہد اعظم رضی اللہ عنہ کا تبصرہ ملاحظہ فرمائیے۔ آپ ناقل ہیں کہ اس پیشین گوئی کا مضمون بالکل صاف ہے۔ یعنی ڈپٹی آتھم جس نے مسیح کو خدا بنایا ہوا ہے۔ اگر مرزا جی کی طرح موحد و مسلم نہ ہوا تو عرصہ پندرہ ماہ میں مر جائے گا اور ہاویہ میں گرایا جاوے گا۔ مگر افسوس کہ یہ ایسا نہ ہوا۔ اسلام اگرچہ اپنی حقیقت میں ایسے مکاشفات کا محتاج نہیں۔ تاہم مرزا جی نے مخالفین سے اسلام پر دھبہ لگوایا۔ اس پیشین گوئی کے متعلق مرزا جی نے جو حیرت انگیز چالاکیاں کی ہیں۔ ان کی تردید اس پیشین گوئی کے الفاظ ہی سے ظاہر ہے۔ پس اسلام کا خدا خود حافظ ہے۔ اور خود ہی اس کی حقیقت مخالفین کو ہر زمانے میں لاجواب کر رہی ہے اور کرے گی۔ قادیانی صاحب نے جو بصورت دوست مگر بعنی اسلام کے دشمن تھے۔ جہالت کی وجہ سے اسلام کی بیخ کنی کر دی تھی مگر الحمد للہ کہ علمائے اسلام نے اس کا تدارک کر لیا سعد علیہ الرحمتہ نے سچ کہا ہے۔

ترا اژدہا گر بود یارِ غار
ازاں بہ کہ جاہل بود غمگسار

ناظرین ذی احتشام، یہ چند اقتباسات آپ کی نذر کیئے ورنہ کتاب ''معیار المسیح'' مصنفہ حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی ایک ایک سطر سے عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ اور مرزا قادیانی کا رد و ابطال اظہر من الشمس ہے۔

آخر ۱۲ محرم الحرام ۱۳۴۸ھ بروز جمعتہ المبارک ۲ بجے دن آپ نے حیات طیبہ کا جام نوش فرماتے ہوئے سفر آخرت فرمایا۔ رحمتہ اللہ علیہ!

موت کو سمجھا ہے غافل اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی
جہاں میں اہل ایمان صورت خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے اِدھر ڈوبے اِدھر نکلے

☆☆☆☆☆☆

شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ اور تحریک پاکستان

حضرت شیخ الاسلام والمسلمین حضور پیر سیال لجپال خواجہ محمد قمر الحق والدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت عالم اسلام کے عظیم روحانی مرکز سیال شریف میں ضلع سرگودھا میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو ظاہری حسن عطا فرمایا تھا اس کی ہمیں تو کہیں نظیر نہیں ملتی۔ روشن چہرہ اونچی بنی چمکتی ہوئی غزالی آنکھیں جبین سعادت کی کشادگی داڑھی مبارک کا بانکپن قلب ونظر کو اسیر کر لینے والی تابدار زلفیں جمال کی رعنائیوں کے باوجود جلال الٰہی کا ایسا پرنور چہرہ پر ضوفگن رہتا تھا کہ بارگاہ اقدس میں لب کشائی کی ہمت نہ ہوتی تھی آپ کی ہمہ صفت موصوف شخصیت کے کس پہلو کا ذکر کیا جائے اور کس کا ذکر نہ کرنے پر قناعت کی جائے۔ یہ مرحلہ بڑا صبر آزما ہے لیکن محترم المقام جناب قاسم وقار سیالوی صاحب کے حکم کے مطابق اس مختصر مقالے میں تحریک پاکستان کے حوالے سے حضور شیخ الاسلام کا ذکر کرتے ہیں۔ حسن اتفاق دیکھئے کہ 1906ء میں ہی حضور شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی اور 1906ء میں ہی مسلم لیگ قائم کی گئی گویا کہ ادھر مسلم لیگ بنی اور ادھر وہ آ گئے جن کا عقیدہ تھا کہ:

خون دل دے کے نکھاریں گے رخ برگ گلاب
ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے

خیر بات کرنی ہے تحریک پاکستان کی وہ تحریک پاکستان کی جس نے اسلامیاں برصغیر کو ایک علیحدہ وطن خداداد کی دولت عطا کی اس کی بنیاد 1857ء کی جنگ آزادی کے مسلم شہدا نے اپنے خون سے رکھی تھی۔ علماء مشائخ نے اس آزمائش میں سرخروئی کی خاطر کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کیا کس کس کا نام لیا جائے کتنے ہی اسمائے گرامی ہیں جو تاریخ کے زرنگار ایوانوں کی زینت بنے ہمیں عروس آزادی سے محبت کا پیغام دے رہے ہیں۔

سرفروشان اسلام نے اپنا جگر دے کر پھانسی کے تختوں پر چڑھ کر اور کالے پانی کی تکالیف برداشت کر کے آزادی کے جس چراغ کو روشن کیا تھا اس کی ضو پاشیوں سے غلامی کے ظلمت کدوں میں سفر کرنے والوں کو آزادی کی منزل جاں نواز کی جھلک دکھائی دی۔

فرنگی آمریت جنگ آزادی کو ناکامی سے ہمکنار ہوتے دیکھ کر ہمیشہ ہمیشہ کے ہندوستانی عوام کو پابند سلاسل بنانے کا منصوبہ بنا چکی تھی برصغیر کے کتنے ہی مسلم اکابرین تھے جو انگریزی اقتدار کو تقدیر خداوندی کا پرتو سمجھتے تھے ملک کا جاگیردار طبقہ تو پہلے ہی اپنی مصلحتوں کا اسیر تھا۔ اب حریت پسندوں کے جذبہ آزادی کا مول لگانے کے لیے بڑھ چڑھ کر قیمت لگائی جا رہی تھی ایسے نامساعد حالات میں برصغیر کے جن عظیم فرزندان حریت نے اپنے خون جگر سے کشت آزادی کو سیراب کیا اور اپنے جوش ایمانی سے جدوجہد آزادی کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔ ان میں شیخ الاسلام المسلمین حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام بصد آب و تاب جگمگاتا نظر آتا ہے۔

حضرت خواجہ محمد قمرالحق والدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشینوں کے اس طبقہ خاص سے تعلق رکھتے تھے۔ جس نے ہر دور میں اسلامیان عالم کی رہنمائی کا حق ادا

کیا تھا۔ سواد اعظم سے تعلق رکھنے والے مشائخ اور علمائے حق 1857ء کی جنگ آزادی کی زندہ و پائندہ روایت کو آگے بڑھانے کے لیے میدان عمل میں نکل آئے صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی سید محمد شاہ محدث کچھوچھوی، علامہ امجد علی اعظمی، شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی، خواجہ عبدالرحمٰن محدث علی پوری، علامہ ابوالحسنات حضرت غزالی زماں سمیت بے شمار مشائخ وعلماء کے اسمائے گرامی تحریک پاکستان کا اعزاز و افتخار ہیں۔ حضور شیخ الاسلام محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسلامیان برصغیر کو تحریک پاکستان کے مضمرات سے آگاہ کرنے اور اس اسلامی مملکت کی برکات سے روشناس کروانے کے لیے اس طرح کام کیا کہ بہت جلد ان کا شمار عساکر آزادی کے ہراوّل دستہ کے انتہائی بہادر اور جانباز مجاہدین میں ہونے لگا۔ خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کو انگریز دشمنی اور حق وصداقت کی پاسداری کی دولت ورثہ میں ملی ہوئی تھی۔ ایک بار آپ کی رائفل کے لائسنس کے حصول کے سلسلہ میں سرگودھا ڈپٹی کمشنر سے رابطہ قائم کرنا پڑ گیا۔ انگریز ڈپٹی کمشنر نے خط لکھ کر آپ سے دریافت کیا کہ آپ اب تک انگریزی حکومت کی جو خدمات انجام دے چکے ہیں ان کا تذکرہ کریں تا کہ آپ کو لائسنس جاری کیا جائے۔ اس صاحب ایمان و یقین شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے کمال استقامت ایمانی کے ساتھ ڈپٹی کمشنر کو لکھا کہ مجھے لائسنس مل گیا تو رائفل کی پہلی گولی انگریز بے ایمان کے سینے میں ماروں گا۔ خواجہ صاحب قبلہ فرماتے ہیں یہ جواب تو میں نے لکھ دیا کیونکہ یہ میرے ایمان کی پکار تھی مگر میں لائسنس سے مایوس ہو گیا۔ تو خواب میں حضور مجاہد اعظم خواجہ محمد ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ ملے اور فرمایا قمر الدین تم کیوں مایوس ہوتے ہو اور پھر ایک مکان کی طرف جس میں ہر قسم کی رائفلوں کا انبار تھا اشارہ کر کے فرمایا اس میں سے جو چاہو چن لو چند ہی روز گزرے تھے کہ انگریز ڈپٹی کمشنر نے خود لائسنس بنا کر بھیج

دیا۔

تحریک آزادی کا کاروان آہستہ آہستہ پاکستان کی منزل کی جانب گامزن ہو چلا تھا۔ خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ صرف تحریک پاکستان کے مقصد کو عام کرنے کے لیے مذہبی پلیٹ فارم ہی استعمال نہیں کرتے تھے بلکہ آپ نے سیاسی مرکز پر بھی جرأت آزمائیوں کی نرالی داستان رقم کی آپ ضلع سرگودھا مسلم لیگ کے صدر منتخب ہو گئے تو پاکستان دشمن قوتیں اس بندہ مومن کی یلغار سے کانپ اٹھیں۔ آپ نے اپنے مریدین و متعلقین اور ملت اسلامیہ کے حریت پسندوں کے جذبہ آزادی کو نیا رنگ و روپ بخشا اور اس علاقہ میں تحریک پاکستان کی یہ جدوجہد کفر اور اسلام اور اسلام کی آمیزش میں تبدیل ہو گئی آپ نے تحریک پاکستان کو ہمیشہ جنگ پاکستان سمجھا اور مجاہدانہ شان کے ساتھ باطل قوتوں کے مقابل صف آزار ہے۔ قیام پاکستان سے قبل مسلم لیگ کے صدر منتخب ہو گئے تو پاکستان دشمن قوتیں اس بندہ مومن کی یلغار سے کانپ اٹھیں۔ آپ نے اپنے مریدین و متعلقین اور ملت اسلامیہ کے حریت پسندوں کے جذبہ آزادی کو نیا رنگ و روپ بخشا اور اس علاقہ میں تحریک پاکستان کی یہ جدوجہد کفر اور اسلام کی آمیزش میں تبدیل ہو گئی۔ قیام پاکستان سے قبل مسلم لیگ کے شعبہ نشرو اشاعت نے ایک اشتہار شائع کیا جس کا عنوان تھا ”تحریک پاکستان اور صوفیائے کرام“۔

اس اشتہار میں شیخ الاسلام کا یہ مختصر مگر جامع پیغام درج تھا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ جنگ پاکستان میں مسلم لیگ کا ساتھ دے۔ آپ تحریک پاکستان کے ہر نازک مرحلہ پر خود پیش پیش رہے۔ انگریز حکمران جو سیاست کی بساط پر شاطرانہ چالیں چلنے کے ماہر تھے۔ اب بخوبی جان چکے تھے کہ پنجاب کی اس روحانی گدی کا سجادہ نشین جس قدر بااثر اور صاحب جلالت ہے۔ حضرت شیخ الاسلام کی جرأت مندانہ سے

انہیں قصر استبداد ڈولتا ہوا محسوس ہوا۔ انہوں نے حرص وہوس کا جال پھیلانا چاہا مراعات والقاب اور جاگیروں کا حربہ استعمال کر کے وہ نجانے کتنے شاہین صفت فرزندان حریت کو زیر دام لا چکے تھے۔ حکومت پنجاب کی طرف سے برطانیہ کے ملکہ معظم سے استدا کی گئی کہ اس مرکز سیال شریف کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے آپ کو سر ہولی نس کا خطاب دیا جائے یہ خطاب سلطنت برطانیہ کا سب سے بڑا مذہبی اعزاز تھا جو بہت کم مذہبی رہنماؤں کو دیا گیا تھا ملکہ معظم سے منظوری حاصل ہوگئی تو ایک سرکاری چھٹی کے ذریعے حضرت شیخ الاسلام کو اطلاع دی گئی کوئی اور ہوتا تو فرط مسرت سے اچھل پڑتا مگر یہاں تو انگریز کو حضرت خواجہ شمس العارفین رضی اللہ عنہ کے خانوادہ روحانی کے چشم و چراغ سے سابقہ پڑا تھا۔ حضرت شیخ الاسلام کو جونہی وہ چھٹی ملی تو آپ نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اس کے پرزے پرزے کر کے نذر آتش کر دیا اور جلال کے عالم میں فرمایا۔

''حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اور پیر پٹھان محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ سے وابستگی میرے لیے سب سے بڑا اعزاز ہے اس اعزاز کے ہوتے ہوئے دنیا کا ہر اعزاز میری نظروں میں ہیچ ہے۔

تخت سکندری پر وہ تھوکتے نہیں
بستر لگا ہوا ہے جن کا تیری گلی میں

سیاسی رشوت کے نام پر آپ کو درگاہ عالیہ کے لنگر شریف کے لیے کئی مربع اراضی کی پیش کش کی گئی اس کے علاوہ بھی کئی قسم کے مراعات کے خوش نما جال پھیلائے گئے مگر رشد و ہدایت کی فضائے بسیط پر پرواز کرنے والا یہ شاہین اپنا مقدر فکری و نظری سر بلندیوں میں ڈھونڈتا رہا اور اس نے ذاتی منفعت اور دنیاوی اعزازات کی پستیوں کی طرف ایک لحظہ کے لیے بھی دیکھنا گوارہ نہ کیا آپ مسلم لیگ

کی مقبولیت اور دوقومی نظریہ اسلام کی ترویج کے لیے مسلسل کوشاں رہے۔ ضلع سرگودھا، جھنگ، فیصل آباد، میانوالی اور برصغیر کے دوسرے اضلاع میں روسا کی کثیر تعداد آستانہ عالیہ سیال شریف کی نیاز مند تھی ان روسا کے انگریزی حکومت سے گہرے مراسم تھے اور یہ فرنگی مواعات سے پوری طرح فائدہ اٹھا رہے تھے۔ جب شیخ الاسلام خواجہ قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے کھل کر پاکستان اور مسلم لیگ کے لیے کام شروع کر دیا تو سیال شریف کے نیاز مند سیاست دان اور رئیس آزمائش میں مبتلا ہو گئے۔ یونینسٹ پارٹی جس میں ٹوانے اور نون پیش پیش تھے مسلم لیگ کی ناکامی کے لیے سرتوڑ کوشش کر رہی تھی اس جماعت کے متعدد جاگیردار زمیندار اور نواب سیال شریف سے روحانی نسبت رکھتے تھے ان سب نے واسطے دے کر خواجہ صاحب سے استدعا کی کہ "آپ چونکہ ہم سب کے مذہبی وروحانی پیشوا ہیں اس لئے آپ اس کش مکش میں غیر جانبدار ہیں اور مصلیٰ پر بیٹھ کر ہم سب کے لیے دعا کریں آپ نے ان کی ہر استدعا اور پیش کش کو ٹھکرا دیا جو آپ کو تحریک پاکستان سے روک سکتی تھی۔ آخری حربہ کے طور پر انگریز نواز روسا کی بیگمات کا ایک وفد آپ سے غیر جانبدار رہنے کی استدعا کرنے کے لیے سیال شریف حاضر ہوا کہ اگر ہماری امداد نہیں فرما سکتے تو برائے کرم مخالفت بھی نہ کریں مگر آپ نے اس موقع پر واشگاف انداز میں ان نظریات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا پاکستان ایک جنگ اسلام کی بقا اور عظمت کی جنگ ہے میں اس جنگ سے کنارہ کش نہیں ہو سکتا بلکہ اپنی ہر چیز کو اس میں قربان کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ آپ لوگوں کی سعادت مندی اسی میں ہے کہ آپ لوگ میرے ساتھ مل کر اس جنگ میں شریک ہوں اگر آپ یہ چاہیں کہ میں پاکستان کا پرچم ہاتھ سے رکھ دوں تو یہ ناممکن ہے میں آپ کو چھوڑ سکتا ہوں لیکن حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے جھنڈے کو سرنگوں ہوتا نہیں دیکھ سکتا۔

اسی طرح ایک بار خضر حکومت کے ایک وفد سے ملاقات کے بعد آپ نے تحریک پاکستان کے لیے اپنی وابستگی کا اظہار کرتے ہوئے یہ کہہ کر ان کی ہر پیش کش کو ٹھکرا دیا کہ تحریک پاکستان دو قومی نظریہ پر ایمان کا نتیجہ ہے جس میں نہ صرف میری بلکہ حکومت کی بھی شمولیت ضروری ہے اگر حکومت تحریک پاکستان میں شامل نہیں ہوتی تو مجھ کو جملہ مسلمانوں سمیت روک نہیں سکتی یہ چند مربع اراضی اور لاکھوں روپے تو کجا پوری کائنات کو بھی اٹھا کر میرے قدموں میں رکھ دیا جائے تو بھی میرے ایمان کو خریدا نہیں جاسکتا۔

1946ء میں بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس ہوئی اس کانفرنس نے قیام پاکستان کی منزل کو قریب سے قریب تر کر دیا۔ کانفرنس میں پانچ سو مشائخ سات ہزار علمائے کرام اور لاکھ سے زائد عوام اہل سنت نے شرکت کی۔ حضرت شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے بنارس سنی کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لیے ہر ممکن کوشش فرمائی ہزاروں عقیدت مندوں سمیت خود شرکت فرمائی۔ کانفرنس کے تمام اجلاس کی کارروائی کو موثر بنانے کے لیے شاندار کردار ادا کیا، کانفرنس کے اختتام پر اسلامی حکومت کے لیے لائحہ عمل مرتب کرنے کے لیے حسب ذیل حضرات کی ایک کمیٹی بنائی گئی۔

صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی، صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی، مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان، علامہ عبد العلیم میرٹھی، علامہ عبد الحامد قادری، محدث کچھوچھوی، دیوان آل رسول اجمیر شریف سید ابو البرکات قادری حضرت پیر عبد الرحمٰن بھر چونڈی شریف، پیر صاحب مانکی شریف، مصطفیٰ علی بخشی، علامہ ابو الحسنات قادری اور شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ اس کانفرنس میں جو جماعتی موقف اختیار کیا گیا وہ یہ تھا کہ پاکستان ہماری زندگی ہے اس کا حاصل کرنا ضروری ہے اس

سلسلہ میں (خدانخواستہ) مسلم لیگ اگر مطالبہ پاکستان سے دستبردار بھی ہو جائے تو آل انڈیا سنی کانفرنس اس سے دستبردار نہ ہوگی۔

خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے رابطہ کمیٹی کے ایک رکن کی حیثیت سے سنی کانفرنس کی قراردادوں اور فیصلوں کو عملی جامہ پہنانے کی اس طور کوشش کی کہ حالات کے گرد آلود مطلع میں پاکستان کا حسین تصور بہت جلد اپنی آب و تاب کے ساتھ ابھرتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ ضلع سرگودھا مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے آپ کی مساعی جمیلہ تحریک پاکستان کا اعزاز بن گئیں۔ خضر حکومت نے جب دیکھا کہ بڑے بڑے لالچ اور بڑی سے بڑی دھمکی سے بھی اس مرد مجاہد کے پائے استقامت میں لغزش پیدا نہیں ہو سکتی تو پھر سرگودھا شہر اور اس کے ملحقہ قصبات میں آپ کی تقاریر پر پابندی عائد کر دی گئی۔ لیکن کاروان حریت کے اس سالار نے اگلے روز کمپنی باغ سرگودھا میں جلسہ عام کا اعلان کر دیا اس روز جلسہ گاہ میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی تا حد نظر آپ کے ارادتمندوں کا اجتماع عظیم تھا۔ آپ نے تحریک پاکستان کی مخالفت کرنے والوں کو للکارتے ہوئے کہا اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں لیکن ان میں خضر کا نام نہیں ہے پھر تو دھمکی کس منہ سے دیتا ہے پاکستان خدا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر حاصل ہو رہا ہے اور انشاء اللہ پاکستان وجود میں آ کر رہے گا۔ حضور ضیاء الامت مفسر قرآن جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں اہل نظر جانتے ہیں کہ تحریک پاکستان میں آپ کی عملی شرکت اور مجاہدانہ کارناموں نے اس تحریک کو کتنا توانا اور طاقتور کر دیا۔ پنجاب، سرحد وغیرہ میں جہاں جہاں آپ کے عقیدت مندوں کے مضبوط حلقے تھے وہ اپنے تمام تعلقات کو پس پشت ڈالتے ہوئے اپنی مجبوریوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے مفادات کو پاؤں تلے روندتے ہوئے پاکستان زندہ باد کے فلک شگاف نعرے لگا کر میدان میں نکل آئے جب سول نافرمانی کی تحریک کا آغاز

ہوا تو اس وقت ضلع سرگودھا مسلم لیگ کے آپ صدر تھے یہ ضلع جو انگریز کے ٹوڈیوں اور خوشامدیوں کا ضلع کہلاتا تھا اس میں سول نافرمانی کی تحریک کی کامیابی کے امکانات سیاستدانوں کو بہت کم نظر آئے تھے لیکن جب اس مرد مجاہد نے اللہ تعالیٰ کا نام لیکر اس تحریک کا آغاز کیا اور گرفتاری کے لیے اپنے آپ کو پیش کر دیا تو لوگوں کا منجمد خون گرم ہو گیا سوئے ہوئے جذبات بیدار ہو گئے اور سرگودھا کی بڑی بڑی شاہراہوں کو خواب یاد ہے کہ پیر سیال کے پروانے کس جرأت کے ساتھ انگریزی پولیس کی لاٹھیوں کے سامنے سینے تانے کھڑے ہو گئے اور اپنے پاک خون سے ارض سرگودھا کو رنگین بنا دیا۔

تمام قائدین آپ کی تعظیم کرتے تھے

تحریک پاکستان کی کامیابی اور مسلم لیگ کے مؤقف کو عوام و خواص تک پہنچانے کے سلسلہ میں آپ کی مساعی کا اعتراف تمام قومی نوعیت کے مسلم اکابرین کو تھا قائداعظم محمد علی جناح، لیاقت علی خان، سردار عبدالرب نشتر سمیت تمام مسلم قائدین آپ کی کوششوں کو تائید غیبی سمجھ کر آپ کی بہت زیادہ تعظیم کرتے تھے آپ کو اس مجاہدانہ کردار سے باز رکھنے کے لیے کہا گیا کہ آپ ایک عظیم روحانی گدی کے پیشوا ہیں جبکہ مسٹر جناح کلین شو، جنٹلمین ہے پھر آپ ان کی قیادت میں کیوں کام کرتے ہیں آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا ''پاکستان صرف قائداعظم ہی کا نہیں بلکہ سب کی امیدوں کا محور ہے قائداعظم محمد علی جناح ہمارے مؤقف کی ترجمانی بہترین انداز سے کر رہے ہیں اس لئے ہم ان کی کامیابی کے لیے کوشاں ہیں پاکستان کسی ایک شخص کا نہیں ہے بلکہ کروڑوں فرزندان حریت کے دلوں کی آواز ہے''۔

اس سلسلہ میں روزنامہ نوائے وقت کے بانی جناب حمید نظامی کے حوالے سے ایک واقعہ کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ 1944ء میں اخبار کے کالم ''سرراہ'' میں روزنامہ ڈان کی ایک خبر کا حوالہ دیکر حمید نظامی مرحوم لکھتے ہیں دروغ برگردن راوی،

ڈان کے نامہ نگار نے یہ دلچسپ واقعہ لکھا ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے خواجہ قمر الدین سیالوی سجادہ نشین سیال شریف کو خط لکھا کہ آپ مسلم لیگ کی مدد نہ کریں کیونکہ اس کے لیڈر مسٹر جناح شیعہ ہیں پیر صاحب نے وزیر اعلیٰ کو یہ جواب دیا کہ آپ کے لیڈر سر چھوٹو رام کون سے اہل سنت ہیں نظامی صاحب نے مزید تبصرہ کیا۔ کہ مسٹر جناح پر جمعیت علمائے ہند کے بعض بزرگوں کو یہ اعتراض ہے کہ وہ داڑھی نہیں رکھتے لیکن انہوں نے کبھی سوچا کہ اس ان کے شیخ الاسلام گاندھی کے چہرہ چھوڑ کر سر پر بھی کوئی بال نہیں۔

جب انگریز حکومت لالچ اور دھمکیوں سے خواجہ صاحب کو مرعوب نہ کر سکی تو آخری چارہ کار کے طور پر آپ کو گرفتار کر کے گوبر اور گندے پانی سے بھری ہوئی کوٹھری میں بند کر دیا جس میں نہ بیٹھا جا سکتا تھا اور نہ ہی نماز پڑھی جا سکتی تھی۔ پھر آپ کی ساڑھے گیارہ مربع اراضی ضبط کر لی جب اس پر بھی اس عظیم عاشق رسول اور تحریک پاکستان کے مجاہد کو ہراساں نہیں کیا جا سکا تو طرح طرح سے اذیتیں دی گئیں تا کہ آپ تحریک پاکستان سے کنارہ کش ہو جائیں لیکن اس صاحب اسرار خودی کا فقط یہی جواب تھا عزت صرف اللہ عزوجل کے اختیار میں ہے۔ اگر میں نے ایک لمحہ کے لیے بھی سوچا کہ مجھے اللہ کے سوا کوئی مٹا سکتا ہے تو میں مشرک ہو جاؤں گا۔

توحید تو یہ ہے خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

تحریک پاکستان کے نامور کارکن حکیم آفتاب احمد قریشی رقمطراز ہیں:

مشائخ میں سیال شریف کے سجادہ نشین حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک پاکستان کی بڑی سرگرم حمایت کی۔ سیال شریف کے عقیدت مند تمام ملک میں پھیلے ہوئے ہیں ٹوانے تو کئی پشتوں سے اس خاندان کے مرید چلے آرہے ہیں۔ اور ان کے خواجہ صاحب سے بڑے گہرے مراسم ہیں۔ تحریک پاکستان کا دور

آیا تو ٹوانے مسلم لیگ کے مخالف تھے۔ یونینسٹ میں شریک تھے۔ 1946ء کے انتخابات میں ٹوانے یونینسٹ پارٹی کے ٹکٹ پر الیکشن لڑ رہے تھے۔ خواجہ صاحب کے ٹوانوں سے ذاتی مراسم تھے مگر آپ نے ان مراسم کی پرواہ نہ کی۔ آپ نے ان انتخاب میں مسلم لیگی امیدوار کی پرزور حمایت کی اور صوبہ بھر کا دورہ کیا۔ انہوں نے اپنے مریدوں کو ہدایت کی وہ مسلم لیگی امیدواروں کو ووٹ دیں۔ خواجہ صاحب کا ایثار محض قومی جذبہ اور اسلام دوستی کا مرہون منت تھا۔

پاکستان کے کے پیغام کو عام کرنے کے لیے آپ نے اپنی جدوجہد کو صرف اپنے ضلع یا صوبہ پنجاب تک ہی محدود نہیں رکھا۔ بلکہ برصغیر کے تمام قابل ذکر شہروں اور قصبات کا دورہ کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے پانسہ پاکستان اور مسلم لیگ کے حق میں پلٹ گیا۔ بالآخر 14 اگست 1947ء کو پاکستان اسلامیان برصغیر کی امنگوں اور آرزوں کا ترجمان بن کر صفحہ ہستی پر اس شان سے نمودار ہوا کر ہلالی پرچم آفاق کی بلندیوں پر لہرانے لگا۔ یہ پاکستان مجاہد اعظم محمد ضیاء الدین سیالوی، شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ اور بیشمار اولیائے کرام کی دعاؤں کا فیضان ہے۔ قائد اعظم محمد علی جناح نے حضرت شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم وجدوجہد کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے آپ کے نام مکتوب میں لکھا:

"پاکستان کی تحریک میں مشائخ عظام کی خدمات بڑی عظیم اور قابل قدر ہیں۔ آپ اطمینان رکھیں پاکستان میں یقینی طور پر اسلامی قانون نافذ ہوگا"۔

خواجہ عابد نظامی صاحب رقمطراز ہیں کہ:

"قائداعظم کی وفات کے بعد لیاقت علی خان نے سرگودھا میں دو گھنٹے حضور شیخ الاسلام سے ملاقات کی۔ اس ملاقات میں آپ نے لیاقت علی کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ اسلامی قوانین کے نفاذ میں...... سے کام لو گے تو مٹ جاؤ گے...... اس پر لیاقت علی

خان نے جواب دیا۔ واقعی ہم اسلام کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ اور مشرقی پاکستان کو تو صرف اسلامی قانون ہی کی بدولت ہم اپنے ساتھ شامل رکھ سکتے ہیں۔ افسوس! تو اس بات کا ہے قائداعظم اور لیاقت علی خان کا دن تو ہم مناتے ہیں لیکن جن سے ملنے لیاقت علی خان بھی سرگودھا آیا کرتے تھے اس شیخ الاسلام کا دن نہیں مناتے جو پورے برصغیر میں دن رات ایک کئے تحریک پاکستان کے راستے ہموار کرتا رہا۔ آج اس شیخ الاسلام کا دن ہم نہیں مناتے۔

قارئین ذی احترام! رات کے پونے چار ہو چکے ہیں اب ان الفاظ پر گفتگو ختم کرتے ہیں ورنہ شیخ الاسلام تو وہ ہیں جن کے تذکرہ سے مردہ دلوں کو زندگی پائندگی کی دولت میسر آئی۔

23 جولائی 2006ء بروز اتوار رات 3 بجکر 45 منٹ پر یہ الفاظ ترتیب دیئے۔

میرا پیشوا میرا دلربا	میرے دل میں ہے جو بسا ہوا
وہ جو حسن سے بھی حسین ہے	میرا خواجہ قمر الدین ہے
جو مثال اپنی مثال ہے	وہی میرا پیر سیال ہے
جو محبتوں کا امین ہے	میرا خواجہ قمر الدین ہے
جو غلام تھا ایک پٹھان کا	یہی مرتبہ ہے ایمان کا
جو یقین کا بھی یقین ہے	میرا خواجہ قمر الدین ہے
جو گلاب عشق رسول ہے	یہ کمال حب بتول ہے
وہ جو خوشبوؤں کی زمین ہے	میرا خواجہ قمر الدین ہے
وہی مرتبے میں بلند ہے	میرے خواجہ کو جو پسند ہے
جو خضر کے دل میں مکین ہے	میرا خواجہ قمر الدین ہے

مخدوم اہل سنت گلشن محدث اعظم کے گل سرسبز

سید محمد حسن شاہ قادری ضیائی رحمۃ اللہ علیہ

پیر طریقت پیر سید محمد حسن شاہ صاحب قادری ضیائی بن پیر طریقت رہبر شریعت سید محمد معصوم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بن سید فضل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت 1930ء میں چک سادہ شریف ضلع گجرات میں ہوئی آپ کا شجرہ نسب شہزادہ گلگوں قبا سبط رسول حضرت سیدنا مولا حسن بن مولا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔

داتا صاحب سے عقیدت:

حضرت مخدوم اہلسنّت نے ناچیز کو دو تین مرتبہ بتایا کہ بالکل بچپن میں تھا کہ میرے والد گرامی پیر سید محمد معصوم شاہ صاحب قادری نوری مجھے داتا گنج بخش فیض عالم رحمۃ اللہ علیہ کے عرس پاک پر چک سادہ شریف سے لے کر آئے اس کے بعد تقریباً 74 سال میں نے مسلسل حضور فیض عالم کے عرس پاک میں حاضری دی آخری ایک دو سالوں سے تو آپ جمعہ بھی فیض عالم کے مزار پاک والی مسجد میں ہی ادا کرتے تھے اور اس کے علاوہ بھی بکثرت حضور فیض عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دیتے تھے۔

تعلیم و تربیت:

حضرت مخدوم اہلسنّت مڈل کے بعد بحر العلوم فاضل بریلی حضور محدث اعظم

پاکستان ابوالفضل محمد سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک عرصہ رہے۔ میرا مخدوم اہلسنت سے نومبر 2003ء سے لے کر تا زیست واسطہ ورابطہ رہا۔ آپ فرماتے تھے کہ حضور محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ نے ہی میری تربیت فرمائی۔ جن دونوں آپ محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پڑھتے تھے۔ ان دنوں عالمی مبلغ اسلام پیر طریقت علامہ علاؤالدین صدیقی صاحب نیریاں شریف والے بھی جامعہ رضویہ میں زیر تعلیم تھے۔

بیعت و خلافت:

حضرت مخدوم اہلسنت پیر سید محمد حسن شاہ صاحب قادری ضیائی رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت قطب مدینہ سیدی خواجہ محمد ضیاء الدین قادری رضوی مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ آپ کے صاحبزادے سید محمد معصوم علی شاہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ والد گرامی دادا جی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دادا جی کے پیر و مرشد پیر طریقت حضرت فضل نور رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیعت کے لیے حاضر ہوئے تو حضرت فضل نور رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: شاہ جی! ان کی عمر ابھی کم ہے۔ دادا جی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا: حضور! آپ بیعت فرمالیں بعد میں میں ان کو منازل سلوک طے کرالوں گا لیکن حضرت نہ مانے۔ بعد میں جب آپ حضور قطب مدینہ سے بیعت ہوئے تو آپ نے شاہ صاحب کو سلسلہ قادریہ ضیائیہ کی خلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔ آپ کے صاحبزادہ سید محمد معصوم علی شاہ صاحب جو اکثر آپ کے ہم رکاب ہوتے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ آپ کو اپنے شیخ سے اس قدر محبت تھی کہ آپ چار مرتبہ کلاس کے ضلع سیالکوٹ خواجہ ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مکان کی زیارت کرنے تشریف لے گئے۔ مدینہ شریف حاضری کے دوران بھی اکثر حضور قطب مدینہ رحمۃ اللہ علیہ کی دست بوسی فرماتے اور آپ کی رہائش پر منعقد محفل میلاد میں شرکت کرتے۔ 1982ء میں جب قطب مدینہ کے صاحبزادہ فضیلۃ الشیخ

فضل الرحمٰن قادری رضوی لاہور تشریف لائے تو آپ نے سپیشل آدمی بھیج کر مخدوم اہلسنّت کو گھر سے بلوا کر ملاقات کا شرف بخشا اور دعاؤں سے نوازا۔

محدث اعظم اور مخدوم اہلسنّت رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت مخدوم اہلسنت اور سیدی محدث اعظم پاکستان کے بڑے اچھے مخلصانہ تعلقات تھے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ داتا دربار بہاولپوری مسجد کے ساتھ نوری کتب خانہ پر بیٹھے تھے اور محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ جب حضور فیض عالم حاضری کے لیے آئے تو نوری کتب خانہ پر بھی تشریف لاتے۔ پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ جب داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر حاضری دینے آتے تو نوری کتب خانہ میں ضرور آتے اور فرماتے:

شاہ صاحب جو رسالے کوئی نہیں خریدتا وہ مجھے دے دیں آپ رقم ادا کرتے اور وہ رسائل فیصل آباد لے جاتے وہاں جا کر حلقہ احباب میں تقسیم کرتے۔

(مجالس العلماء صفحہ 355)

مجھے بارہا شاہ صاحب نے یہ واقعہ سنایا کہ جب ہم اپنا لاہور والا مکان بنا رہے تھے تو حضور محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور فرمانے لگے: شاہ صاحب یہ پانچ ہزار روپے لایا ہوں قرض حسنہ کے طور پر یہ لے لیں اور مکان پہ خرچ کر لیں ہم نے عرض کیا: حضور! نہیں بہت مہربانی آپ دعا فرمائیں مکان بن جائے گا آپ اصرار فرمانے لگے ہم انکار کرتے رہے جب آپ نے دیکھا کہ شاہ صاحب روپے لینے پر آمادہ نہیں تو آپ فرمانے لگے: اچھا شاہ صاحب! آپ روپے لے لیں اور مجھے نوری کتب خانہ سے ان پیسوں کی وہ کتب دے دیں جو سیل نہیں ہوتیں۔ آپ اکثر اس طرح فرماتے۔ ضرورت کی کتب کے علاوہ ہم سے وہ کتب بھی خرید لیتے جو

سیل نہیں ہوتیں تھیں فرماتے یہ کتب سٹاک ہونے کی وجہ سے کہیں آپ کا اشاعتی کام متاثر نہ ہو۔

آپ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں شب دو بجے جھنگ سے واپس فیصل آباد پہنچا تو خیال آیا کہ محدث اعظم کے مزار پر حاضری دیتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ اتنی رات گئے بھی کوئی محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک پر ذکر اذکار کر رہا ہے کہ نہیں۔ فرماتے ہیں جب میں مزار شریف پر حاضر ہوا تو رات دو بجے بھی تین آدمی محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر قرآن پاک پڑھ رہے تھے۔ میرے منہ سے بے ساختہ نکلا:

نام فقیر تنہا ندا باہو قبر جنہا ندی جیوے ہو

حرمین شریفین کی حاضریاں:

حضرت مخدوم اہلسنت سید محمد حسن شاہ صاحب قادری ضیائی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلا حج والد صاحب کی معیت میں 1955ء میں کیا۔ دوسرا حج 1962ء میں کیا۔ آپ فرماتے تھے کہ مجھے چھ بار حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی ہے 1982ء سے لے کر 1986ء تک آپ ہر سال عمرہ کے لیے تشریف لے جاتے اور رمضان کا پورا مہینہ دربار نبوی میں گزارتے اور شوال کے وسط میں واپس آتے۔ 1986ء کے بعد آپ ہر سال دو دفعہ حاضری دیتے ایک بار ربیع الاول شریف میں اور ایک بار رمضان شریف میں۔ سوائے ایک دفعہ کے اس سال رمضان شریف میں حاضری نہ ہو سکی۔ تقریباً آپ کو 62-63 مرتبہ حاضری کا شریف حاصل ہوا۔ اب بھی 23 اپریل 2015ء کو آپ کی سیٹ تھی لیکن وقت آخر آ گیا۔

مدینے جاؤں پھر آؤں پھر آؤں پھر آؤں
اسی بات میں عمر تمام ہو جائے

مدینۃ الرسول میں آپ کا ایک حلقہ تھا۔ احباب تھے، رفقاء تھے، علماء کرام تھے، نعت کی مجالس تھیں۔ ان کے احباب میں پاکستانی تھے۔ ہندوستانی تھے، مکی تھے، مدنی تھے، یمنی تھے، ترکی تھے، سوڈانی تھے، عربی تھے، عجمی تھے، 2003ء میں ناچیز کی آپ سے پہلی ملاقات باب مجیدی مسجد نبوی شریف میں ہوئی۔ رمضان شریف کا بابرکت مہینہ تھا آپ کے ساتھ آپ کے برادر اکبر پیر طریقت سید محمد حسین شاہ صاحب قادری گیلانی، آپ کے صاحبزادے پیرزادہ محمد عثمان شاہ صاحب نوری، سید محمد معصوم علی شاہ صاحب اور آپ کے پوتے علی بھی حاضر تھے۔ آپ بڑے خلیق اور پیار محبت کرنے والے انسان تھے جن احباب سے پہلی ملاقات مدینہ شریف میں ہوتی تھی ان کو آپ مدینہ کے یار کہا کرتے تھے۔ مجھے آپ بڑی محبت سے فرماتے: مولانا میرے مدینے شریف دے یار نے۔ آپ شریعت کی حدود وقیود میں رہتے ہوئے مزاح بھی فرمایا کرتے تھے۔ میں جب لاہور آپ کے دولت کدے پر حاضر ہوتا تو رات دو بجے تک آپ گفتگو فرماتے رہتے تھے علماء ومشائخ کے تذکرے سناتے۔ جن علماء کا آپ ذکر کرتے ان میں آپ کے استاد محترم حضرت محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی، امام اہلسنت سید احمد سعید کاظمی شاہ، واعظ خوش الحان علامہ محمد شریف نوری قصوری، حکیم الامت مفتی احمد یار خان تھے۔ ترجمان القرآن سید محمد محدث کچھوچھوی، قائد ملت اسلامیہ شاہ احمد نورانی، مجاہد ملت علامہ عبدالستار خان نیازی، حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری، ابوالبرکات سید احمد قادری، مفتی محمد حسین نعیمی، مناظر اعظم علامہ محمد عمر اچھروی، شیر اہلسنت علامہ محمد عنایت اللہ قادری رضوی، نباض قوم حاجی ابوداؤد محمد صادق رضوی، حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی، پیر محمد کرم شاہ الازہری، حضرت شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی عقیدت کا اظہار فرماتے تھے آپ فرماتے تھے کہ تین شخصیات سے بہت

متاثر ہوں۔

حضرت محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ، مفسر قرآن پیر محمد کرم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

مخدوم اہلسنت اور مجاذیب:

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجاذیب سے بڑی محبت فرماتے ان سے ملاقاتیں کرتے بعض اوقات تو آپ اس مقصد کے لیے بڑے دور دراز کے اسفار کی زحمت بھی برداشت کرتے۔ مدینہ شریف میں بابا خیر محمد سندھی المعروف بابا بکریانوالہ میاں عبدالخالق صاحب، بابا فیروز دین المعروف بابا بوری والا (ڈسکہ)، سائیں گلزار حسین (ڈسکہ)، سید خادم حسین شاہ صاحب (لاہور)۔ سائیں گلزار اور سید خادم حسین شاہ کا جنازہ بھی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہی پڑھایا۔ شاہ صاحب نے مجھے کئی دفعہ یہ واقعہ سنایا کہ بمبانوالہ (ڈسکہ) میں ہمارے بزرگوں کا عرس تھا میں کسی عالم دین کو لینے کے لیے گوجرانوالہ جا رہا تھا کہ ڈسکہ لاری اڈا میں مجھے بابا بوری والا مل گیا اور کہنے لگا: شاہ جی! گوجرانوالہ نہ جاؤ مولوی نئیں جے لبھنا (مولوی نہیں ملنا)۔ میں نے توجہ نہ کی اور گوجرانوالہ آ گیا۔ علماء کے ساتھ بڑے برادرانہ تعلق ہونے کے باوجود کوئی عالم دین میرے ساتھ نہ جا سکا وہی ہوا جو بابا بوری والے نے کہا تھا۔

مسلکی خدمات:

آپ کے والد صاحب علیہ الرحمۃ نے تقریباً چالیس مساجد تعمیر کروائی تھیں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے فرمایا کہ میں نے اپنے والد کے اس مشن کو زندہ رکھے ہوئے ہوں۔ اور تقریباً 10 مساجد مختلف مقامات پر تعمیر کر کے اپنے لئے سامان آخرت بنا لیا۔ حضرت مخدوم اہلسنت سید محمد حسن شاہ صاحب قادری ضیائی رحمۃ اللہ علیہ سالہا سال مرکزی مجلس رضا سے وابستہ رہے آپ کی حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ

امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بڑی مخلصانہ رفاقت رہی ہے۔ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ برکت علی محمدن ہال میں یوم رضا منایا کرتے تھے پھر حضرت شاہ صاحب کی فرمائش پر ریلوے سٹیشن کے سامنے نوری مسجد میں ہر سال یوم رضا منایا جانے لگا۔ حقیقت یہ ہے کہ لوگ دور دور سے چل کر نوری مسجد میں ہر سال یوم رضا کے سلسلہ میں آتے۔ یہ اجلاس 1984ء تک ہر سال ہوتے رہے۔ یوم رضا کا مرکزی مقام نوری مسجد ریلوے سٹیشن لاہور ہی تھا ہمارے ممدوح پیر سید محمد حسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد صاحب کے قائم کردہ نوری کتب خانہ سے اہلسنت کی بے شمار کتب شائع کیں بالخصوص اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کی اشاعت کا اہتمام کیا اور چند برسوں میں فاضل بریلوی کے دو سو سے زائد رسالے نوری کتب خانہ سے چھپ کر سامنے آئے۔ مخدوم اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ اشاعتی کام تمام ناشرین کتب دینیہ سے منفرد بھی تھا اور ممتاز بھی۔ نوری کتب خانہ نے 1959ء میں پہلی بار اعلیٰ حضرت کا کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن بڑا خوبصورت شائع کیا۔
(مجالس العلماء)

حضرت شاہ صاحب نے ترجمان القرآن امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کو عام کرنے میں اپنے والد مکرم کا بھرپور ساتھ دیا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کو شائع کر کے برصغیر پاک و ہند کے گوشے گوشے تک پہنچایا۔ (ایضا)

آپ کی مہمان نوری:

حضرت ابو شریح کعبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ عزوجل اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔ (بخاری، کتاب الادب)

حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بندے سے تین باتوں کا

حساب نہیں ہوگا۔

(۱) سحری کھانے کا۔

(۲) افطاری کے وقت جو کچھ کھایا۔

(۳) اور جو کچھ مہمان بھائیوں کے ساتھ کھایا۔ (احیاء العلوم جلد دوم صفحہ 25)

حضرت ابراہیم علیہ السلام روزانہ تین میل تک چل کر مہمان کو تلاش کر کے گھر لاتے اگر مل جاتا تو اس کی خوب مہمان نوازی فرماتے۔ اگر نہ ملتا تو آپ روزہ کی نیت فرما لیتے۔ (روح البیان)

ہمارے ممدوح میں مہمان نوازی والی صفت کمال درجہ کی تھی اگر آپ کو اطلاع مل جاتی کہ فلاں دوست آ رہا ہے تو اس کو فون بھی کر لیتے کہ کتنے بجے پہنچ رہے ہو حضور داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرس پر کافی مہمان ہوتے سب کے کھانے اور بستر کا اہتمام بھی بڑی خوش مزاجی سے کرتے۔ میں جب بھی لاہور جاتا قیام و طعام آپ کے پاس ہی ہوتا کبھی کبھی میں لیٹ بھی ہو جاتا لیکن رات جتنے بجے بھی حاضر ہوا۔ آپ کو منتظر پایا۔ اعلیٰ قسم کا کھانا کھلانا ساتھ آپ بھی کھانا، چائے بوتل پلانی اور رات گئے تک علماء اور مجاذیب کی باتیں سنانی آپ کا معمول تھا حتیٰ کہ مدینہ شریف جہاں پاکستان کی نسبت کھانا بہت مہنگا ہوتا ہے آپ پچیس تیس آدمیوں کو کھانا کھلاتے ساتھ کا جوس اور کوک کا انتظام بھی فرماتے ایک دن مسجد نبوی کی بیسمنٹ میں جہاں پارکنگ بنی ہوئی ہے۔ آپ میرے ساتھ چل رہے تھے تو میں نے موڈ خوشگوار دیکھ کر پوچھ لیا: شاہ جی! اتنا خرچہ کہاں سے آتا ہے؟ فرمانے لگے: حضور علیہ السلام دیتے ہیں اس میں میرا کیا کمال ہے آپ دیتے ہیں میں ان کے مہمانوں پہ خرچ کر دیتا ہوں۔ ایک مرتبہ میں رمضان شریف میں لاہور کتابیں لینے کے لیے گیا عشاء کے بعد میں نے آپ کو کال کی کہ حضور گھر تشریف فرما ہو؟ فرمانے لگے: نہیں میں ڈسکہ ہوں آپ

گھر جائیں میں آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے گھر پہنچا تو آپ کے پوتے علی کو اپنا منتظر پایا۔ علی شاہ صاحب نے بھی رات کے کھانے اور سحری کھلانے میں اپنے دادا جی کی کمی محسوس نہ ہونے دی لگتا تھا کہ مخدوم اہلسنت نے ان کو فون پہ حکم دے دیا تھا۔

ذوق مطالعہ:

ضعف کے باوجود آپ دینی کتب کے مطالعہ کا شوق بھی رکھتے تھے چونکہ آپ خود اسلامی کتب کے ناشر رہ چکے تھے۔ اس لئے معیاری اور نظریاتی کتب پر گہری نظر رکھتے تھے۔ کشف المحجوب بہار شریعت اور ماہنامہ جہان رضا میں نے کئی بار آپ کے مطالعہ کی میز پر پڑے دیکھے ہے کشف المحجوب سے تو آپ کئی مسائل سناتے بھی تھے ہر ملاقات پہ آپ فرماتے: مولانا حضور داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دریا کوزے میں بند کر دیا ہے۔ آپ نے لکھا ہے: انسان کی کامیابی دین کی تابعداری میں ہے اور انسان کی ہلاکت دین کی مخالفت میں ہے۔ یہ جملہ اکثر آپ بیان فرماتے تھے۔

وصال پر ملال:

وصال سے تقریباً بیس پچیس روز قبل میں آپ کی عیادت کے لیے لاہور حاضر ہوا معمول کے خلاف آپ جلدی ہی لیٹ گئے ویک کافی ہو چکے تھے میں بڑا پریشان ہوا کافی سالوں سے آپ بیمار تھے بالآخر 4 اپریل 2015ء 14 جمادی الاخریٰ 1436ھ بروز ہفتہ صبح 8 بجے آپ انتقال فرما گئے۔ آپ کے صاحبزادے سید محمد معصوم علی شاہ صاحب نے سسکیاں بھرتے ہوئے مجھے کال کی میں بڑی عجلت سے لاہور پہنچا سوا دو بجے حضور داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر آپ کا جنازہ ہوا جنازہ کی امامت حضرت علامہ مفتی محمد رمضان سیالوی خطیب داتا دربار نے کرائی۔ دعاء مناظر اسلام علامہ عبدالتواب صدیقی صاحب نے کرائی آپ کا آخری دیدار کھلے

بند وں کرایا گیا۔ دوسرا جنازہ چک سادہ شریف آپ کے صاحبزادے پیرزادہ محمد عثمان نوری صاحب نے پڑھایا مغرب کے بعد چک سادہ شریف میں آپ کی تدفین عمل میں آئی اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

جنازہ میں شامل ہونے والی معروف شخصیات جن کو میں جانتا ہوں یہ ہیں:۔ صاحبزادہ والا شان، قاضی محمد فیض رسول رضوی، علامہ محمد رمضان سیالوی صاحب، مناظر اسلام علامہ عبدالتواب صدیقی صاحب، شیخ الحدیث علامہ خادم حسین رضوی صاحب، قاری زوار بہادر صاحب، صاحبزادہ حفیظ البرکات شاہ صاحب، پیر توصیف النبی صاحب، میاں محمد زبیر صاحب، جناب ریاض ہمایوں صاحب، صاحبزادہ مصطفےٰ اشرف رضوی صاحب، استاذ العلماء مفتی ظہور احمد جلالی صاحب:

سو گئے نیند سے لوگوں کو جگانے والے
اب رہیں چین سے بے درد زمانے والے

☆☆☆☆☆

ایک دن حکیم الامت کے شہر میں

حضرت سیّدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی اپنے دوسرے مومن بھائی سے ملنے کے لیے کسی دوسری بستی کی طرف چلا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک فرشتہ کو انسانی شکل میں اس بندے کے راستے میں بٹھا دیا۔ جب وہ بندہ اس فرشتے کے پاس سے گزرنے لگا تو اس فرشتے نے پوچھا: ''قال این ترید'': کہ اے اللہ کے بندے تو کہاں جا رہا ہے؟ تیرا کہاں کا ارادہ ہے؟ تو اس بندہ مومن نے کہا۔ قال یداخالی فی هذه القریة کہ اے اللہ کے بندے یہ جو سامنے بستی آپ کو نظر آ رہی ہے اس بستی میں میرا ایک بھائی رہتا ہے میں اس کو ملنے جا رہا ہوں۔ وہ فرشتہ بولا کہ اے اللہ کے بندے اس آدمی کو تو کیوں ملنے جا رہا ہے۔ کیا تیرا اس پر کوئی قرضہ ہے جسے لینے جا رہا ہے یا اس پر تیرا کوئی احسان ہے جسے تو حاصل کرنا چاہتا ہے (یعنی تو کبھی اس پر احسان کر چکا ہے جس کا بدلہ حاصل کرنے کے لیے جا رہا ہے یا اس کا تجھ پر کوئی احسان ہے جس کا بدلہ دینے تو جا رہا ہے) تو اس بندہ مومن نے کہا کہ اے اللہ کے بندے! قال لاغیر انی احببتہ فی اللہ۔ اے سوال کرنے والے نہ اس پر میرا کوئی احسان ہے نہ اس پر میرا کوئی قرضہ ہے میں صرف اور صرف اس کو اس لئے ملنے جا رہا ہوں کہ میں اس بندے سے اللہ کی خاطر محبت کرتا ہوں (یعنی اس سے میری محبت اس لئے ہے کہ وہ اللہ کا

نیک بندہ ہے اور نیک بندوں کی محبت سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جاتا ہے بخشے ہوؤں کی ملاقات کرو کہ تم بھی بخشے جاؤ) حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں فرشتے نے کہا۔ میں تیری طرف اللہ تعالیٰ کا قاصد ہوں اور سن! جیسے تو نے اس بندے سے محبت کی ایسے ہی اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت کرتا ہے یعنی تیرا یہ عمل بارگاہ الٰہی میں قبول ہو گیا ہے۔ اور تیرا مقصد حاصل ہو گیا۔ (مسلم کتاب البر والصلہ والاداب باب فضل الحب فی اللہ رقم الحدیث 2567 مطبوعہ دار الغد الجدید بیروت، مشکوٰۃ کتاب الاداب فصل اول رقم الحدیث 4995 مطبوعہ مکتبہ توفیقیہ مصر)

1۔ اللہ تعالیٰ کے واسطے کسی نیک بندے سے محبت کرنا بہترین نیکی ہے۔

2۔ ایسی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ ہے۔

3۔ صالحین کی ملاقات۔ ان کی زیارت کے لیے جانا بہت افضل ہے۔

بیمار پرستی

مولانا مشکل کشا حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں کہ جو کسی مسلمان کی صبح کے وقت بیمار پرسی کرے مگر ستر ہزار فرشتے اسے شام تک دعائیں دیتے ہیں۔ اور اگر شام کو بیمار پرسی کرے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے دعائیں دیتے ہیں اور اس کے لیے جنت میں باغ ہوگا۔ (ترمذی کتاب الجنائز رقم الحدیث 969 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ابوداؤد کتاب الجنائز باب فی فضل العیادۃ علی وضو۔ ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ماجاء فی ثواب من عاد مریضا رقم الحدیث 1292 مطبوعہ لاہور، مشکوٰۃ کتاب الجنائز الفصل الثانی رقم الحدیث 1545 مطبوعہ مکتبہ التوفیقیہ مصر)

یعنی بیمار پرسی معمولی سی نیکی معلوم ہوتی ہے مگر یہ لاتعداد فرشتوں کی دعا ملنے کا ذریعہ ہے اور جنت ملنے کا سبب بشرطیکہ صرف رضائے الٰہی کے لیے ہو جب عام

مسلمان کی تیمارداری کی یہ فضیلت ہے تو ایک عالم باعمل، شیخ طریقت مدرس اور عالم اسلام کے نامور مفتی صاحب کو ملنے جانا اور ان کی تیمارداری کرنے کا کیا درجہ ہوگا۔ انہیں اچھی اچھی نیتوں اور جذبات کو لئے راقم الحروف اور میرے فاضل دوست، مولانا محمد افضال حسین نقشبندی صاحب آٹھ شوال 1436ھ بمطابق 25 جولائی 2015ء بروز ہفتہ صبح آٹھ بجے فیصل آباد سے گجرات روانہ ہوئے۔ دوپہر ساڑھے گیارہ بجے ہم الجامعۃ الاشرفیہ گجرات پہنچے۔ دفتر میں مرنجاں مرنج، پیکر اخلاق، سفید لباس اور سر پہ براؤن رنگ کا عمامہ سجائے ایڈیٹر ماہنامہ اہلسنت حضرت علامہ محمد جمیل اعظمی صاحب ہمارے انتظار میں تھے۔ آپ بڑے پرتپاک طریقہ سے ہمیں ملے خیریت دریافت کی سفر کے احوال پوچھے۔ گجرات لاری اڈا سے ہم جس رکشا پر جامعہ پہنچے اس کا کرایا بھی علامہ محمد جمیل اعظمی صاحب نے دیا۔ جو کہ کمال شفقت ہے ٹھنڈا مشروب پلانے کے بعد کچھ دیر جامعہ میں ٹھہرنے کے بعد ہمارے معزز میزبان علامہ اعظمی صاحب نے کہا کہ چلیں کھانا تیار ہے۔ ہم نے عرض کی علامہ صاحب اگر اجازت فرمائیں تو مفسر شہیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دے لیں۔ علامہ صاحب نے فرمایا بالکل ٹھیک ہے۔

حضرت حکیم الامت

شہر بدایوں یوپی کا ضلع ہے اس شہر کے ریلوے سٹیشن سے 13 کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک بستی اجھیانی ہے۔ اس بستی میں 4 جمادی الاول 1314ھ بمطابق یکم مارچ 1894ء بروز جمعرات بوقت صبح مولانا محمد یار خان کے گھر حکیم الامت مفسر شہیر شارح بخاری و مشکوٰۃ مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی احمد یار خان قادری نعیمی بدایونی ثم گجراتی کی ولادت باسعادت ہوئی۔

حلیہ مبارک

آپ کا رنگ سفید سرخی مائل، قد پانچ فٹ گیارہ انچ، داڑھی گھنی مٹھی بھرتھی۔آپ شلوار قمیص یا کرتا پانجامہ پہنتے تھے کبھی کپڑے کی ٹوپی تو اکثر عمامہ استعمال کرتے تھے۔

تعلیم وتربیت

حضرت حکیم الامت جب تین سال گیارہ ماہ ایک دن کے ہوئے تو آپ کی تسمیہ خوانی بدایوں شریف کے ایک بزرگ میاں عبدالقدیر کے ذریعہ ہوئی۔اس وقت موسم بہار کی پہلی بارش ہلکی ہلکی ہورہی تھی۔حضرت حکیم الامت نے قرآن مجید، دینیات، فارسی اور درس نظامی کی ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے پائی۔آپ 1325ھ میں اوجھیانی سے نکل کر بدایوں کے شہر کے مدرسہ شمس العلوم میں داخل ہوئے۔جہاں آپ نے تین سال تک حضرت علامہ قدیر بخش بدایونی کی نگرانی میں تعلیم حاصل کی۔1332ھ میں اپنے چچازاد بھائی کی وساطت سے جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں داخل ہوئے۔

جس وقت حکیم الامت جامعہ نعیمیہ پہنچے اس وقت حضرت صدرالافاضل سید نعیم الدین مراد آبادرحمۃ اللہ علیہ ملاحسن پڑھارہے تھے اس درس میں حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی نے بھی شرکت کی۔آپ نے جامعہ نعیمیہ میں داخلہ لےلیا اور پھر حضرت صدرالافاضل رحمۃ اللہ علیہ کی دوربین نگاہ نے اس ہیرے کو اس طرح تراشا دیکھتے ہی دیکھتے انمول نگینہ بن گیا۔

انیس سال کی عمر میں 1332ھ، 1913ء بروز بدھ آپ کو اسناد تعلیم ملیں۔

درس وتدریس

دستار فضیلت کے بعد حضرت صدرالافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ

علیہ نے حضرت حکیم الامت کو جامعہ نعیمیہ کی تدریس و خدمت افتاء سپرد کردیں۔ جہاں آپ ایک سال خدمات سر انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد آپ نے صدرالافاضل کی ایماء پر۔ دارالعلوم مسکینیہ گجرات (ہندوستان) میں 9 سال دین متین کی خدمت کی۔ جہاں سینکڑوں طلباء نے پ سے اکتساب علم کیا۔ جب دارالعلوم مسکینیہ مالی مشکلات کا شکار ہوا تو صدرالافاضل نے دوبارہ انہیں جامعہ نعیمیہ طلب کیا اور تدریسی خدمات سپرد کردیں۔ اسی سال شیخ المشائخ حضرت سید علی حسین شاہ صاحب اشرفی کی دعوت پر کچھوچھہ تشریف لے گئے۔ کچھوچھہ شریف حکیم الامت تین سال تک رہے۔ اس کے بعد حضرت صدرالافاضل نے سید ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ کی وساطت سے آپ کو بھکھی شریف ضلع منڈی بہاؤالدین پاکستان سید جلال الدین شاہ صاحب کے دارالعلوم روانہ کیا مگر حضرت حکیم الامت کو یہاں کی آب و ہوا راس نہ آئی اس لئے وہ وطن جانے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ مگر سید محمود شاہ بن پیر سید ولایت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سید ابوالبرکات شاہ صاحب کی وساطت سے آپ کو۔ دارالعلوم انجمن خدام الصوفیہ، گجرات (پاکستان) کو جانے کے لیے آمادہ کرلیا۔ وہ گجرات کیا گئے گجرات کے ہی ہو کر رہ گئے۔ علم المیراث کے علاوہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی تمام تصنیفات اسی دارالعلوم میں ہوئیں یہ دور حضرت مفتی صاحب کی زندگی میں بڑی اہمیت کا حامل ہے آپ خود فرماتے ہیں کہ:

"تدریس سے تصنیف زیادہ مشکل کام ہے اور ہمارے پہلے استاذ جامعہ نے ہمیں مدرس بنادیا ہے اور دوسرے استاذ جامعہ نے ہمیں مصنف بنادیا"۔

حکیم الامت کا لقب

حکیم الامت کا لقب آپ کو 1957ء میں تفسیر نور العرفان لکھنے پر حضرت پیر سید محمد معصوم شاہ صاحب قادری نوری رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک پر پاکستان کے جید علماء

کرام نے متفقہ طور پر دیا اور پاک وہند کے علماء اہلسنت نے اس لقب کو تسلیم کیا اور پہلی بار یہ لقب تفسیر نور العرفان کے سرورق پر طبع ہوا۔ ان علماء کرام کے اسماء گرامی جنہوں نے آپ کے لیے یہ لقب تجویز کیا، یہ ہیں:

1۔ پیر طریقت پیر سید محمد معصوم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

2۔ سید ابوالکمال برق نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ

3۔ شیخ القرآن حضرت علامہ عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

4۔ محدث اعظم پاکستان علامہ محمد سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ

5۔ حضرت غزالی زماں سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

6۔ حضرت پیر سید محمد حسین شاہ صاحب علی پور شریف

7۔ حضرت پیر سید غلام محی الدین شاہ بابو جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ گولڑہ شریف

8۔ حضرت علامہ قاری احمد حسین رحمۃ اللہ علیہ عیدگاہ گجرات

9۔ صاحبزادگان حضرت صدر الافاضل مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ

حکیم الامت کے معمولات

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فجر کی جماعت سے ایک گھنٹہ قبل بیدار ہوتے۔ ہمیشہ اپنے ہاتھ سے پانی لا کر وضو کرتے کسی خادم یا شاگرد سے یہ کام نہ لیتے۔ عموماً بارہ رکعت نفل، پھر وتر اور دو رکعت نفل ادا فرماتے۔ سنت فجر گھر میں ادا کرتے۔ سب گھر والوں کو جگا دیتے اور فرماتے کہ ہر نماز کے وقت گھر میں عید کا سا سماں ہونا چاہیے۔ سنت فجر پڑھ کر دونوں صاحبزادوں کو ساتھ لے کر مسجد جاتے او رباجماعت نماز ادا فرماتے۔ باجماعت نماز کا عشق تھا سفر میں بھی دو آدمی ساتھ رکھتے تاکہ سٹیشن یا بس کے اڈا پر اگر نماز کا وقت آجائے تو نماز باجماعت ادا کی جا سکے۔ پابندی وقت کی اتنی سختی تھی کہ ضرب المثل بن چکی تھی لوگ آپ کے چلنے پھرنے سے

گھڑیاں ملاتے تھے۔ بعد نماز فجر درس قرآن مجید دیتے تھے درس کے بعد گھر تشریف لاکر ناشتہ کرتے۔ پھر کچھ لکھتے پھر طلباء کی تعلیم کا وقت ہو جاتا۔ ہر روز صبح 9 تا ایک بجے تک مدرسہ میں پڑھاتے۔ ایک بجے گھر تشریف لاکر کھانا کھا کر قیلولہ فرماتے۔ پھر مسجد میں باجماعت نماز ادا کر کے چہل قدمی فرماتے ہوئے وظیفہ بھی پڑھتے رہتے تھے ہر وضو میں مدینہ شریف کی مسواک استعمال کرتے۔ پھر مدرسہ تشریف لاکر ایک پارہ قرآن مجید تلاوت، ایک حزب دلائل الخیرات کا ورد کرتے۔ پھر طلباء کو مطالعہ کتب کے لئے وہیں صفوں میں بیٹھاتے یہ کام نماز عصر تک جاری رہتا۔ پھر نماز عصر کی تیاری ہوتی سنت عصر وہیں مدرسہ میں یا پھر گھر میں ادا کرتے۔ پھر اپنے دونوں صاحبزادوں کو ساتھ لے کر مسجد میں باجماعت نماز عصر ادا کرتے عصر کی نماز کے بعد حضرت کرم الٰہی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر حاضری دیتے جو مسجد سے دو میل کے فاصلہ پہ ہے۔ پیدل سیر کرتے۔ راستے میں شوقین طلباء سے عربی یا فارسی میں گفتگو فرماتے۔ اس طرح طلباء کو بول چال کی مشق ہو جاتی۔ یہ آنا جانا ہر روز چار میل کی سیر وتفریح کہلاتا۔ اس میں بھی وقت کی سختی سے پابندی ہوتی۔ عین مغرب کی اذان شروع ہوتی کہ آپ کا داہنا قدم مسجد میں داخل ہوتا دیکھنے والے کہتے ہیں کہ ہم نے یہ عمل تیس سال مسلسل دیکھا بجز سفر کے۔ آپ بعد نماز مغرب گھر آ کر سنت، نفل اور اوابین ادا فرماتے پھر کھانا کھاتے اور گیارہ منٹ گھڑی دیکھ کر چہل قدمی فرماتے۔ پھر اسی طرح نماز عشاء کی تیاری کرتے۔ وضو، تحیۃ الوضو اور چار سنتیں گھر میں ادا فرماتے۔ باجماعت نماز کے بعد خود اکیلے گھر تشریف لے آتے اور بقیہ نماز ادا فرماتے۔ صرف چند منٹ بعد نماز عشاء وظائف اور دینی مسائل پر گفتگو فرماتے اور جلد سو جاتے یہ آپ کی روزمرہ زندگی آخری دم تک رہی۔

تحقیقات و تصنیفات

حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کو بچپن سے ہی قلم و قرطاس سے بڑا لگاؤ تھا۔ اللہ عزوجل نے آپ سے کام بھی بڑا لیا ہم مختصراً آپ کی کتب کا ذکر کرتے ہیں۔

1۔ علم المیراث، علم فرائض اور قانونِ وراثت میں یہ حکیم الامت کی پہلی تصنیف ہے۔

2۔ فتاویٰ نعیمیہ، آپ کے قلم سے صادر ہونے والی غیر مکمل فتووں کا مجموعہ۔

3۔ دیوان سالک۔ آپ کا منظوم کلام۔

4۔ شان حبیب الرحمٰن بآیات القرآن، آیات قرآنیہ پر مختصر او جامع بحث موجود ہے جن سے صراحتہً نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہوتی ہے۔

5۔ جاء الحق وزھق الباطل، اس کتاب میں عقائد و معمولات اہلسنّت پر زبردست اور مدلل بحث کی گئی ہے آپ کی اس کتاب کو اللہ عزوجل نے بہت شہرت عطا فرمائی ہے۔ اس کتاب کو حضرت علامہ سید علیم الدین مصباحی قدس سرہ العزیز نے جنوبی افریقہ سے انگلش میں بھی شائع کیا ہے۔ 2002ء تک یہ کتاب تقریباً پچیس لاکھ چھپ کر دنیا میں پہنچی۔

6۔ تفسیر نعیمی مسمی بہ اشرف التفاسیر جو گیارہویں پارہ کے ربع آخر تک لکھی گئی۔

7۔ اسلامی زندگی مختلف تقریبات میں رائج خرابیوں سے آگاہ کیا گیا ہے۔

8۔ سلطنت مصطفےٰ، اختیارات مصطفےٰ باذنِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم۔ عزوجل) پر اس کتاب میں دلائل دیئے گئے ہیں۔

9۔ اسرار الاحکام بانوارِ القرآن، مختلف اسلامی مسائل کی حکمتیں سوال و جواب کے انداز میں پیش کی گئی ہیں۔

10۔ رحمت خدا بوسیلہ اولیاءاللہ۔ اس میں محبوبان خدا سے استعانت و استعداد طلب کرنے پر دلائل دیئے گئے ہیں۔

11۔ علم القرآن ترجمۃ الفرقان، اس کتاب میں قرآنی اصطلاحات کا محققانہ بیان قواعد ترجمہ اور مسائل قرآن کا ذکر موجود ہے اس کتاب کو نعیمی کتب خانہ نے سید مظہر علی ادیب کے انگلش ترجمہ کے ساتھ بھی شائع کیا ہے۔

12۔ رسالہ نور، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نورانیت کا بیان ہے۔

15۔ امیر معاویہ پر ایک نظر۔ حضرت سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت و شان اور ان پر کیے جانے والے اعتراضات کا محققانہ جواب دیا گیا ہے۔

16۔ ایک اسلام، حدیث پاک کے بغیر قرآن مجید کا سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ناممکن ہے۔

17۔ الکلام المقبول، اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم اجمعین کی عظمت و شان ثابت کی گئی ہے۔

18۔ نور العرفان فی حاشیۃ القرآن ایک بے مثال مختصر اور جامع تفسیر جو تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے اس تفسیر کو مفتی اعظم افریقہ حضرت علامہ مفتی محمد اکبر ہزاروی صاحب نے جنوبی افریقہ سے انگریزی زبان میں بھی شائع کیا ہے۔

19۔ مراۃ المناجیح اُردو شرح مشکوٰۃ المصابیح تاریخی نام ذوالمرآت، آٹھ ضخیم جلدوں میں عام فہم اور بہترین شرح ہے۔ اس کتاب میں عقائد اہلسنّت کا بھرپور انداز میں دفاع کیا گیا ہے۔

20۔ نعیم الباری شرح بخاری، عربی، غیر مطبوعہ

21۔ حاشیہ صدا، عربی فلسفہ پر، غیر مطبوعہ

22۔ حاشیہ حمد اللہ، عربی، علم منطق پر، غیر مطبوعہ

23۔رسالہ تصوف، موضوع نام سے ظاہر ہے۔غیر مطبوعہ

24۔اسلام کی چار اصولی اصطلاحیں، چار بنیادی اصطلاحوں کا منہ توڑ جواب۔

25۔سفر نامے حج و زیارت، جس میں مکہ المکرمہ، مدینہ منورہ، کربلائے معلیٰ نجف شریف بغداد شریف، دشت مجنوں اور بیت المقدس، فلسطین اور دیگر اسفار قلمبند کیے گئے ہیں۔

حاضری حرمین

حضرت حکیم الامت کو اللہ تعالیٰ نے سات مرتبہ حج کا شرف بخشا پہلا حج آپ نے 1920ء میں حکومت ترکیہ کے دور میں بحری جہاز اور اونٹوں کے ذریعہ کیا۔دوسرا حج اپنی والدہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا کے ساتھ 1943ء میں کیا۔تیسرا حج 1954ء میں کیا۔چوتھا حج آپ نے 1956 میں کیا۔اس حج کے بعد آپ ایک سال مدینہ منورہ ہی میں رہے اور 1957ء میں پانچواں حج کر کے وطن تشریف لائے چھٹا حج اپنے والد بزرگوار کی طرف سے 1960ء میں بذریعہ بس کیا۔ساتواں حج 1964ء میں اپنی بیوی کے ہمراہ کیا۔

تلامذہ

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں میں ہے چند شاگردان رشید کی اسماء درج کیے جاتے ہیں۔

1صاحبزادہ مفتی مختار احمد خان نعیمی،

2۔صاحبزادہ مفتی اقتدار احمد خان نعیمی،

3۔مولانا سید مختار اشرف صاحب کچھوچھوی،

4۔مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد حسین نعیمی جامعہ نعیمیہ لاہور،

5۔حافظ الحدیث سید جلال الدین شاہ صاحب بھکھی شریف،

6۔صاحبزادہ سید مسعود الحسن شاہ صاحب چورہ شریف،

7۔شیخ القرآن علامہ غلام علی اوکاڑوی،

8 پیر طریقت سید محمود شاہ صاحب گجرات،

9۔مولانا نا الشاہ محمد عارف اللہ قادری میرٹھی،

10۔خطیب اہلسنت سید حامد علی شاہ صاحب گجرات،

11۔مفتی وقار الدین صاحب مشرقی پاکستان،

12۔علامہ قاضی عبد النبی کوکب صاحب لاہور،

13۔پیر طریقت مدرس اعظم خواجہ محمد اسلم صاحب مراڑیاں شریف،

14۔محقق اہلسنت پر طریقت مفتی محمد اشرف القادری صاحب مراڑیاں شریف

اس کے علاوہ تقریباً تین ہزار علماء کرام آپ کے شاگرد ہیں حضرت حکیم الامت نے برصغیر کے مختلف شہروں میں تقریباً پانچ مدرسے بنائے جو دین اسلام کی خدمت میں مصروف ہیں۔

وصال

حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ساری زندگی دین حق کی سربلندی کے لیے وقف کردی۔وہ تا حیات تبلیغ وتدریس، تعلیم واعلام میں مصروف رہے۔آپ کی لوح حیات نہایت ہی تابناک اور قابل رشک رہی ہے۔ آپ خود فرماتے ہیں۔

آپ کے ہو کر جئیں ہم نام نامی پہ مریں ہم
جب قیامت میں اٹھیں ہم عرض اس طرح کریں ہم
عرض ہے سالک کی آقا جانکنی کا ہو یہ نقشہ
سامنے ہو پاک روضہ اور لبوں پہ ہو یہ کلمہ

آپ آخری ایام میں بیمار ہوئے لاہور ہسپتال داخل کرایا گیا۔ 3 رمضان المبارک 1391ھ بمطابق 24 اکتوبر بروز اتوار بعد نماز ظہر داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنے پروردگار کے حضور حاضر ہو گئے۔ نماز جنازہ حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری نے پڑھائی جہاں آپ نے برسہا برس درس قرآن و حدیث دیا اسی کمرہ میں آپ کی آرام گاہ بنی جو مرجع خلائق ہے۔

حکیم الامت کے مزار پہ

دیوبندیوں کے شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی لکھتے ہیں۔ حضرت گنگوہی کے مزار مبارک پر حاضری اس سفر کی اہم حاصلات میں سے تھی۔

(جہان دیدہ صفحہ 526 کو مطبوعہ مکتبہ معارف القرآن کراچی)

معلوم ہوا ضرورت پڑھے تو ہمیں قبر پرست کہنے والے بھی اپنے مولویوں کی قبروں پر جادھمکتے ہیں۔ بہر حال ہم حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے۔ فاتحہ پڑھی ان کے توسل سے دعائیں مانگیں ساتھ حضرت حکیم الامت کے جانشین حضرت مفتی مختار احمد نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار بھی ہے مزار شریف بہت خوبصورت اور جاذب نظر ہے لوگ فاتحہ پڑھنے کے لیے آتے رہتے ہیں۔ مزار سے ملحقہ حکیم الامت کے ادارہ جامعہ غوثیہ نعیمیہ کی فلک بوس عمارت ہے۔ مزار شریف پر حاضری کے وقت قلبی سکون ملا اور بندہ ناچیز کی دیرینہ خواہش پایہ تکمیل تک پہنچی۔ اس کے بعد پیکر اخلاص علامہ محمد جمیل اعظمی صاحب کے دولت کدہ پہ حاضر ہونا تھا۔ آپ نے کہا کہ گھر جاتے جاتے ظہر کی جماعت نکل جائے گی سڑک کے اس پار ایک مسجد ہے وہاں نماز ظہر ادا کرلیں ہم نے عرض کی ٹھیک ہے مسجد حاضر ہوئے۔ الحمد للہ نماز ظہر باجماعت ادا کی اس کے بعد علامہ اعظمی صاحب نے رکشا لیا اور اپنی رہائش گاہ پر لے آئے جو مسجد رحمانی کے بالکل ساتھ ہے۔ علامہ

صاحب نے دوائی بھی لے کر دی جس سے افاقہ نہ ہوا۔ علامہ صاحب نے کہا تھوڑی دیر آرام کرلیں عصر کے بعد مراڑیاں شریف حاضری ہوگی لیکن ہم کتب ہی دیکھتے رہے اور وقت عصر آ گیا وضو کیا مسجد رحمانی میں علامہ اعظمی صاحب کی اقتدار میں نماز عصر ادا کی۔ اعظمی صاحب کے حکم کے مطابق رکشے والا مسجد کے دروازہ پر کھڑا تھا جس کو علامہ صاحب بڑے پیار سے اسحاق جی کہہ کر پکارتے تھے اور اسحاق جی احتراماً جی جی! کرتے تھے رکشا چل پڑا تقریباً دس منٹ کے بعد سڑک پر ایک بہت بڑا بورڈ نظر آیا جس پر لکھا تھا۔ مرکز اہلسنّت، خیر ہم ادارہ میں داخل ہوئے تو ہماری خوشی کی انتہا نہ رہی بہت بڑی عظیم الشان مسجد، ساتھ ہی مزار جو اپنی خوبصورتی میں منفرد معلوم ہوتا تھا جامعہ کی بلڈنگ اتنی پیاری اور وسیع وعریض کہ اس میں رہائش پذیر طلباء کسی قسم کی تنگی محسوس نہیں کرتے ہوں گے۔ طالبات کا ادارہ اپنی جگہ بے مثال۔ اللہ کرے ہر خانقاہ اسی طرح منکرات اور لغویات سے پاک اور اہلسنّت کا مرکز ہو یہاں ہمارے قلوب واذہان کو مکمل اسلام کا گہوارہ میسر آیا۔

سکون قلب ملا لذت حیات ملی
درِ حبیب ملا تو ساری کائنات ملی

مفتی اعظم پاکستان

ان کے بعد ہمیں علامہ اعظمی صاحب پیر طریقت رہبر شریعت، عظیم محدث، مدرس، مصنف، سکالر، شیخ کامل خانقاہ مراڑیاں شریف کے سجادہ نشین حضرت علامہ مفتی محمد اشرف القادری محدث نیک آبادی مدظلہ العالی کی خدمت میں لے گئے۔ مفتی صاحب اپنی بہت بڑی لائبریری میں تشریف فرما تھے بڑی محبت سے اٹھ کر ہمیں ملے۔ علامہ اعظمی صاحب مولانا محمد افضال حسین نقشبندی صاحب اور کاتب حروف نے دست بوسی کی۔

دست بوسی کا ثبوت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئے اور ہم نے آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ (سنن ابوداؤد کتاب الادب رقم الحدیث 5223 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

دوسری حدیث شریف حضرت زارع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو عبدالقیس کے وفد میں شامل تھے انہوں نے فرمایا کہ جب ہم مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے تو تیزی سے اپنی سواریوں سے اتر کر حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک اور قدم شریف کو چومنے لگے۔

(سنن ابوداؤد کتاب الادب رقم الحدیث 5225 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو بوسہ دیا اور آپ نے منع نہ فرمایا۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کے ہاتھ چومنا جائز بلکہ سنت ہے۔

علماء و مشائخ کی دست بوسی یقیناً دین و دنیا کی خیر و برکت کا سبب ہیں۔ ایک دفعہ کسی نے سلطان سنجر کو انتقال کے بعد خواب میں دیکھا تو ان سے پوچھا۔ مافعل اللہ بک؟ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ کہا دنیا کا ہر معاملہ اچھا اور برا میرے آگے رکھ دیا اور بات یہاں تک پہنچ گئی کہ حکم ہوا۔ سلطان سنجر کو دوزخ میں لے جاؤ! اس حکم پر عمل ہونے ہی والا تھا کہ فرمان ہوا ٹھہرو! ایک دفعہ اس نے جامعہ دمشق میں حاجی شریف زندانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ مبارک کو چوما تھا اس دست بوسی کی برکت سے ہم نے اسے معاف کیا۔

(اسرار الاولیاء صفحہ 208 مطبوعہ مکتبہ فریدیہ ساہیوال)

شرابی کی بخشش

حضرت شیخ الاسلام بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک نوجوان شراب کے نشہ میں دھت کسی گلی سے گزر رہا تھا کہ سامنے سے امام التارکین حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ الرحمۃ اللہ علیہ آتے دکھائی دیئے۔ وہ نوجوان فوراً سیدنا ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں گر پڑا۔ پھر نہایت اعزاز و احترام کے ساتھ شیخ کے ہاتھ چومے اور پھر گھر چلا گیا۔ اس رات خواب میں دیکھا کہ جنت میں سیر کر رہا ہے۔ اس کے دل میں عجیب درد پیدا ہوا۔ سوچنے لگا میں تو گنہگار ہوں! یہ دولت بے پایاں مجھے کیسے حاصل ہوگئی؟ آواز آئی۔ تم ٹھیک کہتے ہو لیکن کل تم نے ہمارے ایک دوست کے ہاتھ کو چومنے کی سعادت حاصل کی تھی۔ ہماری رضا کے لیے تم نے اس کا احترام کیا۔ ہم نے تمہیں اسی بات پر بخش دیا۔ وہ نوجوان خواب سے بیدار ہوا اور حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ توبہ کی اور مرید ہوگیا۔

(اسرار الاولیاء صفحہ 209 مطبوعہ مکتبہ فریدیہ ساہیوال)

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

میں عرض کر رہا تھا کہ ہم نے رئیس المناظرہ۔ حضرت علامہ مفتی محمد اشرف القادری مدظلہ الاقدس کی دست بوسی کی۔ مفتی صاحب، عظیم محدث، بے مثل مدرس، جلیل قسم کے مصنف، جید قسم کے مناظر، شیریں مقال خطیب اور شیخ طریقت ہیں۔ سنت کے مطابق سفید لباس چہرے پہ ریش اپنی تمام تر تابانیوں کے ساتھ حسین و جمیل سجی ہوئی ہے۔ لائبریری میں عربی فارسی کتب ہزاروں کی تعداد میں بڑے سلیقہ سے رکھی ہوئی ہیں۔ جہاں تک ہماری نظر گئی لائبریری میں اردو کتب بہت کم نظر آئیں۔

آپ نے علامہ اعظمی صاحب کے ذریعہ سے ہماری خوب مہمان نوازی کی جو کہ ہماری توقع سے کہیں زیادہ تھی چند مسائل پر نہایت عمدہ گفتگو ہوئی۔ عقائد کے متعلقہ عربی کتب سے آپ نے چند حوالے دکھائے۔ آپ کی قوت حافظ بڑی مضبوط ہے جو کتاب آپ کو مطلوب ہوتی تھی آپکو زیادہ تلاش نہیں کرنی پڑتی۔ آپ بڑی تیزی سے جاتے اور مطلوبہ کتاب لے آتے۔ ہمارے فاضل دوست مولانا محمد افضال حسین نقشبندی چونکہ مناظر اسلام شیر اہلسنت حضرت علامہ مفتی محمد عنایت اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح پہ کام کر رہے ہیں اس حوالہ سے آپ سے بات ہوئی تو مفتی صاحب نے فرمایا جب میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دورہ حدیث کر رہا تھا تو ایک آدمی مفتی صاحب کے پاس۔ الصوارم الہندیہ جس پر علامہ غلام مہر علی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا عربی حاشیہ بنام الیواقیت المہریہ موجود تھا۔ اس حاشیہ میں حضرت شیر اہلسنت کا تذکرہ تھا جو مفتی صاحب نے ہمیں پڑھ کر سنایا۔ حضرت شیر اہلسنت کی تقریر کا انداز بھی ہمیں سنایا۔ آپ بڑے خوش گوار موڈ میں تھے مفتی صاحب فتویٰ نویسی میں بڑے ماہر ہیں چند فتوے ماہنامہ اہلسنت میں طبع ہوئے ہیں آپکی گرفت بڑی مضبوط ہے بڑا مفصل اور مدلل فتوی صادر کرتے ہیں اللہ کرے یہ فتوے کتابی شکل میں طبع ہو جائیں۔ یہ بہت بڑا علمی اور اعتقادی سرمایہ ہیں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ آپ کی زیارت اور علمی ادبی گفتگو سے مستفید ہوئے اس کے بعد دعاؤں کے ساتھ آپ نے اجازت مرحمت فرمائی۔ ہم خانقاہ کی عظیم الشان مسجد میں حاضر ہوئے اذان مغرب ہونے والی تھی۔ پہلی صف میں مجاہد اہلسنت حضرت علامہ پیر محمد افضل قادری نماز کے انتظار میں علالت کی وجہ سے چیئر پر تشریف فرما تھے ان سے ملاقات ہوئی۔ آپ بڑی محبت سے ملے اس کے بعد اذان ہوئی علامہ محمد جمیل اعظمی صاحب کی اقتدار میں نماز مغرب ادا کی۔ آپ کی قرأت بہت عمدہ ہے۔ آپ کی آواز میں بڑی

میٹھا بس ہے۔ میرے ساتھی مولانا افضال صاحب کہنے لگے۔ اعظمی صاحب کی قرأت بہت پیاری ہے۔ علامہ صاحب نے خود بھی تحدیث نعمت کے طور پر بیان کیا کہ ایک مرتبہ مناظر اعظم پاکستان حضرت علامہ پروفیسر محمد سعید احمد اسعد صاحب ہمارے جامعہ میں خطاب کے لیے تشریف لائے مغرب کی نماز کے بعد پروفیسر صاحب دریا کے کنارے پر سیر کو چلے گئے وہاں سے آپ نے مجھے فون کر کے کہا۔ اعظمی صاحب! آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کا بڑا لطف آیا ہے عام گفتگو میں بھی علامہ محمد جمیل اعظمی صاحب کا انداز تکلم بہت پیارا ہے۔ بہر حال نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد ہم پیر طریقت رہبر شریعت مدرس اعظم، استاذ الاساتذہ، شیخ المشائخ حضرت خواجہ پیر محمد اسلم قادری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے۔ مزار بہت عالیشان منبع انوار ہے۔ پیر صاحب کے مزار کے ساتھ اسی قبہ میں آپ کے والد گرامی فقیہ اعظم حضرت مولانا الحاج محمد نیک عالم قادری علیہ الرحمۃ بھی محو استراحت ہیں۔

خواجہ محمد اسلم قادری

استاذ الاساتذہ، شیخ المشائخ، زاہد بے ریا۔ حضرت علامہ خواجہ پیر محمد اسلم قادری قدس سرہ العزیز گیارہ رمضان 1347ھ بمطابق 22 فروری 1929ء بروز جمعۃ المبارک مراڑیاں شریف گجرات ایک عظیم علمی وروحانی گھرانہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا شجرہ نسب 9 ویں پشت میں امیر المومنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم تک جا پہنچتا ہے۔ آپ کے والد بزرگوار فقیہ اعظم حضرت علامہ الحاج خواجہ نیک عالم قادری علیہ الرحمۃ اپنے زمانہ کے فقیہ اعظم، علوم عربیہ اسلامیہ کے ماہر استاذ، شب بیدار، با کرامت ولی اور بارگاہ نبوی کے حضوری ومقرب تھے۔ آپ کس قدر عبادت گزار تھے؟ آپ کے شاگرد رشید، شیخ المدرسین حضرت علامہ محمد نواز کیلانی فرماتے ہیں کہ میرے استاذ محترم حضرت علامہ محمد نیک عالم قادری رحمۃ اللہ علیہ بیماری اور

علالت کے ایام میں بھی کم از کم 18 پارے روزانہ تلاوت قرآن مجید فرماتے تھے آپ نے باقاعدہ قرآن مجید حفظ نہیں کیا تھا لیکن تلاوت کر کر آپ حافظ قرآن مجید بن گئے تھے۔

خلیفہ حضرت شیر ربانی پیر طریقت سید یعقوب علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آف ماجرہ شریف کو کسی وجہ سے زیارت نبوی بند ہوگئی تو آپ ایک مجذوب کی رہنمائی پر مراڑیاں شریف پا برہنہ حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ نیک عالم قادری علیہ الرحمۃ کی دعا سے اسی رات زیارت نبوی سے مشرف ہوئے۔ آپ اس کے بعد ہمیشہ ننگے پاؤں مراڑیاں شریف آتے تھے۔

تعلیم و تربیت

آپ نے اپنے باپ عالم ربانی خواجہ محمد نیک عالم قادری رحمۃ اللہ علیہ کی آغوش ولایت میں پرورش پائی۔ ابتدائی تعلیم والد محترم سے حاصل کی پھر درس نظامی کی انتہائی کتب مختلف اساتذہ کرام۔ مثلاً حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی، جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ قاضی عبدالسبحان، مولانا گل محمد، علامہ سید ظہیر احمد محدث لاہوری، مفتی اعظم سیدی ابوالبرکات سید احمد شاہ بانی حزب الاحناف رحمہم اللہ تعالیٰ سے مکمل کیں۔ فاضل عربی جامعہ فاضلیہ بٹالہ شریف (انڈیا) میں کیا۔

آپ نے نہ صرف یہ کہ درس نظامی پڑھا بلکہ آپ ابتدا سے دورہ حدیث تک درس نظامی پڑھاتے بھی رہے آپ جید عالم دین اور صاحب ریاضت و مجاہدہ ہونے کے ساتھ ساتھ ماہر حکیم اور بے مثال ماہر عملیات بھی تھے۔ آپ نے حکمت اور عملیات کے ذریعے بھی ساری زندگی بے لوث خدمت خلق کی اور بے شمار لوگ آپ سے بھی فیضیاب ہوئے۔

بیعت وخلافت

آپ نے 7 محرم الحرام 1367ھ بمطابق 21 نومبر 1947ء بروز جمعۃ المبارک غوث زمانہ۔ قطب الاولیاء حضرت پیر سید نذر محی الدین گیلانی علیہ الرحمۃ سجادہ نشین بٹالہ شریف کے دست حق پرست پر بیعت کی اور آپ کی خصوصی نگرانی میں منازل طریقت بڑی محنت سے طے کیں۔ بٹالہ شریف کے علاوہ آپ کو بغداد شریف کے تین نقیب الاشراف ہستیوں کی طرف سے علیحدہ علیحدہ خلافتیں عطا ہوئیں۔

1۔ نقیب الاشراف حضرت سیّدنا عاصم الگیلانی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ

2۔ نقیب الاشراف حضرت سیّدنا ابراہیم سیف الدین الگیلانی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ

3۔ نقیب الاشراف حضرت سیّدنا احمد ظفر الگیلانی مدظلہ العالی

علاوہ ازیں قطب مدینہ حضرت خواجہ ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سیّدنا طاہر علاؤ الدین الگیلانی اور البغدادی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی اعظم حضرت سیدی ابوالبرکات سیّدنا یوسف السید ہاشم رفاعی (کویت) نے آپ کو مختلف سلاسل روحانیہ کی خلافتیں عطا فرمائیں۔

جامعہ قادریہ عالمیہ

آپ کے والد گرامی حضرت علامہ خواجہ محمد نیک عالم قادری رحمۃ اللہ علیہ زندگی بھر مراڑیاں شریف کی مسجد میں مقامی اور مسافر طلباء کو پڑھاتے رہے دو دو سو تک طلباء آپ کے پاس ناظرہ قرآن مجید سے لے کر درس نظامی کی انتہائی کتب پڑھتے تھے لیکن آپ نے دینی مدرسہ کے لیے مستقل عمارت نہیں بنائی تھی۔ حضرت خواجہ پیر محمد اسلم قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر فروری 1958ء میں آپ کے انتقال کے بعد مراڑیاں شریف کے جنوب میں

حضرت کے مزار اقدس سے متصل جامعہ قادریہ عالمیہ کی بنیاد رکھی ابتدا میں رقبہ صرف اڑھائی مرلہ تھا لیکن اس وقت 26 کنال کے رقبہ میں طلبا و طالبات کے لیے علیحدہ علیحدہ پرشکوہ درسگاہیں اور عظیم الشان جامع مسجد و عیدگاہ مکمل ہو چکی ہیں اور 600 کے قریب مسافر طلبا و طالبات قیام پذیر ہیں جن کی فری رہائش، خوراک اور تعلیم کا انتظام کیا گیا۔ جامعہ قادریہ عالمیہ اور شریعت کالج سے ہزاروں طلباء و طالبات زیور تعلیم سے آراستہ ہو کر ملک و بیرون ملک اہم دینی خدمات انجام دے رہے ہیں اور اس وقت پاکستان، کشمیر، یورپ، امریکہ اور دیگر ممالک میں ایک سو سے زائد شاخیں قائم ہو چکی ہے جن میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔

وصال اور جنازہ

آپ چند سالوں سے سخت علیل رہتے تھے لیکن ساتھیوں سے ملاقات کا سلسلہ جاری رہا۔ 7 ذوالحج 1424ھ بمطابق 30 جنوری 2004ء بروز جمعۃ المبارک کو دائیں جانب فالج کے اثرات ظاہر ہوئے۔ دوسرے روز آپ کو اتفاق ہسپتال داخل کروادیا گیا۔ جہاں ڈاکٹروں نے مختلف ٹیسٹ لے کر علاج تجویز کیا اور سات دن کے بعد گھر لے جانے کے لیے کہا۔ آپ گھر میں رہے لیکن طبیعت نہ سنبھل سکی پھر 24 ذوالحج بروز سوموار بوقت شام طبیعت میں بے حد کمزوری ہوگئی اور آپ کو رات کے وقت دوبارہ اتفاق ہسپتال لاہور انتہائی نگہداشت وارڈ میں داخل کروادیا گیا جہاں 25 ذوالحج 1424ھ 17 فروری 2004ء بروز منگل صبح 10 بجے دنیا فانی سے رحلت فرما گئے۔ بدھ والے دن ایک بج کر چالیس منٹ پر آپ کی نماز جنازہ آپ کے بڑے فرزند شیخ الحدیث والتفسیر مفتی محمد اشرف القادری محدث نیک آبادی نے پڑھائی۔ اخبارات کے مطابق یہ جنازہ گجرات کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ تھا وفات کے 29 گھنٹے بعد تک آپ کے نورانی چہرے کی زیارت ہوتی رہی۔ آپ کو

نیک آباد میں آپ کے والد محترم کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

تو ہم مزار پہ حاضری دے کر پھر علامہ محمد جمیل اعظمی صاحب کی رہائش گاہ پر رحمانی مسجد حاضر ہوئے چونکہ راقم کی صحت خراب تھی اعظمی صاحب کی رہنمائی سے ایک ڈاکٹر صاحب سے دوائی لی انجکشن لگوائے قدرِ افاقہ ہوا پھر خوش گلو عالم دین حضرت ابونبیل محمد جمیل اعظمی صاحب کی اقتداء میں نماز عشاء ادا کی اس کے بعد کھانا کھایا جو کہ بڑا اعلیٰ کھانا تھا۔ اس کے بعد تقریباً ڈیڑھ دو گھنٹے علامہ سے دینی موضوعات اور حضرت مفتی محمد اشرف القادری صاحب کے خاندانی حالات و واقعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ اس کے بعد ہم سو گئے صبح کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کر کے ہم پھر سو گئے اور بارش بھی شروع ہو گئی تقریباً ساڑھے نو بجے ہم بیدار ہوئے۔ بارش ہو رہی تھی ناشتہ کے بعد ہم اعظمی صاحب کے ساتھ الجامعۃ الاشرفیہ روانہ ہوئے۔ بارش کے پانی سے گجرات شہر کی گلیاں بھری پڑی تھیں حتیٰ کہ لوگوں کے گھروں میں بھی بارش کا پانی داخل ہو گیا تھا جو علاقائی حکمرانوں کے لیے باعث شرم ہے ہم کافی گلیاں و بازار گھوم کر جامعہ پہنچے جب علامہ محمد جمیل اعظمی صاحب جامعہ میں داخل ہونے لگے تو ہم نے علامہ صاحب سے اجازت لی اور اسی رکشا پر ہم گجرات کے مشہور ولی حضرت سید کبیر الدین شاہ دولہ دریائی علیہ الرحمۃ کے مزار شریف پر حاضر ہوئے چونکہ ہلکی ہلکی بارش بھی ہو رہی تھی اور میری صحت بھی خراب ہو گئی تھی اس لئے یہاں کی حاضری مختصر رہی وہی اسحاق جی رکشا والے ہمیں لاری اڈا چھوڑ گئے اور ہم تقریباً تین بجے گھر پہنچے جن بزرگوں سے ملے اور جن کے مزارات پر حاضری دی اللہ عزوجل ان کے توسل سے ہماری خطائیں معاف فرمائیں۔ آمین

☆☆☆☆☆☆

ہمہ صفت موصوف علامہ محمد اشرف سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

عمدۃ الاذکیاء استاذ الاساتذہ سید المناظرین ملک المدرسین رئیس التحریر فاتح مذاہب باطلہ شیخ الحدیث والتفسیر اشرف العلماء حضرت علامہ محمد اشرف سیالوی رحمۃ اللہ علیہ 1940ء میں ضلع جھنگ کے ایک گاؤں غوثیوآلہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی جناب صوفی فتح محمد علیہ الرحمۃ نیک سیرت اور نمازی آدمی تھے۔ ان کا وصال 1994ء میں ہوا آپ نے اپنے دور کے جید علماء کرام سے اکتساب فیض کیا جن اساتذہ کرام کے سامنے آپ نے زانوئے تلمذ طے کیا ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

1۔ حضرت مولانا حافظ محمد شفیق صاحب

2۔ مولانا صوفی حامد علی صاحب

3۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ جھنگوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

4۔ مولانا سید احمد صاحب

5۔ مولانا محمد حسین شوق صاحب

6۔ معظم آباد شریف کے سجادہ نشین خواجہ غلام سدید الدین رحمۃ اللہ علیہ

7۔ استاذ العلماء ملک المدرسین حضرت علامہ عطا محمد چشتی بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ

8۔ شیخ القرآن حضرت علامہ عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

9۔ محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ سردار احمد چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ

10۔ شیخ الاسلام والمسلمین حضور پیر سیال لجپال خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

تلك عشرة الكاملہ

اشرف العلماء حضرت علامہ محمد اشرف سیالوی رحمۃ اللہ علیہ ہمہ صف موصوف شخصیت تھے۔ محقق اہلسنت علامہ شرف قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وہ موجودہ دور میں امت مسلمہ کے لیے قدرت ربانی کا ایک عظیم عطیہ ہیں وہ بیک وقت متعدد اوصاف جمیلہ کے حامل ہیں۔ وہ عالم ربانی بھی ہیں اور عبقری محقق بھی۔ مدمقابل پر چھا جانے والے مناظر بھی اور دلائل کی فراوانی سے شائقین کے دل و دماغ کو متاثر کرنے والے خطیب بھی۔ وہ کتب درسیہ کا گہرا ادراک رکھنے والے مدرس بھی ہیں اور کثیر التصانیف مصنف بھی ہیں وہ جس موضوع پر لکھتے ہیں ان کا قلم کہیں رکنے کا نام نہیں لیتا۔ زبان عربی پر ایسا عبور رکھتے ہیں کہ اردو سے زیادہ عربی میں لکھتے ہیں۔
(عظمتوں کے پاسبان صفحہ 250)

مقام قطبیت:

بندہ ناچیز کے استاذ محترم علامہ قاضی غلام رسول غازی سیالوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 14 اگست 2000ء نے ایک مرتبہ مجھے یہ واقعہ سنایا کہ میں بطور سکول ٹیچر عیسیٰ خیل کے علاقہ میں تدریس کرتا تھا اور وہاں ایک پیر صاحب تھے (آپ نے نام بھی بتایا تھا لیکن مجھے یاد نہیں رہا) انہوں نے مجھے کہا کہ غازی صاحب میرا روحانی تعلق دربار عالیہ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ مجھے بڑا شوق تھا کہ میں قطب کی زیارت کروں اس سلسلہ میں میں نے بڑے بڑے جتن کیے بڑے وظائف اور شب بیداریاں کیں۔

گرم رکھتے ہیں ملاقات بدو نیک سے ہم
تیرے ملنے کیلئے ملتے ہیں ہر ایک سے ہم

آخر ایک دن قسمت نے انگڑائی لی خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ بیت اللہ شریف ہے میں مسجد حرام کے برآمدے میں بیٹھا ہوں اور لوگوں نے قطار بنائی ہوئی ہے۔ جن میں سرفہرست اشرف العلماء حضرت علامہ محمد اشرف سیالوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے ہیں۔ ہاتف غیبی مجھے آواز دیتا ہے اٹھ تیری دعائیں رنگ لائی ہیں یہ جو قطار میں سرفہرست ہیں یہ علماء کے قطب ہیں۔ میں نے قریب جا کر بنظر عمیق دیکھا تو وہ اشرف العلمائے شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی رحمۃ اللہ علیہ:

اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیئے
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

غالباً 2005ء میں پنڈی بھٹیاں کے ایک گاؤں چک نمبر 1 ذخیرہ میں آپ خطاب کیلئے تشریف لائے میں نقیب تھا۔ آپ کو دعوت دیتے وقت میں نے مذکورہ واقعہ سنایا تو آپ نے میری داڑھی چوم کر ارشاد فرمایا کن کے شاگرد ہو! میں نے بتایا تو فرمانے لگے وہ قابل آدمی تھے بہر حال تم حضور علیہ السلام کی تعریف کیا کرو میں ایک طالب علم ہوں۔

تقریباً 96-1995ء کی بات ہے کہ پنڈی بھٹیاں جامع مسجد قبا میں غوث اعظم کانفرنس تھی۔ حضرت اشرف العلماء نے خطبہ کے بعد اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ کے یہ دو شعر پڑھے:

نبوی مینھ علوی فصل بتولی گلشن
حسنی پھول حسینی ہے مہکنا تیرا

نبوی ظل علوی برج بتولی منزل
حسنی چاند حسینی ہے اجالا تیرا

بس انہیں اشعار کی روشنی میں اشرف العلماء نے ڈھائی گھنٹے سید الاولیاء حضرت غوث الوریٰ رضی اللہ عنہ کی عظمت وشان ایسی بیان کی کہ سکے بٹھا دیئے۔ اور غوث پاک کے منکروں کو ناکوں چنے چبوا دیئے اے سی (AC) صاحب مہمان خصوصی تھے۔ بعد میں انہوں نے مائیک پر آ کر کہا کہ میں نے بڑے بڑے علماء کے بیانات سنے ہیں لیکن جتنا مدلل و مفصل اور قلوب کو متاثر کرنے والا بیان علامہ محمد اشرف سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا کم از کم میری قوت سماعت آج تک اس سے محروم رہی ایسا لگتا تھا جیسے قطار اندر قطار الفاظ آسمانوں سے کوثر و سلسبیل میں ڈھل ڈھل کر اتر رہے تھے اور آپ انہیں بڑے سلیقہ سے سامعین کے گوش گزار فرما رہے تھے۔ آپ وعظ فروش نہیں تھے نفاست ونزاکت کا ہمالیہ پہاڑ بن کر اپنے میزبان پر برس نہیں پڑتے تھے بلکہ دین قیم کے خادم عاجزی اور انکساری کا مجسمہ بن کر تشریف لایا کرتے۔ 4 مارچ 2008ء میں ہم نے ہرسہ شیخ میں آپ کو یوم رضا پر فقط ٹیلی فون پر دعوت دی تو آپ تشریف لے آئے آتے ہی آپ نے جلسہ گاہ میں عشاء کی نماز باجماعت ادا کی۔ تقریر کے لئے آپ نے جو عنوان منتخب کیا وہ تھا۔ اعلیٰ حضرت اور ردّ دیوبندیت۔ آپ نے جب دیوبندیوں کی کفریہ عبارات پر گرفت فرمائی تو طاغوت کے ایوانوں میں زلزلہ آ گیا۔ حفظ الایمان کی گستاخانہ عبارت پر ناقدانہ تبصرہ اپنی مثال آپ تھا۔ بہت جامع مانع خطاب آپ نے فرمایا محفل کے بعد کھانا نہیں کھایا 4000 روپے ہم نے نذرانہ پیش کیا تو فرمانے لگے اشرف سیالوی پیسوں کے لئے نہیں آتا بلکہ نبی کریم علیہ السلام کی عظمت بیان کرنے اور گستاخان رسول کا قلع قمع کرنے کے لیے آتا ہے۔ ایک خطاب میں آپ وہابیوں کی یوں خبر لیتے ہیں کوئی مولوی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی لاعلمی

بیان کرے تو مجمع اچھل اچھل کر نعرہ تکبیر بلند کرتا ہے۔ اللہ کی کبریائی بیان کرتا ہے کیوں؟ اللہ کا نبی بے علم ثابت ہو گیا لہٰذا اللہ کی بڑائی بھی ثابت ہو گئی جس استاد کا شاگرد فیل ہو جائے اس کا سر شرم سے جھک جاتا ہے یا فخر سے بلند ہو جاتا ہے؟ لوگ صرف شاگرد پر اعتراض نہیں کرتے استاد پر بھی اعتراض کرتے ہیں کہ وہ کیا پڑھاتا رہا ہے؟ تنخواہ کس کی لیتا رہا ہے؟ وہ ٹیوشن فیس کس کی لیتا رہا ہے؟ جب پڑھایا ہی کوئی نہیں؟ استاد پر بھی اعتراض ہوتا ہے کوئی نہ؟ ان لوگوں سے پوچھو کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے استاد صرف اور صرف اللہ کی ذات استاد ہے تو پھر نبی کی لاعلمی ثابت کر کے تم اللہ کی بھی توہین کر رہے ہو۔ اللہ کی کون سی کبریائی ظاہر کر رہے ہو یا بتلاؤ استاد کوئی اور ہے؟ جب صرف اور صرف اللہ رب العزت استاد ہے اب تم اس کے عظیم شاگرد پر اعتراض کر کے اللہ کی ذات پر اعتراض کر رہے ہو اس میں اللہ کی کیا بڑائی بیان ہوئیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ ۔ جو تم نہیں جانتے وہ اللہ نے تمہیں جتلایا۔ یہ دعویٰ تو اللہ کا ہے نبی پاک علیہ السلام کا تو نہیں ہے اللہ کا دعویٰ ہے کہ جو کچھ بھی تمہیں معلوم نہیں تھا میں نے تمہیں جتلا دیا اور آپ کو پتہ ہی کوئی نہیں پھر اللہ کا دعویٰ کدھر گیا؟ اللہ کا دعویٰ غلط ثابت ہوا تو یہ اللہ کی بڑائی بیان ہو رہی ہے کہ تم اس کے دعویٰ کو جھٹلا رہے ہو؟ تو جس خدا کے طرفدار ہو اس کے متعلق تمہارا یہ کردار ہے نبی پاک علیہ السلام کے تو تم پہلے ہی طرف دار نہیں ہو لہٰذا ان کے بارے تم سے کیا گلہ ہو سکتا ہے؟

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسمان کیوں ہے؟ جس کے ساتھ دوستی کا دعویٰ ہے جس کے ساتھ نیاز مندی کا مظاہرہ ہے۔ اس کے بارے میں یہ ہے کہ اس کے دعوؤں کو جھوٹا ثابت کر رہے ہو۔ تو اگر جہاں اخلاص کا دعویٰ ہے وہاں حال یہ ہے تو جہاں تعلق ہی کوئی نہیں وہاں ہمیں تم پہ کیا گلہ ہو سکتا ہے۔

اشرف العلماء کا طرز استدلال:

آپ نے ایک بیان میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کا شعر پڑھا:

جن کے تلووں کا دھوون ہے آب حیات
ہے وہ جان مسیحا ہمارا نبی

اس شعر سے آپ نے افضلیت مصطفےٰ اور اختیارات مصطفےٰ پر جو استدلال کیا قارئین ملاحظہ فرمائیں۔

آپ نے فرمایا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اس شعر میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جان اور روح قرار دیا ہے۔ یہ قائدہ مسلمہ ہے کہ جسم اور روح سے روح کا مرتبہ اعلیٰ ہے۔ جسم کثیف ہے جبکہ روح لطیف۔ جسم خاک سے بنا ہے اور روح جنس ملائکہ میں سے ہے۔ یعنی نور ہے جسم کے کمالات روح کے کمالات پر موقوف ہیں۔ اب دیکھیے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو جسم کہہ رہے ہیں جن کی شان یہ ہے کہ ان کا ہاتھ پھیر کر اور پھونک مار کر مردے جلانا۔ کوڑھوں اور اندھوں کو شفایاب کرنا نص قرآنی سے ثابت ہے جب جسم کی شان مسیحائی اور اعجاز مشکل کشائی اس حد تک ہے تو جو ان کی روح ہیں ان کی مسیحائی کا عالم کیا ہوگا؟

گلشن توحید و رسالت جلد دوم صفحہ 67 پر دعا بعد نماز جنازہ پر بحث کرتے ہوئے رقم فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا یرد القضاء الا الدعاء

ترجمہ: قضاء تقدیر کو نہیں ٹالتی مگر دعا اور دوسری حدیث ہے

الدعاء ینفع مما نزل و ممالم ینزل (مشکوٰۃ)

ترجمہ: جو مصیبت نازل ہو چکی ہو دعا اس میں نفع دیتی ہے اور جو ابھی نازل نہیں

ہوئی اس میں بھی۔

ان احادیث پر ہمارے ممدوح کا تبصرہ اور طرز استدلال نیز اہل باطل کی جھاڑ پھونک دیکھئے حضرت فرماتے ہیں لیکن اس اہم ترین عبادت کے لیے بھی علماء دیوبند نے پابندی لگا رکھی ہے کہ نماز جنازہ کے بعد نہ مانگو۔ نتیجے ساتویں اور چالیسویں میں نہ مانگو۔ کہیں حکم ہوتا ہے ہاتھ اٹھا کر نہ مانگو کہیں ارشاد ہوتا ہے اجماعی طور پر نہ مانگو وغیرہ ذلک من الھفوات گویا اللہ تعالیٰ سے مانگنے کے لیے بھی دیوبندی اجازت ضروری ہے۔ ایک مرتبہ چنیوٹ محلہ شاہ برہان جامعہ شمسیہ میں آپ خطاب فرمارہے تھے عوام اہلسنت ہمہ تن گوش اپنی سماعتوں کے دروا کیے آپ کے خطاب دلنواز سے مستفیض ہو رہے تھے کہ دیوبندیوں کی طرف سے ایک چٹ پہنچی جو شیخ الحدیث صاحب نے پڑھ کر سنائی کہ حضرت بلال اور دیگر صحابہ کرام (علیہم الرضوان) نے تو اذان سے قبل صلوٰۃ سلام نہیں پڑھا تم صحابہ کرام سے بڑے عالم اور عاشق ہو جو کام صحابہ کرام نے نہیں کیا تم اس پر بضد ہو۔

میرے غیور سنی بھائیو! اب شیخ الحدیث صاحب علیہ الرحمۃ کا جواب مجھے من وعن تو یاد نہیں لیکن جتنا ذہن میں ہے وہ پڑھیے آپ فرمانے لگے حدیث پاک میں وارد ہوا ہے کہ ہر اچھے کام سے پہلے بسم اللہ اور درود شریف پڑھ لیا کرو۔ دیو کے بندو! مجھے یہ بتاؤ کہ حکم ہو سرکار کا اور صحابہ عمل نہ کریں ہمارا احسن ظن تو یہی ہے کہ ضرور پڑھا ہوگا۔ تمہارا عقیدہ ہے کہ نہیں پڑھا اگر صحابہ نے نہیں پڑھا تو پھر........ طعنہ شیعوں کو دیتے ہو کہ وہ گستاخ صحابہ ہیں اور عقیدہ خود بھی صحابہ کی گستاخی والا اپنائے ہوئے ہو۔ آپ کا طرز استدلال اور قوت استنباط دیکھنی ہو تو مناظرہ جھنگ کا مطالعہ کریں جو 27 اگست 1979ء نول والہ بنگلہ جھنگ زیر نگرانی ضلعی انتظامیہ ہوا تھا۔

285 صفحات پر پھیلی ہوئی اس مناظرہ کی روداد اہلسنت پبلی کیشنز ضلع جہلم۔

اس مناظرہ کے مصنفین پروفیسر تقی انجم گورنمنٹ کالج جھنگ محمد منظور خان ایڈووکیٹ اور غلام باری ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول جھنگ نے فیصلہ کرتے ہوئے لکھا ہے ہم مصنفین بالاتفاق فیصلہ کرتے ہیں اور اس مناظرہ میں مولانا محمد اشرف سیالوی کو ان کے نسبتاً وزنی استدلال کی بنا پر کامیاب قرار دیتے ہیں۔

اشرف العلماء کے علمی شہہ پارے

1۔ تحفہ حسینیہ 3 جلدیں یہ ضخیم کتاب محمد حسین ڈھکو کی کتاب تنزیہیہ الامامیہ کے جواب میں 1416 صفحات پر مشتمل صرف اور صرف آپ نے دو ماہ اور ستائیس دن میں لکھی۔

2۔ کوثر الخیرات لسید السادات صلی اللہ علیہ وسلم 415 صفحات پر پھیلی ہوئی یہ کتاب قرآن مجید کی مختصر سی سورۃ سورۃ کوثر کی انتہائی پر مغز تفسیر ہے اگر اسی انداز میں قرآن مجید کی مکمل تفسیر آپ لکھتے تو اُردو زبان میں قرآن مجید کی سب سے مفصل تفسیر ہوتی۔

3۔ گلشن توحید ورسالت 2 جلدیں 1149 صفحات کا یہ مجموعہ امام الوہابیہ مولوی سرفراز گکھڑوی کی کتاب گلدستہ توحید کے جواب میں اتنی مدلل کتاب ہے کہ اہل نجد و دیوبند اس کا جواب دینے سے عاجز ہیں۔

4 جلاء الصدور صفحات 464 عقیدہ سماع موتی پر اس کتاب میں اشرف العلماء نے سیر حاصل بحث کی ہے۔ قرآن وحدیث اور اکابرین ملت کی مستند کتب کے حوالہ جات سے مسئلہ کی حقیقت واضح فرمائی ہے۔

5۔ ازالۃ الریب عن مقالہ فتوح الغیب 90 صفحات کی اس مختصر کتاب میں فریق مخالف کو جس طرح آپ نے دن کے تارے دکھائے ہیں یہ صرف آپ ہی کا حصہ ہے۔

6۔ ہدایۃ المتذبذب الحیران فی الاستعانہ باولیاء الرحمٰن اس کتاب کے صفحات 566 ہیں یہ بھی ایک جوابی کتاب ہے اس میں آپ نے اپنے موضوع کو اس طرح سمیٹا ہے کہ خود فرماتے ہیں میں نے جو لکھنا تھا لکھ دیا اور جو مقصد تھا وہ عرض کر دیا۔ اب میں مزید کوئی جوابی کارروائی کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا اور نہ ہی اس کی ضرورت سمجھتا ہوں۔

7۔ متعہ اور اسلام 286 صفحات پر یہ مدلل کتاب شیعہ کے گندے عقیدے متعہ اور دیگر فحاشیوں کو بے نقاب کرتی ہے۔ اس میں آپ نے محمد حسین ڈھکو اور ذریت ابن سا کی خوب خبر لی ہے لیکن فریق مخالف آج تک اس کا جواب نہیں دے سکا۔

8۔ دی ہولی بائبل اور شان انبیاء میں گستاخیاں 72 صفحہ کے اس کتابچہ میں آپ نے عیسائیوں کی بے ادبیاں اور گستاخیوں کا پردہ چاک کیا ہے اور ثابت کیا ہے عیسائی سابقہ انبیاء علیہم السلام کے رجسٹرڈ گستاخ ہیں۔

9۔ انبیاء سابقین اور بشارات سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن مجید، توریت، انجیل اور زبور مقدس کے حوالہ جات اور سابقہ انبیاء علیہم السلام کی زبانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور بالخصوص آپ کے میلاد شریف کا تذکرہ بڑے احسن انداز میں کیا ہے۔

10۔ تنویر الابصار بنور النبی المختار 207 صفحات کی یہ کتاب ایک مناظرہ کی رو داد ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نورانیت پر ایک چمکتی دمکتی تحریر بھی ہے۔ کتاب کا موضوع نام سے ہی ظاہر ہے۔

11۔ سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ، اسد اللہ و اسد الرسول حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت ہی پیارے چچا حضرت سیّدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ جو جنگ احد میں شہید ہوئے تھے اور احد کے دامن میں آپ کا مزار مبارک آج بھی مرجع خلائق ہے کی

سوانح حیات 168 صفحات پر مشتمل ظاہری باطنی حسن کا قرقع کتاب ہے۔

12۔ تحقیقات جب لوگ مذہبی چال بازوں کی چال بازی کا شکار ہو رہے تھے اور جس راستے پر چل رہے تھے وہ عنقریب ہی انہیں قادیانیت کی گود میں لے جانے والا تھا تو اس وقت امام احمد رضا بریلوی کے افکار اور سیدی محدث اعظم پاکستان کی فراست کے پاسبان حضرت شیخ الحدیث نے ختم نبوت کا تحفظ کرتے ہوئے 415 صفحات کی یہ کتاب لکھی اور ایسی لکھی کہ علم کے دریا بہا دیئے مستقبل قریب میں انشاء اللہ یہ کتاب ہر خاص و عام کی دینی ضرورت بنتی نظر آ رہی ہے۔

13۔ نکاح زلیخا رضی اللہ عنہا کی تحقیق وہابیہ کی چونکہ عادت ہے کہ محبوبان خدا پر تنقیص کرتے ہیں۔ وازواجہ امھتھم ۔ حضرت نے بڑے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح حضرت زلیخا رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔

14۔ جشن میلاد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم 191 صفحات کی یہ کتاب آپ کے تین خطبات کا مجموعہ ہے۔

15۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ یہ بھی آپ کا امام الائمہ پر ایک خطاب ہے صفحات 96 ہیں یہ دونوں کتابیں آپ کے ہونہار اور قابل فخر شاگرد حضرت صاحبزادہ محمد سہیل احمد سیالوی زید مجدہ نے ترتیب و تدوین کے ساتھ بڑے خوبصورت انداز میں بزم شیخ الاسلام جامعہ رضویہ احسن القرآن دینہ ضلع جہلم سے شائع کیں ہیں۔

16۔ قربانی تاریخ، پس منظر احکام۔

17۔ تاریخ مکہ مکرمہ یہ دونوں بھی حضرت کے خطابات ہیں۔ جنہیں صاحبزادہ محمد سہیل احمد سیالوی صاحب نے تخریج کے ساتھ مجلہ ضیائے اسلام جہلم جلد 2 شمارہ نمبر 5 میں بڑی آب و تاب کے ساتھ شائع کیا ہے۔

18۔ سیالوی تقریریں، جہانیاں منڈی سے مولانا فضل رسول صاحب نے آپ کے 6 خطبات ترتیب دیئے ہیں۔ 196 صفحات کی یہ کتاب مکتبہ حبیبیہ رضویہ فضل العلوم سپر ہائی وے روڈ جہانیاں منڈی خانیوال سے شائع ہوئی ہے۔

19۔ مجموعہ صلوٰۃ الرسول، خواجہ عبدالرحمٰن چھوہروی ہری پور ہزارہ کے امی بزرگ ہیں۔ جنہوں نے عربی زبان میں حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام کے فضائل پر 5 ضخیم مجلدات میں یہ کتاب لکھی ہے۔ اشرف العلماء نے 1993ء میں اس کا بہترین ترجمہ کیا 41 صفحات کا مقدم لکھا تقریباً 6000 ہزار صفحات پر بڑے سائز کی یہ کتاب درود شریف پر ایک انسائیکلو پیڈیا کا درجہ رکھتی ہے۔

20۔ شواہد الحق، امام یوسف نبہانی علیہ الرحمۃ کی عربی میں بہترین کتاب ہے جس کا ہمارے ممدوح نے اردو میں ترجمہ فرمایا ہے۔

21۔ الوفا باحوال المصطفٰے علامہ ابن جوزی علیہ الرحمۃ کی کتاب ہے اشرف العلماء نے اسے اُردو قالب میں ڈھالا ہے ایک مرتبہ مجھے زرعی یونیورسٹی فیصل آباد کے ایک پروفیسر صاحب ملے کہنے لگے سیالوی صاحب نے جو الوفا کا ترجمہ کیا ہے میں نے عربی کتاب سامنے رکھ کر ترجمہ کا مطالعہ کیا ہے ایک لفظ بھی سیالوی صاحب مصنف کے مؤقف سے ادھر ُدھر نہیں ہوئے اور یہی ترجمہ کا حق ہوتا ہے مذکورہ بالا دونوں کتب فرید بک سٹال اردو بازار لاہور سے کئی بار چھپ کر داد حاصل کر چکی ہے۔

22۔ انسان العیون المعروف سیرت حلبیہ۔ اس کتاب کا بھی آپ نے ترجمہ فرمایا تھا اور مولانا ضیاء اللہ قادری سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ اشاعت کے لیے لے گئے تھے آپ کا انتقال ہو گیا اب پتہ نہیں یہ مسودہ محفوظ ہے یا لاپرواہی کا شکار ہو گیا۔

23۔ عبدالقادر سنی نما شیعہ کے رد میں حضرت نے ایک کتاب لکھی ہے۔ افضلیت شیخین جو صاحبزادہ سہیل احمد سیالوی صاحب کی نگرانی میں طباعت کی منزلیں

طے کر رہی ہے۔ دوران تحریر ہی صاحبزادہ والا شان غلام نصیر الدین سیالوی صاحب قدس سرہ العزیز نے بتایا کہ آپ سورۂ یوسف کی تفسیر لکھنے کا ارادہ بھی رکھتے تھے لیکن ہوتا وہ ہی ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔

وصال پر ملال:

زندگی کی 73 بہاریں گزار کر اور تقریباً 53 سال تدریس تحریر اور تقریر سے مذہب اہل سنت و جماعت کی خدمت کرنے کے بعد 23 مئی 2013ء بروز جمعرات صبح ساڑھے سات بجے عبداللہ میڈیکل کمپلیکس سرگودھا میں آپ کا وصال ہوا۔ گلشن اہلسنت کی آبیاری کے لیے آپ چار صاحبزادے چھوڑ کر گئے ہیں۔

بڑے صاحبزادے حضرت علامہ غلام نصیر الدین سیالوی صاحب ہیں جو بہت بڑے مناظر اور مصنف ہیں۔ اُن سے چھوٹے صاحبزادے، صاحبزادہ غلام بشیر الدین سیالوی صاحب فاضل علوم اسلامیہ ہیں عاجزی اور انکساری میں اپنے والد کا نمونہ ہیں۔

تیسرے صاحبزادے، صاحبزادہ غلام فرید الدین سیالوی صاحب بھی عالم دین ہیں اور خطابت کے فرائض بھی سرانجام دے رہے ہیں۔

چوتھے صاحبزادے، صاحبزادہ غلام نعیم الدین سیالوی صاحب جو زراعت کا کام کرتے ہیں۔ اللہ کرے گلشن شیخ الحدیث ہمیشہ ہرا بھرا رہے اور اس میں کبھی خزاں نہ آئے۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
ایک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

☆☆☆☆☆☆

خطیبِ اسلام سید شبیر حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

دنیائے خطابت کے عظیم شاہ سوار، لحن داؤدی کے مالک، ظاہری و باطنی خوبیوں کے حامل، لاکھوں کے مجمع کو اپنا ہمنوا بنانے والے خطیب، آیات وحدیث اور خوبصورت اشعار سے سامعین کے قلوب واذہان پر چھا جانے والے پیر طریقت رہبر شریعت، عالمی مبلغ اسلام حضرت علامہ الحاج پیر سید شبیر حسین شاہ نقوی حافظ آبادی علیہ الرحمۃ الہادی مملکت خداداد پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے تقریباً ۶ ماہ بعد جنوری ۱۹۴۸ء کو منڈیالہ تیگہ، ضلع گوجرانوالہ میں آفتاب نقشبندیت، مہتاب ولایت، پیر سید نواب علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پیدا ہوئے۔ جو اپنے دور کے بڑے معروف بزرگ تھے۔ جن کا مزار پر انوار جامع مسجد پیر نواب علی شاہ والی جو آپ کے نام سے معروف ہے میں زیارت گاہ خاص وعام ہے۔

جب پیر سید شبیر حسین شاہ صاحب حافظ آبادی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے تو آپ کے والد گرامی آپ کو اپنے چچا حضرت پیر سید حسین شاہ کے صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لائے جو بہت بڑے صاحب حال بزرگ تھے۔ جن کی کرامات دیکھ کر اپنے پرائے، بیگانے سبھی مانتے تھے۔ بکثرت ہندو، سکھ اور دیگر غیر مسلم ان کی کرامات دیکھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کے عینی شاہد آج بھی موجود ہیں۔

صادق ہوں اپنے قول میں غالب خدا گواہ
کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

آپ کا نام نامی اسم گرامی حضرت پیر سید حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے رکھا۔ جو حضرت بابا پیر کے نام سے مشہور تھے۔ حضرت بابا پیر علیہ الرحمۃ الکبیر اکثر مسجد میں تشریف رکھتے اور اپنے وظائف میں مصروف رہتے۔ جب خطیب اسلام علیہ الرحمۃ الرحمٰن کی ولادت ہوئی تو آپ کے والد ماجد سید نواب علی شاہ علیہ الرحمۃ اپنے چچا حضرت پیر سید حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مبارک باد پیش کی۔ نیز عرض کیا: حضور! اللہ تعالیٰ نے آپ کو پوتا عطا فرمایا ہے تو آپ نے تین مرتبہ زبان مبارک سے فرمایا۔ الحمدللہ! الحمدللہ! الحمدللہ! مسکراتے ہوئے گھر تشریف لائے اور ایک کان میں اذان اور دوسرے میں تکبیر کہی۔

اس اثناء میں خطیب اسلام کی والدہ ماجدہ نے حضرت قبلہ پیر حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ باباجی کی خدمت میں عرض کریں۔ حضور! گھٹی بھی آپ دیں تاکہ یہ نیک اور خوش قسمت ہو۔ تو یہ پیغام سنتے ہی حضرت بابا پیر سید حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مراقبہ میں چلے گئے۔ تقریباً دس منٹ تک مراقبہ میں رہنے کے بعد فرمایا اس کا منہ کھولیں۔ جب خصیب اسلام علیہ رحمۃ الرحمٰن کا منہ کھولا گیا تو حضرت پیر بابا علیہ الرحمۃ الکبیر نے اپنا لعاب دہن ڈالا اور گھٹی دی۔ میرا ذوق کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل و کرم کے بعد حضرت خطیب اسلام علیہ الرحمۃ الرحمٰن کو تقریر و تحریر میں جو کمال حاصل ہیں یہ سب ان کے والد گرامی اور سید حسین شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے فیوض و برکات کا ثمرہ ہے۔

یہ سب تمہارا کرم ہے آقا:

غوث الثقلین والی بغداد شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے ظہر کے وقت سے پہلے حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ نے مجھ سے فرمایا۔ میرے فرزند! تم وعظ و نصیحت کیوں نہیں کرتے؟ میں

نے عرض کیا نانا جان! میں ایک عجمی شخص ہوں۔ فصحائے بغداد کے سامنے کس طرح زبان کھولوں۔ آپ نے فرمایا: اپنا منہ کھولو۔ میں نے منہ کھولا۔ آپ نے سات دفعہ میرے منہ میں لعاب دہن ڈالا اور فرمایا جاؤ ایسا تم وعظ و نصیحت کرو اور حکمت عملی سے لوگوں کو نیک بات کی طرف بلاؤ۔ اس کے بعد میں نے مولیٰ کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم کو دیکھا آپ نے فرمایا: اپنا منہ کھولو! میں نے منہ کھولا آپ نے چھ دفعہ لعاب دہن لگایا میں نے عرض کیا آپ نے سات دفعہ لعاب کیوں نہیں لگایا؟ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کی وجہ سے۔ پھر آپ مجھ سے پوشیدہ ہو گئے۔ پھر میں فکر دل کے دریا میں غوطے لگا لگا کر حقائق و معارف کے موتی نکالنے لگا۔

(قائد الجواہر مطبوعہ لاہور، ص ۶۱)

تعلیم و تربیت:

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہ فی الدین (مشکوۃ کتاب العلم پہلی فصل)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس کے لیے خیر کا ارادہ چاہتا ہے انہیں دین کا عالم بنا دیتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

فقیہ واحد اشد علی الشیطن من الف عابد (ایضا)

ترجمہ: ایک عالم دین شیطان پر ہزار عابدوں سے بھاری ہے۔

انہیں احادیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت خطیب اسلام علیہ الرحمۃ الرحمٰن صاحب جب سن شعور کو پہنچے تو گھر میں ہی قرآن کریم اور ابتدائی اسلامی تعلیم کا آغاز

ہوا جیسے جیسے بڑھتے گئے تعلیم میں ترقی ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ آپ نے علوم وفنون اسلامیہ کے حصول میں اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ حضرت خطیب اسلام علیہ الرحمۃ الرحمٰن اپنے خطبات عالیہ میں اکثر فرمایا کرتے تھے۔

تمنا ہے کہ دنیا میں کوئی کام کر جائیں
اگر کچھ ہو سکے تو خدمت اسلام کر جائیں

جامعہ سراج العلوم (گوجرانوالہ) اور بھکھی شریف نیز گجرات کے قابل قدر مدارس میں اساطین علم وفن سے خوب جواہر علمیہ کو سمیٹا۔ خطیب اسلام پیر سید شبیر حسین شاہ صاحب حافظ آبادی علیہ الرحمۃ الہادی نے جن اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا ہے ان مشاہیر کے اسمائے گرامی کچھ اس طرح ہیں:

☆ حضرت علامہ مفتی محمد عبداللطیف صاحب (گوجرانوالہ)
☆ حضرت علامہ مولانا مفتی حاکم علی صاحب (راہوالی)
☆ حضرت علامہ مولانا غلام نبی صاحب (گکھڑ)
☆ حضرت علامہ مولانا عبدالقادر صاحب (سوکن ونڈ)
☆ حضرت علامہ مولانا نذیر احمد صاحب (بھکھی شریف)
☆ عاشق مدینہ حضرت علامہ مولانا حافظ محمد احسان الحق قادری (فیصل آباد)

شرفِ بیعت:

حضرت سلطان العارفین علیہ الرحمۃ الکریم بیعت کی حکمت بیان فرماتے ہیں:

تسبیح پھیری تے دل نہ پھریا کی لینا تسبیح پھڑ کے ہو
علم پڑھیا تے ادب نہ سکھیا کی لینا علم نوں پڑھ کے ہو
چلے کٹے پر کجھ نہ کھٹیا کی لینا چلیاں وڑ کے ہو
جاگ بناں ددھ جمدے نہ باہو بھانویں لال ہوون کڑھ کڑھ کے ہو

بیعت کی ضرورت و اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے حضرت خطیب اسلام علیہ الرحمۃ الرحمٰن اپنے والدین کریمین کی خواہش کے مطابق آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجدد حضرت شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین حضرت الحاج میاں غلام احمد صاحب نقشبندی مجددی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف رکھتے ہیں۔ اور دستار خلافت حاصل کرنے کا بھی شرف حاصل ہے جو روحانی ودینی سطح پر بہت بلند مقام پر فائز تھے۔ ہزاروں کی تعداد میں پیر سید شبیر حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین ہیں۔

آغازِ خطابت:

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو علم کی بات بتائے گا تو اسے اس پر عمل کرنے والے کا بھی اجر ملے گا اور عمل کرنے والے کے اجر میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔

(ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۲۴۷)

حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو صبح یا سہ پہر مسجد میں جائے تاکہ نیکی کی بات سیکھے یا سکھائے اور اس کے علاوہ اسے کوئی اور کام نہ ہو، تو جب اپنے گھر لوٹے گا تو راہ خدا میں جہاد کرنے والے کی طرح ہوگا جو غنیمت لے کر واپس لوٹا ہو۔

(مؤطا امام مالک، کتاب قصر الصلوٰۃ فی السفر)

دنیائے اسلام جسے آج مقبول عرب وعجم، خطیب اسلام، مفسر قرآن، حضرت پیر سید شبیر حسین شاہ صاحب حافظ آبادی علیہ الرحمۃ الہادی کے نام سے اچھی طرح جانتی ہے۔ انہوں نے خطابت کا آغاز پاکستان کے مشہور صنعتی شہر گوجرانوالہ سے ۱۹۶۷ء میں ایک بدعقیدہ شخص کی منفی تقاریر کے جواب میں مثبت اور عاشقانہ انداز میں کیا۔ اللہ

تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے بڑی مقبولیت سے نوازا۔ دنیا سنیت کا بچہ بچہ آپ کے پرتاثیر خطبات ومواعظ کا فدائی اور شیدائی ہوتا چلا گیا۔

وہاں سے کچھ عرصہ قلعہ دیدار سنگھ میں اپنی خطابت کے جوہر دکھاتے رہے۔ آخر کار باشندگان حافظ آباد کے پرزور اصرار ۱۹۷۲ء میں حافظ آباد کو اپنا مستقل مرکز بنایا اور دنیائے اسلام کے نامور مذہبی اسکالروں میں تقریری لحاظ سے اپنا نام پیدا کیا۔

اب آپ کی تقاریر کا یہ عالم ہے کہ شاید ہی کوئی دن ایسا ہو جس دن تقریر نہ ہو۔

رات دن گزردے نے آپ دی ثناء اندر

میری زندگانی دا ایہو گوشوارہ ہے

یہ کتنی بڑی سعادت ہے کہ شب و روز ذکر خدا و مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں گزرے۔ آپ کا خطاب دلنواز گھنٹوں پر محیط ہوتا تھا۔ جب آپ قرآن پاک کی آیات اور کلام اعلیٰ حضرت اپنے مخصوص انداز میں پڑھتے تو سامعین تڑپ جاتے بالخصوص جب آپ حسان الہند امام اہلسنت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن کا یہ شعر پڑھتے کہ:

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا

تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

تو سامعین جھوم اٹھتے اور نعرہ تکبیر و رسالت کے ساتھ ساتھ یہ نعرہ گونجتا۔

سنیوں کا بادشاہ۔ شبیر شاہ شبیر شاہ

''تاریخ حافظ آباد'' کے مصنف لکھتے ہیں کہ آپ کا شمار بلند پایہ دینی رہنماؤں میں ہوتا ہے۔ خطیب عرب وعجم کی حیثیت سے پوری دنیا میں اپنی پہچان رکھتے ہیں۔ انجمن سپاہ مصطفیٰ پاکستان کے صدر اور جماعت اہلسنت کے ممتاز رہنما ہیں۔ آستانہ عالیہ منڈیالہ شریف کے سجادہ نشین ہیں۔ مقامی مسجد الفاروق میں عرصہ دراز سے

بحیثیت خطیب دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

سیاسی خدمات

چونکہ آپ کا حلقہ اثر نہایت وسیع و عریض تھا۔ اس لئے آپ نے پاکستان میں چلنے والی ہر مذہبی و سیاسی تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ خصوصاً تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور عالم اسلام میں منعقد ہونے والی سب سے بڑی اور تاریخی، یارسول اللہ کانفرنس، بادشاہی مسجد لاہور جس میں پاکستان کے ہر خط و صوبہ بمعہ آزاد کشمیر میں بسنے والے لاکھوں سنی مسلمانوں نے عاشقانہ، فدایانہ جذبات کے ساتھ شمولیت کی سعادت حاصل کی۔

سیاسی طور پر آپ نے ۴ بار صوبائی انتخاب لڑے۔ بھٹو دور میں تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت کرتے ہوئے قید و بند کی صعوبتوں سے دوچار ہوئے۔ آپ نے گوجرانوالہ اور شیخوپورہ جیل میں مجموعی طور پر تین سال پانچ ماہ اور ستائیس دن کی قید کاٹی۔ آپ کو رہائی کے لیے ہر طرح کے لالچ سے خریدنے کی کوشش کی گئی مگر سید زادے نے ناموسِ رسالت کی حفاظت کے لیے قید و بند کی ترجیح دیتے ہوئے ہر قسم کی پیشکش کو بڑی حقارت سے ٹھکرا دیا۔

تخت سکندری پر وہ تھوکتے نہیں
بستر لگا ہوا جن کا تیری گلی میں

حج و عمرہ کی سعادت اور بیرونی ممالک میں تبلیغ:

سرزمین حجاز مقدس میں حرمین شریفین کی حاضری کے لیے وہ کون سا قلب مؤمن ہے جو بے تاب نہ رہتا ہو۔ جب عام مسلمان کی آرزو، تمنا اور خواہش بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کے لیے ہر وقت تازہ رہتی ہے، تو ایک خطیب اسلام اور وہ بھی سید زادہ اپنے نانا جی کے حضور حاضری کی کتنی تڑپ رکھتا ہوگا۔

اس کا اندازہ آپ از خود اپنی کیفیت اور جذبات سے لگا لیجئے۔ چنانچہ آپ بھی عشق حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار بار بار گنبد خضریٰ کی زیارت اور حج وعمرہ کی سعادت عظمیٰ سے بہرہ مند ہونے کے لیے حرمین شریفین کی حاضری سے فیضیاب ہوتے رہے ہیں۔ ۱۳ بار حج وعمرہ اور دیگر مقامات مقدسہ کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ آپ اپنے جمعہ کے خطبہ میں فرماتے ہیں:

اساں دیکھے سجناں دے گلیاں محلے
ولی غوث بیٹھے نے راہواں نو ملے
فرشتے وی جھک جھک پئے ویدھے نے تھلے
خداوی سلاماں دے تحفے پیا گھلے
مدینے شہر دی توں کی شان بچھنا ایں
پیا جی دا شہر او بس بلے بلے

یوں تو بیرونی ممالک کے دورے بسلسلہ تبلیغ کئی بار آپ نے فرمائے جن ممالک کے دورے آپ نے فرمائے ان میں سے بعض کے نام ملاحظہ فرمائیں۔ حجاز مقدس، مصر، ایران، برطانیہ، امریکہ، بلجیم، ناروے اور ڈنمارک۔

تصانیف وتالیفات

خطیب اسلام پیر سید شبیر حسین شاہ صاحب حافظ آبادی علیہ الرحمۃ الہادی تقریری مصروفیات کے باوجود قرطاس وقلم سے بھی بے حد لگاؤ رکھتے تھے۔ آپ کو کتابوں سے عشق تھا یہی وجہ ہے کہ آپ کے دارالمطالعہ میں ہزاروں کتابیں موجود ہیں۔ تفاسیر، احادیث، کتب فتاویٰ، تواریخ، مغازی، مواعظ، ادب، منطق، اصول، فلسفہ، صرف ونحو الغرض ہر موضوع پر کتب کا وسیع ذخیرہ کتاب اور علمی ذوق کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ تجربہ شاہد ہے کہ جس عالم دین کے پاس اسلامی کتب کا وافر

ذخیرہ پایا جائے وہ اپنی سوچ، عقل ودانش اور فہم فراست علمیہ کو بروئے کار لاتے ہوئے راہوار قلم کو چلانے کی طرف بھی راغب ہوتا ہے۔ چنانچہ ہمارے ممدوح تصنیفی راستے پر نہایت عمدگی سے گامزن رہے۔ اس وقت تک درج ذیل کتابیں زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں۔

۱- نزہۃ الرحمٰن فی تفسیر القرآن، یہ کتاب لاریب کے تقریباً چھ پاروں کی جدید طریقے کی بہت سلیس اور عقائد کے لحاظ سے بڑی مدلل تفسیر ہے۔

۲- شرح احادیث بخاری فی فضائل محبوب باری، بخاری شریف کی چند احادیث کی بہترین شرح۔

۳- مسئلہ علم غیب قرآن وحدیث کی روشنی میں۔

۴- اختیارات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن وحدیث کی روشنی میں۔

۵- نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن وحدیث کی روشنی میں۔

۶- مسئلہ گیارہویں شریف۔

۷- خلیفہ بلافصل کون؟

۸- منکرین حدیث کون؟

۹- میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن وحدیث کی روشنی میں۔

۱۰- تبلیغی جماعت قرآن وحدیث کی روشنی میں۔

۱۱- ہم صلوٰۃ وسلام کیوں پڑھتے ہیں؟

۱۲- نجدیت قرآن وحدیث کی روشنی میں۔

۱۳- سفر امن فی رد قباحت زمن۔

۱۴- محب اہل بیت کون؟

ان کے علاوہ آپ کو شاعری سے حظ وافر عطا ہوا ہے۔ آپ نے زیادہ تر اُردو

پنجابی میں نعتیں لکھی ہیں جو ایک دیوان کی صورت میں غیر مطبوعہ محفوظ ہیں۔ اخباری اطلاع کے مطابق آپ ۲۶ کتب کے مصنف تھے۔

انتقال پر ملال:

آپ اپنی اکثر تقاریر میں بڑے سوز و گداز سے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

میں سو جاؤں یا مصطفیٰ کہتے کہتے
کھلے آنکھ صلی علیٰ کہتے کہتے

اور رو رو کر فرماتے یا اللہ بری موت سے بچانا۔ ذلت کی موت سے بچانا۔ کل نفس ذائقة الموت، کل من علیها فان۔ فرماتے یا اللہ مرنا تو ہے لیکن عزت کی موت عطا کرنا، ذلت کی موت سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ میں مروں تو میرے جنازے کے ساتھ درود و سلام کی گونج ہو۔ تا کہ دنیا والے دیکھ لیں کہ نبی علیہ السلام کا غلام جا رہا ہے۔ ایک مقام پر عالم برزخ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

مٹی نہ ہو خراب میری پس مرگ الٰہی
جب خاک اڑے میری تو مدینے کی ہوا ہو

اس شعر کو دعائیہ انداز میں بار بار اور درد و سوز کے ساتھ پڑھتے اور واقعی آپ کی یہ دعائیں جو جوش خطابت سے نہیں بلکہ خلوص نیت سے مانگی گئی تھیں شرف قبولیت سے نوازی گئیں۔ ۲۶ شوال ۱۴۳۱ھ/ ۱۶ اکتوبر ۲۰۱۰ء بروز بدھ ڈھائی بجے سہ پہر گوجرانوالہ میں آپ کا وصال با کمال ہوا۔ وہاں سے آپ کا جسد خاکی آپ کی رہائش گاہ حافظ آباد میں لایا گیا اور ۲۷ شوال بروز جمعرات ساڑھے بارہ بجے دن میونسپل سٹیڈیم بالمقابل ڈگری کالج حافظ آباد میں جنازہ پڑھایا گیا۔ نماز جنازہ کی امامت آپ کے شیخ زادے حضرت صاحبزادہ میاں محمد ابوبکر شرقپوری صاحب مدظلہ العالی نے فرمائی۔ ۱۲۳ ایکڑ زمین میں سٹیڈیم کے ارد گرد روڈ پر خلق خدا کا جم غفیر تھا۔ ناچیز

جنازہ میں شریک تھا۔ مائیک پر اعلان ہوا کہ سرکاری اطلاع کے مطابق چھ لاکھ سے زائد افراد آپ کے جنازہ میں شریک ہوئے اور ابھی کچھ شرکت سے رہ گئے۔

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا
ہمیں سو گئے داستان کہتے کہتے

جہاں ۴۸ سال آپ نے سربکفن ہوکر کلمہ حق بلند کیا اسی جامع مسجد الفاروق میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ نے بطفیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو نیک اور صالح اولاد سے نوازا ہے۔ آپ کے صاحبزادگان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱- صاحبزادہ سید محمد عطاء الحسنین علی شاہ آپ خطیب اسلام کی جامع مسجد الفاروق میں ہی خطیب ہیں۔

۲- صاحبزادہ سید محمد وسیم الحسن شاہ صاحب، ایل ایل ایم، آپ لاہور باغبانپورہ میں خطیب ہیں۔

۳- صاحبزادہ سید محمد عثمان حیدر صاحب۔

۴- صاحبزادہ سید محمد فاروق حیدر شاہ صاحب

الحمدللہ خطیب اسلام علیہ الرحمۃ الرحمٰن کی ساری اولاد جدید و قدیم تعلیم سے آراستہ ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت علامہ الحاج غلام رسول غازی سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

دست بدعا ہوں کہ اللہ رب العزت غازئ ملت حضرت علامہ الحاج قاضی غلام رسول سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کو جنت کا گہوارہ بنائے اور اللہ تعالیٰ ان کے مشن کو تادیر جاری رکھے تاکہ چنیوٹ اور گردونواح کے سنی مسلمان اس سے متاثر ہوں، جو خدا عزوجل نے اس رضا کے دیوانے کے قلب وجگر میں رکھا تھا۔ راقم الحروف آپ کو اسی نگاہ سے دیکھتا ہے جس نگاہ سے کوئی مرید اپنے پیر کو دیکھتا ہے۔ خدا کرے کہ وہ وقت برق رفتاری کے ساتھ آئے کہ میں آپ کے مشن کو وہاں تک پہنچاؤں جہاں تک غازی ملت رحمۃ اللہ علیہ کی سوچ تھی۔ اور رضا کے نیزے کا وار بن کر دشمنان رضا کا ایسا علمی محاسبہ کروں کہ قبر کے اندر غازی ملت کے ہاتھ دعا کے لیے اٹھ جائیں اور مجھے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنی خادمیت میں قبول فرمائیں۔

غازی ملت کی ولادت

چنیوٹ میں فکر رضا کے عظیم ترجمان، علم و ہنر کی داستان حضرت علامہ الحاج قاضی غلام رسول غازی سیالوی رحمۃ اللہ علیہ 1945ء میں الحاج الحافظ قاضی غلام محمد ضیائی سیالوی رحمۃ اللہ علیہ (آپ خیر کم من تعلم القرآن و علمہ کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔

مجھے ایک مرتبہ غازی ملت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے والد گرامی کے تین ہزار حفاظ شاگرد ہیں۔ جو آج پوری دنیا میں قرآن حکیم کی تعلیم دے رہے ہیں۔ اس

سے آپ کی بزرگی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔) کے ہاں عظیم روحانی مرکز محمدی شریف ضلع چنیوٹ میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت:

حضرت غازی ملت قاضی غلام رسول سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی الحاج الحافظ قاضی غلام محمد ضیائی سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ ناظرہ قرآن حکیم پڑھنے کے بعد گورنمنٹ اسلامیہ سکول محمدی شریف سے 1962ء میں اوّل پوزیشن میں میٹرک کیا۔ تعلیم کی لگن اور ذوق وشوق نے گھر نہ بیٹھنے دیا اور آپ نے گورنمنٹ اسلامیہ ڈگری کالج کے دروازے پر دستک دی۔ اور 1966ء میں بی۔ اے کا امتحان پاس کرنے کے بعد 68-1967ء میں سنٹرل گرسنگ کالج لاہور سے بی۔ ایڈ کا امتحان پاس کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔ اے اسلامیات کا امتحان پاس کیا اور اس کے بعد محکمہ تعلیم میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔

غازی کی وجہ تسمیہ

میرے ذہن کے گوشوں میں یہ بات ابھی تک اسی طرح گونج رہی ہے کہ ایک مرتبہ غازی ملت رحمۃ اللہ علیہ میرے غریب خانہ ہرسہ شیخ تشریف لائے اور مجھے فرمانے لگے! سیف آ! میرے ساتھ ذرا چنیوٹ جانا ہے ہمیں ہرسہ شیخ سے چنیوٹ جانے کے لیے ہائی ایس کی فرنٹ سیٹ مل گئی۔ غازی صاحب کے اصرار کے باوجود کرایا میں نے دیا ابھی آدھا سفر ہی طے ہوا تھا کہ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ آج حضرت سے پوچھنا چاہیے۔ آپ کو غازی کا تخلص کیسے ملا؟ میرا یہ خیال فوراً ہی میری زبان پر آ گیا اور میں نے غازی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھ ہی لیا کہ جناب! آپکو غازی کب اور کیوں کہا جاتا ہے؟ آپ فرمانے لگے کہ جب میں اسلامیہ ہائی سکول

محمدی شریف میں زیر تعلیم تھا تو حضرت شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ "محمدی شریف" تشریف لائے اور میں نے ان کی موجودگی میں اصلاح معاشرے پر بڑی جاندار تقریر کی۔ میری تقریر سن کر حضور شیخ السلام میرے والد صاحب کو مخاطب ہو کر فرمانے لگے! حافظ صاحب! تمہارا بچہ تو ماشاء اللہ غازی بنے گا پس اسی دن سے میں غازی کے لقب سے مشہور و معروف ہو گیا۔

صحبت کا اثر

حضرت غازی ملت رحمۃ اللہ علیہ نے باقاعدہ طور پر تو دینی تعلیم حاصل نہیں کی تھی۔ لیکن "صحبت صالح ترا صالح کند" حضور شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ حضور خواجہ محمد حمید الدین قمری سیالوی مفسر قرآن ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری سید المناظرین شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی، استاذ العلماء علامہ عبد الرشید رضوی اور دیگر علمائے حق کی صحبت نے آپ کو علم و ہنر کی پختہ بلندیوں پر پہنچا دیا تھا۔ یہ انہی بزرگوں کی نظر کرامت تھی، کہ آپ نے جہاں کہیں بھی خطاب فرمایا جس محفل و بزم میں گئے خواہ وہ حلقہ سیاست ہو یا کہ صوفیائے کرام کے ذکر و فکر کی محفل ہر جگہ اپنی خطابت کا لوہا منوایا۔ قرآن و حدیث سے اپنے بیان سجایا کرتے اور مثالوں سے مشکل مسائل کو بھی آسان بنا کر عوام کے اذہان و قلوب میں اتارنے کے فن سے اچھی طرح واقف تھے۔ کاتب الحروف فقط دو تقریروں کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتا ہے۔

ایک مرتبہ محبوب سبحانی پیر حیدر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرس پر جلالپور شریف حاضری ہوئی۔ کئی علمائے کرام نے خطابت کے جوہر بکھیرے لیکن جب رضا کے دیوانے غازی صاحب نے بیان فرمایا تو مجمع عش عش کر اٹھا اور صاحبزادہ تنویر حیدر شاہ صاحب نے بوقت روانگی فرمایا کہ آج غازی صاحب کی تقریر نے مردہ دلوں

کو دوبارہ زندگی عطا کر دی ہے۔

غالباً اس دن آپ کی تقریر کا عنوان تھا پیر اور مرید کی ذمہ داریاں کیا کیا ہیں اور دوسری مرتبہ بغدادی مسجد گلبرگ اے فیصل آباد میں محدث اعظم سیمینار منعقد ہوا۔ جس میں مفتی عبدالقیوم ہزاروی صاحبزادہ خورشیدہ احمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد دین چشتی تقریباً بیس کے لگ بھگ علمائے کرام کی تعداد تھی۔ خطاب ہوئے غازی صاحب کو موضوع دیا گیا (موجودہ معاشرے میں علماء کرام کا کردار کیا ہونا چاہیے) آپنے ایسا زوردار خطاب فرمایا کہ صاحبزادہ خورشید شاہ گیلانی صاحب جیسے قادر کلام علمائے کرام حیرت سے آپ کا منہ تکنے لگے۔ جب پروگرام ختم ہوا تو بالائی منزل پر کھانے پر جب سب علمائے کرام اور مہمان گرامی اکٹھے ہوئے تو صاحبزادہ سید ہدایت رسول شاہ صاحب اوپر آئے اور فرمانے لگے اتنے بیانات ہوئے ہیں لیکن غازی صاحب کا بیان محفل کی جان تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علم وعمل میں برکتیں عطا فرمائے۔

بیعت

رضا کے اس دیوانے نے حضور شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین سیال شریف سے سلسلہ چشتیہ نظامیہ سیالویہ میں بیعت کی۔ شیخ الاسلام کی بے پایاں نوازشات اور توجہات نے آپ کو اس مقام پر پہنچا دیا جس کا اندازہ ایک صاحب دل ہی لگا سکتا ہے۔

ملک محمد محبوب الرسول قادری (مدیر ماہنامہ سوئے حجاز لاہور) بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے چنیوٹ میں غازی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جامع مسجد فاروقیہ محلہ عثمان آباد میں لیکچر کے لیے دعوت دی گئی۔ خیر میں حاضر ہوا، پروگرام کے اختتام پر جب سب لوگ مسجد سے نکل گئے تو غازی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجھے مسجد کے صحن میں

لے آئے، جہاں سے صحن شروع ہوتا ہے اس جگہ کھڑا ہو کر غازی صاحب کچھ بولنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن آنسو ہیں کہ تھمنے کا نام نہیں لیتے اور غازی صاحب رحمۃ اللہ علیہ زار و قطار رونا شروع کر دیتے ہیں، جب کچھ آنسو ٹھکانے لگے تو غازی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے اس جگہ مجھے بیداری میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی ہے۔ میں اس جگہ کا بھی احترام کرتا ہوں، محترم و مکرم محمد مختار احمد سیالوی حال مقیم دبئی حلفیہ بیان کرتے ہیں کہ غازی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود یہ واقعہ سنایا کہ جب میری کتاب (صلو علیہ وآلہ) چھپی تو ایک آدمی جو کہ بینک منیجر تھا وہ میرے پاس آیا اور مجھے کہنے لگا غازی صاحب رحمۃ اللہ علیہ رات کو مجھے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی ہے۔ اور میں نے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تمہاری کتاب ''صلوا علیہ وآلہ'' پڑی ہے اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم خوشی کا اظہار فرما رہے ہیں۔

مذکورہ بالا واقعات سے روز روشن کی طرح آپ کا مقبول بارگاہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور فرماتے تھے سیف! ''یار علم عمل تاں کوئی نہیں بس پیر سیال دی کرم نوازی اے'' ایک مرتبہ مجھے فرمانے لگے! سیف! ہمارے شیخ کے آستانے پر تصنع، بناوٹ بلکہ ظاہری طور پر کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی، لیکن باطن میں ہمارے شیخ بڑے مدارج طے کروا دیتے ہیں۔ آپ اکثر اپنے شیخ کریم کی نوازشوں کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا کرتے تھے۔

کرم ہے مجھ پر رب ذوالجلال کا
ادنیٰ سا اک غلام ہوں پیر سیال کا

زیارت حرمین شریفین

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے زندگی بھر دین سے کوئی بے وفائی نہیں کی جس

کا اللہ رب العزت نے مجھے یہ صلہ دیا ہے کہ بے سروسامانی کے عالم میں زندگی میں سات مرتبہ بیت اللہ اور بیت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا موقع بخشا۔ پہلی مرتبہ 1982ء میں اور آخری مرتبہ 1997ء حجاز مقدس جانا ہوا۔ دیار حبیب سے آپ کو اتنی محبت تھی کہ اکثر اپنے نام کے ساتھ غبار راہ حجاز لکھا کرتے تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک مرتبہ غازی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لاہور سے چنیوٹ آرہے تھے مجھے فرمانے لگے! سیف! ''چل یار سرکار ول چلئے'' میں ے عرض کیا! حضور! میرے پاس تو پیسے نہیں ہیں، فرمانے لگے! وہاں پیسوں سے نہیں نیتوں سے جایا کرتے ہیں اور واقع ہی آپ کا یہ فرمان ٹھیک تھا کہ مجھے بغیر رقم کے اللہ تعالیٰ نے چار مرتبہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا سفر کرنے کی سعادت بخشی۔ پہلی مرتبہ دسمبر 2003ء اور دوسری مرتبہ دسمبر 2006ء تیسری بار 2013ء اور چوتھی بار 2014ء میں غازی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر ایک آہ بھر کر کہا کرتے تھے کاش! میں مدینے جاؤں پھر آؤں، پھر جاؤ ں، پھر آؤں، پھر جاؤں، پھر آؤں،۔ اسی کام میں عمر تمام ہو جائے۔

بقول شخصے

دنیا دے سفراں توں بندہ اک وی تے جاندا اے
ہر سفر مدینے داہر وار بڑا سوہنا

دینی تبلیغ اور خدمات

شروع ہی سے آپ نے چنیوٹ کو تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور آخری دم تک خواہ وہ ملکی سطح پر کسی بھی جگہ بطور سرکاری ملازم کام کرتے رہے، پھر بھی انہوں نے اپنی ساری کاوشوں سے چنیوٹ کو منور فرمایا۔

خطبہ جمعہ

آپ نے جامع مسجد مدنی محلہ مصطفےٰ آباد شہر چنیوٹ میں باقاعدگی سے سلسلہ

وار خطبہ جمع کا آغاز کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد جامع مسجد فاروقیہ محلہ عثمان آباد میں جمعہ پڑھانا شروع کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سامعین کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ گئی۔ لوگ دور دراز سے جمعہ کا خطبہ سننے آتے اور تسکین قلب کا سامان پاتے۔ بفضلہ تعالیٰ ایمان و استقامت خشیت الٰہی حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم دردو سوز، کیف مستی، عبادات و معاملات کی اصلاح تزکیہ نفس، جلائے باطن، ایثار و قربانی اور حسن عمل کی دولت سے خود کو بہرہ ور کرنے کے ساتھ ساتھ تعداد میں افراد کی ذہن سازی فرمائی اور لوگوں کو فکر رضا سے روشناس فرمایا۔

جامع مسجد فاروقیہ کے متصل دار العلوم قمر الاسلام کی بنیاد رکھی، جس میں حفظ و ناظرہ اور درس نظامی کی تعلیم جاری و ساری ہے۔

ختم نبوت اکیڈمی کا قیام

جامعہ قمر الاسلام میں ختم نبوت اکیڈمی کی بنیاد رکھی۔ جس میں ہر قسم کی کتابیں رکھی گئیں۔ جن سے عوام اہلسنت بلکہ غیر بھی مستفید ہو رہے ہیں۔ دوست احباب و دیگر ملنے والوں کو اپنی کتابوں کے تحائف دیتے۔ ایک دفعہ میں حاضر خدمت تھا کہ تین لڑکے آئے انہوں نے عرض کی! کہ غازی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر انگوٹھے چومنا کتابوں سے دکھاؤ؟ تو غازی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف اپنی بلکہ مخالفین کی کتب سے بھی مسئلے کا حل پیش کیا اور جاتے دفعہ انہیں "جاء الحق" مصنفہ مفتی احمد یار خاں نعیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مقیاس حنفیت مصنفہ مناظر اعظم علامہ محمد عمر اچھروی اور تفسیر نعیمی پارہ اوّل مولفہ مفتی احمد یار خاں نعیمی عنایت فرمائیں۔ وہ نوجوان نہ صرف مطمئن بلکہ آپ کے جذبہ ایثار سے بہت متاثر ہو کر گئے۔

ایک مرتبہ ایک صوفی صاحب حاضر ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ میری بیٹی اپنے گھر

میں بچیوں کو قرآن حکیم کی تعلیم دیتی ہے۔ غازی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور میں اُس وقت فیصل آباد سے شرح مسلم از علامہ سعیدی لائے تھے۔ شوال کا مہینہ تھا، ابھی تک مسلم شریف کا وہ سیٹ غازی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کھول کر بھی نہیں دیکھتا تھا۔ وہ سیٹ غازی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھایا اور ان صوفی صاحب کو دے دیا کہ بچی گھر میں پڑھے گی۔ اصل میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دس نکاتی پروگرام پر عمل ہو رہا تھا۔

ختم نبوت

ختم نبوت کے محاذ پر عملی کام کرنے کے لیے 1986ء تک چنیوٹ کی مرکزی پبلک پارک میں عظمت تاجدار ختم نبوت کانفرنس کرتے رہے۔ جس میں ملک بھر سے علمائے کرام اور مشائخ عظام شرکت کرتے۔ قائد ملت اسلامیہ امام شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ بطل حریت علامہ عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ۔ مفسر قرآن جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری، امیر شریعت خواجہ محمد حمید الدین سیالوی، مناظر اسلام علامہ محمد سعید اسعد، جماعت علی چوہدری صاحب، قاری محبوب عالم صاحب اور اور دیگر رہنما بھرپور شرکت کرتے یہ کانفرنس تین روز تک جاری رہتی۔ آپ کا یہ کارنامہ اہل چنیوٹ ہمیشہ یاد رکھیں گے۔

فکر رضا

آپ کو امام عشق و محبت مجدد دین و ملت سے جنون کی حد تک لگاؤ تھا۔ اپنے خطبات میں اکثر حوالے دیتے بریلی کے تاجدار نے لکھا ہے۔ بریلی کے تاجدار یوں فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ میں نے عرض کی غازی صاحب کئی لوگ اپنے مشائخ کو اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں بولتے ہیں۔ تو غازی صاحب فرمانے لگے۔ لکھتے ہیں تو لکھتے رہیں۔ بولتے ہیں تو بولتے رہیں۔ ہمارے کانوں میں تو جب اعلیٰ حضرت کے الفاظ

سنائی دیتے ہیں تو ہماری سوچ کا رخ بریلی شریف کی طرف ہو جاتا ہے۔ اور آستانہ اعلیٰ حضرت پہ حاضر ہو کر کہتا ہے:

ملک سخن کی شاہی تجھ کو رضا مسلم

جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

آپ نے ایک مرتبہ کافی تعداد میں اعلیٰ حضرت کا ترجمہ قرآن کنزالایمان منگوا کر۔ لالیاں، چنیوٹ اور چناب نگر کی جیلوں اور حوالاتوں میں رکھوائے۔ رضویات پر علامہ شمس بریلوی اور ماہر رضویات ڈاکٹر مسعود احمد مظہری کی تصانیف منگوا کر لوگوں میں فری تقسیم فرمایا کرتے ایک مرتبہ میں بھی ساتھ تھا۔ چنیوٹ میں ایک مجسٹریٹ تھے۔ ٹوانہ صاحب باشرع آدمی تھے اور ایک ہائی کورٹ کے ایڈووکیٹ تھے۔ ان دونوں کو ایک ایک کنزالایمان اور حیات اعلیٰ حضرت پر کافی کتابیں تحفہ کے طور پر دیں۔

چنیوٹ میں ایک مولوی تھا وہ کہا کرتا تھا ''لو جی غازی صاحب ایک مولوی نوں امام (احمد رضا) بنا چھڈیا اے''۔ غازی صاحب اپنے خطاب میں بھپرے ہوئے شیر کی طرح گرج کر فرماتے اور مولوی! اس نے 56 علوم (پرانی تحقیق کے مطابق ورنہ جدید تحقیق کے مطابق تو 215) پر زبردست کام کیا اور ان علوم کا ماہر تھا تو مجھے 56 علوم کے نام پوروں پر شمار کرا دے' میں تجھے امام مان لوں گا ہائے ہائے۔ یہ رضا کے نیزے کا دار ہے۔

ملک کے طول و عرض سے رسائل و جرائد ان کے نام آتے جہاں رضا لاہور، رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، نور اسلام شرقپور شریف، ضیائے حرم، بھیرہ، کاروانِ قمر کراچی، اہلسنت گجرات، دیگر کئی مذہبی اخبار آتے لیکن نہ جانے کیا وجہ تھی کہ جہانِ رضا ہر ماہ مطالعہ کے بعد مجھے عنایت فرما دیتے اور میں یہ کہتے ہوئے لے لیتا کہ غازی

صاحب اب رسالہ میں واپس نہیں کروں گا۔ فرماتے چلو یار جیسے تمہاری مرضی اب بھی میرے پاس اس دور کے کئی شمارے محفوظ ہیں۔ انہوں نے مجھے جہانِ رضا سے ایسا روشناس کرایا کہ اب میری نس نس رگ رگ میں جہانِ رضا رچ بس گیا ہے۔ انتقال سے ایک ماہ قبل غازی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے فتاویٰ رضویہ کی جلد اوّل تحفہ کے طور پر عطا فرمائی۔ اور ایسا جادو کیا کہ آج الحمدللہ ناچیز کے پاس فتاویٰ کی مکمل 30 جلدیں موجود ہیں۔ اور غازی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایما پر میں بھی 50 کے لگ بھگ کنز الایمان شریف اپنے ہاتھوں سے فری تقسیم کر چکا ہوں۔ یہ سارا کریڈیٹ غازی غلام رسول سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کو ہی جاتا ہے۔

تصانیف

قافلہ رضا کے یہ نڈر سپاہی قاضی غلام رسول غازی سیالوی رحمۃ اللہ علیہ صرف میدان خطابت کے ہی شہسوار نہ تھے بلکہ وہ تصنیف و تالیف کے بھی ماہر تھے۔ بلکہ وہ ہمیں بھی یہ سبق دیا کرتے تھے کہ تقریر تو ہوا میں اڑ کر بکھر جاتی ہے اور تحریر رہتی دنیا تک اپنے اثرات چھوڑتی رہتی ہے۔ شائد انہیں کے حکم پر ہی عمل ہو رہا ہے کہ قابلیت واہلیت نہ ہونے کے باوجود ناچیز کچھ نہ کچھ لکھتا رہتا ہے۔ بہر حال آپ نے مسلک رضا کی پاسبانی اور گستاخوں کی دوغلہ پالیسیوں کی نقاب کشائی کے لیے متعدد علمی تحقیقی تصانیف چھوڑی ہیں۔

ا: ''صلو علیه و آله'' اس کتاب کی مقبولیت کے بارے میں گزشتہ سطور میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ یہ کئی مرتبہ دوسرے شہروں سے طبع ہوئی ہے۔
۲: ''حلالاً طیباً''، ۳: ''اقیموا الصلوۃ'' یہ کتاب ماشاء اللہ کئی مرتبہ زیورِ طباعت سے آراستہ ہوئی، ۴: ''وفا سے جفا تک''، ۵: اقرا سے انکار تک''۔ ۶: حرم سے دھرم تک۔ یہ کتاب آپ کی وفات کے بعد بھی کاموں کے سے شائع ہوئی ہے مفتی محمد نعیم اللہ

خان قادری صاحب کا ترتیب دہندہ مجموعہ دیوبندیوں سے لاجواب سوالات میں بھی یہ کتاب شامل ہے۔ ۷: ''محرم سے مجرم تک''۔ ۸: دعا سے دغا تک غیر مطبوعہ، ۹: تبلیغ سے تخریب تک غیر مطبوعہ، ۱۰: ''صراط مستقیم''، ۱۱: شجرہ چشتیہ نظامیہ سیالویہ، مزید آپ کچھ لکھنا چاہتے تھے لیکن زندگی نے وفا نہ کی۔

وفات حسرت آیات

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کی محبت کا اس بات سے بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کہ جب 14 اگست 2000ء بروز سوموار آپ کے وصال کا وقت آیا تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا درود شریف پڑھیں اور خود بھی ناف پہ ہاتھ باندھے پڑھ رہے تھے:

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

جب آپ ''کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ'' کے تحت اس فانی دنیا کو چھوڑ رہے تھے۔ اتفاق ہسپتال لاہور کے ڈاکٹرز ایک دوسرے کو پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ آؤ آج دیکھو ایک عالم دین۔ ایک عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم دین سے وفا کرنے والا سراپا خلوص، چمنستانِ رضا کی ایک کلی دنیا سے کس شان سے جارہی ہے۔ درود سلام پڑھتے پڑھتے اور وہ بھی اعلیٰ حضرت کی زبان۔ میں آپ دنیا سے رخصت ہوگئے۔

بچھڑا تو اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
ایک شخص پورے شہر کو ویران کرگیا

☆☆☆☆☆☆

صدیوں تجھے گلشن کی فضا یاد کرے گی

۲۱ ربیع الآخر ۱۴۲۹ھ، ۲۸ اپریل ۲۰۰۸ء بروز پیر بعد نماز عشاء ''ترجمان السنۃ'' کے مطالعہ میں مصروف تھا کہ لائٹ چلی گئی۔ میں نے کتاب بند کی اور چارپائی پر لیٹ گیا۔ میری شاید آنکھ بھی نہ لگی ہوگی کہ فون کی گھنٹی بجی۔ گیارہ بج کر انچاس منٹ تھے کہ لاہور سے ادیب شہیر ملک محمد محبوب الرسول قادری صاحب مدظلہ الاقدس نے اطلاع دی کہ حضرت مسعود ملت ماہر رضویات ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب انتقال فرما گئے ہیں۔ اس خبر سے دل کی دنیا اجڑ گئی۔ غموں کے دریا میں ڈوب گیا اور سنیت یتیم سی محسوس ہونے لگی۔ میں فیصلہ نہ کر سکا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ آخر ملک صاحب کو لاہور فون کیا اور ان سے پوچھا کہ ڈاکٹر صاحب کس وقت ہمیں بے سہارا چھوڑ کر اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہوئے؟ تو ملک صاحب نے بتایا کہ عشاء کی نماز کے بعد کراچی میں آپ نے وصال فرمایا ہے۔

فوراً کراچی، مدیر اعلیٰ ''معارف رضا'' حضرت علامہ سید وجاہت رسول قادری صاحب کو فون کیا۔ آپ سے اظہار افسوس کیا۔ آپ بہت اداس محسوس ہو رہے تھے۔ میں نے عرض کیا، حضور مجھے تو محسوس ہوتا ہے کہ سنیت آج یتیم ہوگئی ہے۔ شاہ صاحب فرمانے لگے، بالکل ایسا ہی ہے۔ آپ اس وقت ڈاکٹر صاحب کی رہائش گاہ پر ہی تھے۔ آپ نے میری بات ڈاکٹر صاحب کے صاحبزادے

ڈاکٹر محمد مسرور احمد صاحب مدظلہ العالی سے کرائی۔ میں نے ان سے اظہار تعزیت کیا۔ لاہور، پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب مدیر اعلیٰ ماہنامہ ''جہانِ رضا''، گجرات حضرت مولانا مفتی اشرف القادری صاحب، لاہور حضرت مولانا محمد منشا تابش قصوری صاحب سے فون پر اظہار تعزیت کیا۔ یہ تمام حضرات ڈاکٹر صاحب کی جدائی کو ناقابل تلافی نقصان سمجھ کر خون کے آنسو رو رہے تھے۔ ماہر رضویات مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی مجددی دہلوی علیہ الرحمۃ ۲۹ جمادی الآخر ۱۳۴۸ھ/۲۴ اکتوبر ۱۹۳۰ء دہلی میں حضرت مولانا شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ مسلکا سنی، مذہبا حنفی اور مشربا نقشبندی مجددی اور مولوداً دہلوی تھے۔

قرآن حکیم کی تعلیم کے بعد ۱۰ سال کی عمر میں اپنے جدامجد مفتی شاہ محمد مسعود دہلوی علیہ الرحمۃ کے قائم کردہ مدرسہ عالیہ عربیہ فتح پوری مین دینی تعلیم ۵ سال تک حاصل کی۔ ۱۹۴۸ء میں مشرقی پنجاب یونیورسٹی سے فاضل فارسی کا امتحان پاس کیا۔ پاکستان ہجرت کے بعد آپ نے حیدرآباد میں رہتے ہوئے ۱۹۵۶ء میں بی۔اے اور ۱۹۵۸ء میں ایم۔اے اردو کی اسناد سندھ یونیورسٹی، جامشورو سے حاصل کیں جبکہ پی۔ایچ۔ڈی کی سند ۱۹۷۱ء میں جامعہ سندھ سے ہی حاصل کی۔ آپ کے مقابلہ کا عنوان تھا: ''اردو میں قرآنی تراجم وتفاسیر''۔ اور آپ کے نگران تھے پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں نقشبندی مجددی۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنی ملازمت کا آغاز ۱۹۵۸ء میں حیدرآباد کے ایک کالج مین لکچرار کی حیثیت سے کیا۔ آپ جلد ہی شعبۂ اردو کے سربراہ بن گئے۔

۱۹۷۰ء تا ۱۹۹۱ء صوبہ سندھ کے مختلف کالجوں میں پرنسپل کی حیثیت سے خدمت انجام دیتے رہے۔ ۱۹۹۰ء میں کچھ عرصہ کے لیے سندھ گورنمنٹ کی وزارت تعلیم میں

ایڈیشنل سیکرٹری کے اعلیٰ عہدے پر بھی فائز رہے۔ آخر میں سکھر کے گورنمنٹ ڈگری کالج و پوسٹ گریجویٹ سینٹر میں پرنسپل کے عہدے پر فائز رہتے ہوئے ۳۰ اپریل ۱۹۹۱ء میں ریٹائر ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ملازمت کے اس طویل دور میں ہمیشہ اسلامی وضع قطع کے ساتھ رہے اور اپنے اسلاف کی تعلیمات کا آئینہ بنے رہے۔

ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ناچیز کی پہلی مرتبہ ٹیلی فون پر دھیمی دھیمی آواز سننے کا موقع دسمبر ۲۰۰۷ء کے آخری ایام میں ملا اور اس ٹیلی فونک ملاقات کا سبب تفسیر مظہر القرآن کا مقدمہ بنا۔ مظہر القرآن، جلد اول صفحہ ۱۳ (مطبوعہ ضیاء القرآن) پر ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تسامح ہوا۔ میں نے ایک دو علماء سے مشورے کے بعد ڈاکٹر صاحب سے فون پر رابطہ کیا، ڈاکٹر صاحب کو متنازعہ عبارت پڑھ کر سنائی۔ آپ نے بڑی شفقت اور توجہ سے ناچیز کی گزارش کو سنا اور فوراً فرمایا، آپ صحیح کہتے ہیں، یہ عبارت ٹھیک نہیں ہے، میں اس کی اصلاح کروں گا، میں بہت حیران ہوا کہ اتنی بڑی شخصیت ہو کر اتنے چھوٹے آدمی کی بات کو سنا اور پھر رجوع فرمالینا فی زمانہ مخلص فی الدین ہونے کی بڑی اعلیٰ مثال ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ ابھی تک آپ یہ کام بھی نہ کر پائے تھے کہ اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے۔

ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نکاح مسنونہ ۲۳ ربیع الاول ۱۳۸۴/ ۱۲ اگست ۱۹۶۴ء کو کراچی میں سید مظہر علی شاہ صاحب کی دختر نیک اختر سے ہوا جس میں والد ماجد کے علاوہ مفتی محمود الوری، حکیم مشتاق احمد حیدری اور سید آل احمد معینی، شاکر اجمیری بھی شریک ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے میاں محمد مسرور احمد ماشاء اللہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ صاحب اولاد اور بقید حیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ عزوجل آپ کی صحت و عافیت کے ساتھ تادیر سلامت رکھے۔ آمین

ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پہلا حج ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء میں مع اہل و عیال ادا کیا

اور اپنے صاحبزادے میاں مسرور احمد کو مکہ معظمہ میں بیت اللہ شریف کے سامنے بیعت کیا اور خلافت واجازت اپنے سلسلہ کی عطا کی۔ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سلسلہ میں بیعت کا آغاز ۲۴ دسمبر ۱۹۷۴ء کو سندھ میں قیام کے دوران کیا اور مولانا محمد عطا صاحب آپ کے سب سے پہلے مرید ہیں۔

دینی وعلمی خدمات:

ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تصنیفی کام کا آغاز دوران تعلیم ہی شروع کردیا تھا۔سب سے پہلے مقالہ حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بعنوان "نقطۂ کمال" ۱۹۵۷ء میں تحریر کیا جو لاہور سے شائع ہوا۔پھر قلم قرطاس کا رشتہ ایسا مضبوط ہوا کہ آپ نے تقریباً ۶۰ سال مسلسل لکھا۔ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کی تعداد ۱۵۰ سے زیادہ ہے جس کی کچھ تفصیل آپ خود اس طرح بیان فرماتے ہیں:

"فقیر نے ۱۹۶۰ء سے ۱۹۷۰ء کے درمیان حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ پر کام کیا۔پھر ۱۹۷۰ء سے ۱۹۹۲ء تک امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ عنہ پر کام کیا جو ابھی تک جاری ہے۔۱۹۹۲ء سے ۲۰۰۲ء تک مسلسل اہل سنت وجماعت پر کام کیا،یہ بھی ابھی تک جاری ہے۔

۲۰۰۲ء میں پھر امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوا۔اس کی تقریب یہ ہوئی کہ ماہ مذکورہ میں محبی علامہ رضوان احمد نقشبندی نے فقیر کو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے حالات وخدمات پر ایک یادگار مجموعہ مرتب کرنے کی طرف متوجہ کیا۔بات دل کو لگی۔جب خیال آیا تو ایک نقطہ تھا،پھیلتے پھیلتے جہان امام ربانی مجدد الف ثانی بن گیا۔ایک قطرہ تھا،پھیل کر سمندر بن گیا۔ایک شگوفہ تھا،کھل کر گلشن بن گیا۔ایک ستارہ تھا،چمک کر آفتاب بن گیا۔یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ

عزوجل کے فضل و کرم اور اہل محبت کے تعاون سے ممکن ہوا"۔

(جہانِ امام ربانی، جلد اول، صفحہ ۶۹)

حضرت مسعود ملت میرے کتب خانہ میں:

اب میں حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ان کتب کا مختصر تعارف پیش کروں گا جو میرے کتب خانے میں تادم تحریر موجود ہیں:

۱-فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں:

صفحات:۲۶۳-مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور۔یہ کتاب پہلی مرتبہ اکتوبر ۱۹۷۳ء میں شائع ہوئی تھی۔ڈاکٹر صاحب نے یہ کتاب ایک سال میں دسمبر ۱۹۷۲ء میں مکمل کی تھی جس کے نہ جانے کتنے ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

۲-تحریک آزادیٔ ہند اور السواد الاعظم:

صفحات:۲۹۱-مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور۔یہ کتاب ڈاکٹر صاحب نے مارچ ۱۹۷۷ء میں تحریر فرمائی تھی۔اپنے عنوان کے لحاظ سے حرف آخر کا درجہ رکھتی ہے۔

۳-خلفائے محدث بریلوی علیہ الرحمۃ:

صفحات:۱۵۶-مطبوعہ ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی۔یہ کتاب پہلی بار اکتوبر ۱۹۹۸ء میں رضا اکیڈمی لاہور نے شائع کی۔ناچیز کے پاس جو نسخہ ہے، وہ اضافہ شدہ اور ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی کا شائع کردہ ہے۔

۴-اُجالا:

صفحات:۴۸، مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور۔ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مقالہ ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ میں مکمل کیا۔رضویت کے عنوان پر بڑا پر مغز اور جامع مقالہ ہے۔

۵-حیات امام اہلسنت:

صفحات:۵۵-مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور۔ یہ کتابچہ ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اگست ۱۹۷۹ء میں مکمل فرمایا۔ اس کتاب بچے کا تعارف ''حرف آغاز'' کے عنوان سے ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود رقم فرماتے ہیں کہ پیش نظر مقالہ ۱۹۸۰ء میں حکومت پاکستان کے تحقیقی ادارے ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد نے اپنے ماہنامے ''فکر و نظر'' میں تین اقساط، اپریل، مئی، جون ۱۹۸۰ء میں شائع کیا۔ بعد میں کتابی شکل میں شائع ہوا۔

۶-رہبر و رہنما:

صفحات:۲۴-مطبوعہ مرکزی مجلس امام اعظم رجسٹرڈ، لاہور۔

۷-دائرہ معارف امام احمد رضا:

صفحات:۸۰-مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور۔

۸-مشرق کا فراموش کردہ نابغہ:

صفحات:۴۰-مطبوعہ بزم عشاقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لاہور۔ یہ مقالہ جولائی ۱۹۷۶ء میں لکھا گیا۔

۹-گناہ بے گناہی:

صفحات ۹۶-مطبوعہ ادارہ اصلاح فکر و نظر، لاہور۔ یہ کتاب ڈاکٹر صاحب نے دسمبر ۱۹۸۰ء میں پایہ تکمیل تک پہنچائی۔

۱۰-گویا دبستان کھل گیا:

صفحات:۴۷، مطبوعہ ادارہ مسعودیہ، کراچی۔ یہ کتاب ڈاکٹر صاحب نے جنوری ۱۹۸۹ء میں لکھی۔

۱۱- محدث بریلوی:

صفحات ۱۶۰- مطبوعہ ادارہ نعمانیہ لاہور۔ یہ تصنیف آپ نے ۷ مارچ ۱۹۸۶ء میں مکمل کی تھی اور ۱۹۹۰ء میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا نے کراچی سے شائع کی تھی۔

مذکورہ ایک درجن کے قریب کتابیں حضرت مسعود ملت علیہ الرحمۃ نے امام عشق ومحبت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی شخصیت کو آشکار اور عالمی سطح پر آپ کو متعارف کرانے کے لیے لکھی تھیں۔

۱۲- گلدستۂ منظوم:

صفحات: ۶۴- مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور۔ مذکورہ گلدستہ آپ نے اگست ۱۹۶۹ء میں ترتیب دیا تھا جس میں مختلف شعراء کا نعتیہ کلام بڑے سلیقے سے یکجا کر دیا گیا ہے۔

۱۳- علم غیب:

صفحات: ۱۶ مطبوعہ ادارۂ مسعودیہ، کراچی۔ مذکورہ کتاب مسعود ملت نے ۶ دسمبر ۱۹۹۳ء کو مکمل کی۔ علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑی انوکھی اور جاندار و مدلل تصنیف ہے۔

۱۴- قیامت:

صفحات: ۶۴- مطبوعہ مرکزی مجلس امام اعظم، لاہور۔ قیامت کا چونکہ وقت مقرر نہیں ہے کیونکہ اس کا معنی ہی یک لخت آنے والی ہے شاید اسی لیے ڈاکٹر صاحب نے بھی اس پر سن تصنیف درج نہیں فرمایا البتہ سن اشاعت ۱۹۹۵ء مرقوم ہے۔

۱۵- نئی نئی باتیں:

صفحات: ۳۲- مطبوعہ مرکزی مجلس امام اعظم، لاہور۔ اس کتاب کا سن تالیف

۱۹۹۴ء ہے۔ بدعت کی حقیقت اور شرعی حیثیت بڑے بڑے مدلل انداز میں واضح کی گئی ہے۔

۱۶- سلام و قیام:

صفحات: ۱۶- مطبوعہ مرکزی مجلس امام اعظم، لاہور۔ ۱۷ دسمبر ۱۹۹۵ء کو ماہر رضویات علیہ الرحمۃ نے یہ مختصر مگر نہایت ہی لطیف تصنیف مکمل فرمائی۔

۱۷- جان ایمان:

صفحات: ۵۶- مطبوعہ ادارۂ مسعودیہ کراچی۔ ۷ مارچ ۱۹۷۵ جمعۃ المبارک کو یہ تحفہ آپ نے حضور جان ایمان علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا۔

۱۸- عیدوں کی عید:

صفحات: ۳۲- مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور۔ اُردو، عربی، فارسی، سندھی، ہندی، انگلش، ۶ زبانوں میں یہ اچھوتی کتاب بڑی محنت سے آپ نے مرتب فرمائی۔

۱۹- نور و نار:

صفحات: ۹۶- مطبوعہ تحریک تفہیم الاسلام کراچی۔ دوسرا نسخہ بزم رضویہ، لاہور کا شائع کردہ ناچیز کے پاس موجود ہے۔ ۱۳ جولائی ۱۹۸۴ء آپ نے یہ حقائق قوم کے سامنے پیش کیے۔

۲۰- نسبتوں کی بہاریں:

صفحات: ۱۵- مطبوعہ رضا اکیڈمی، لاہور۔ عقیدے کے اصلاح کے لیے ۱۳ جون ۱۹۹۴ء کو آپ نے کتابچہ مکمل فرمایا۔

۲۱- قبلہ:

۳۰ صفحات کا یہ جامع اور دلچسپ رسالہ آپ نے ۲۱ مئی ۱۹۹۵ء میں مکمل کیا۔

۲۲- تعظیم وتوقیر:

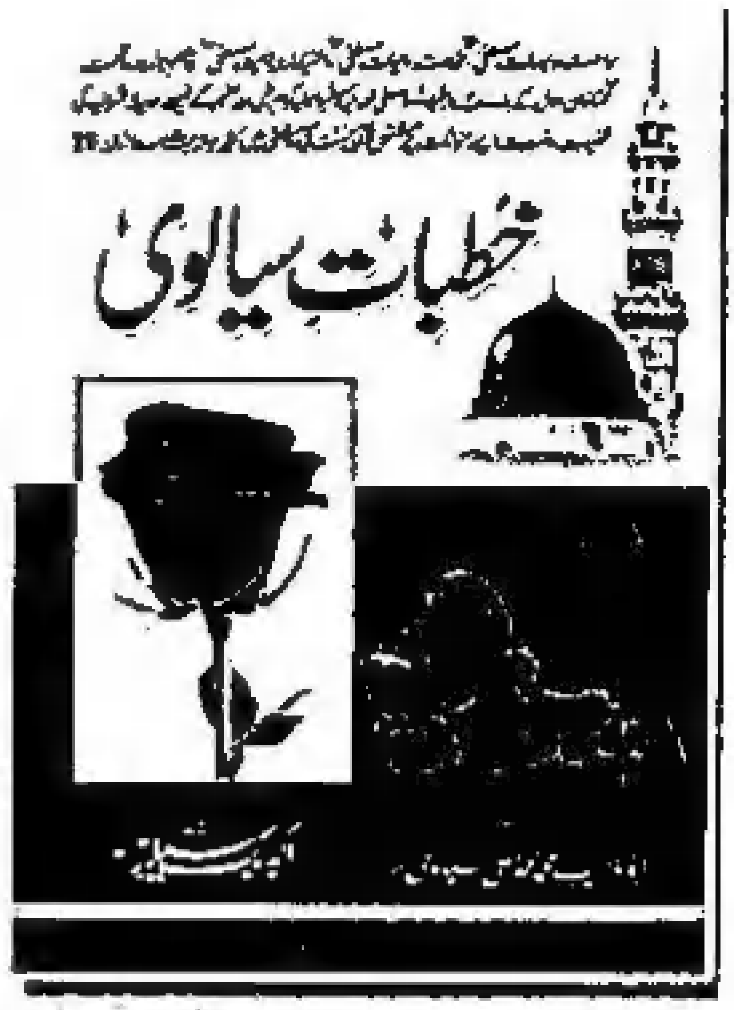
صفحات:۱۶-عزت واحترام نبوت کے موضوع پر یہ بڑا خوبصورت کتابچہ آپ نے ۳نومبر ۱۹۹۳ءمیں لکھا تھا۔

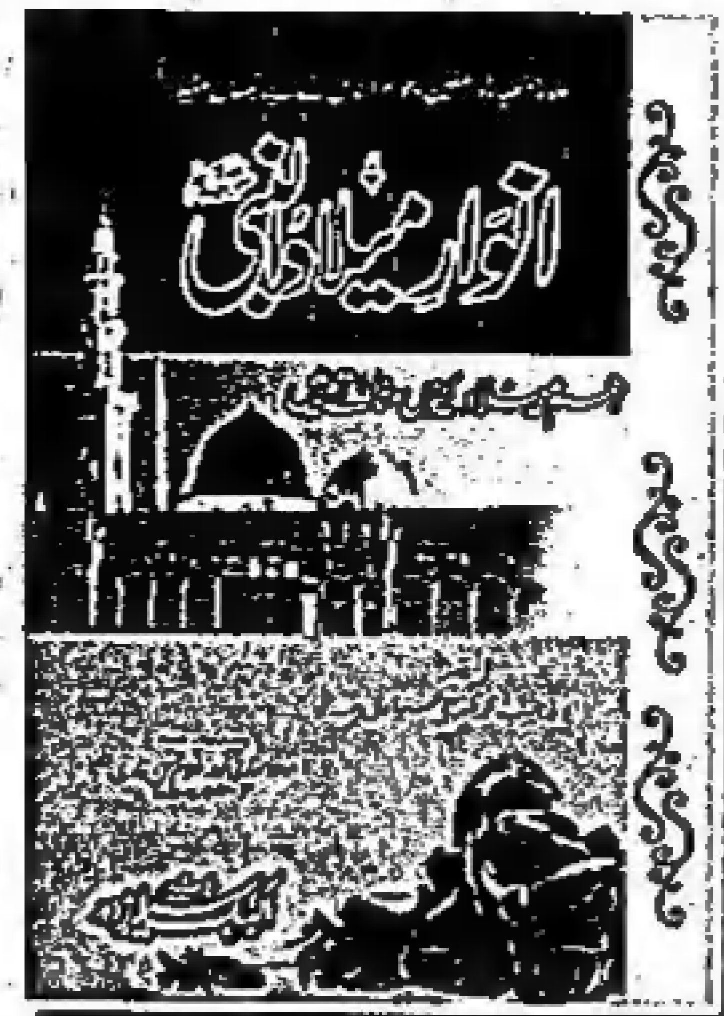
۲۳- پیغام:

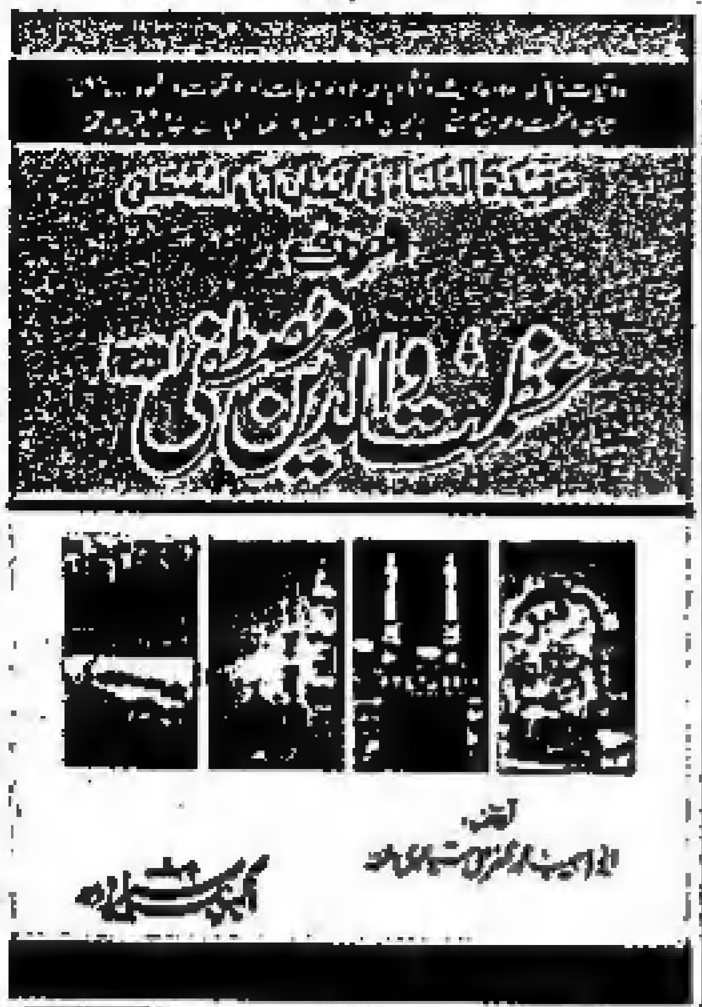
۱۶صفحات پر مشتمل یہ پمفلٹ آپ نے اپریل ۱۹۹۴ءمیں حوالہ قرطاس کیا تھا۔ ناظرین ذی احترام یہ صرف وہ کتب ورسائل جو بندہ ناچیز کی لائبریری کی زینت ہیں ورنہ آپ کی علمی خدمات کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔

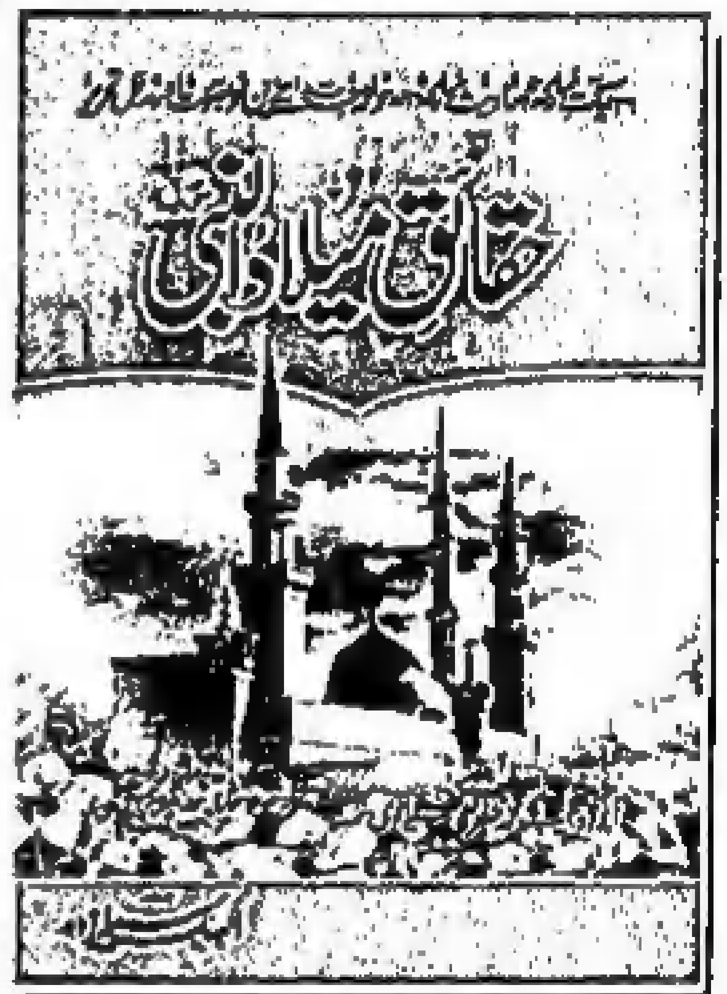
☆☆☆☆☆

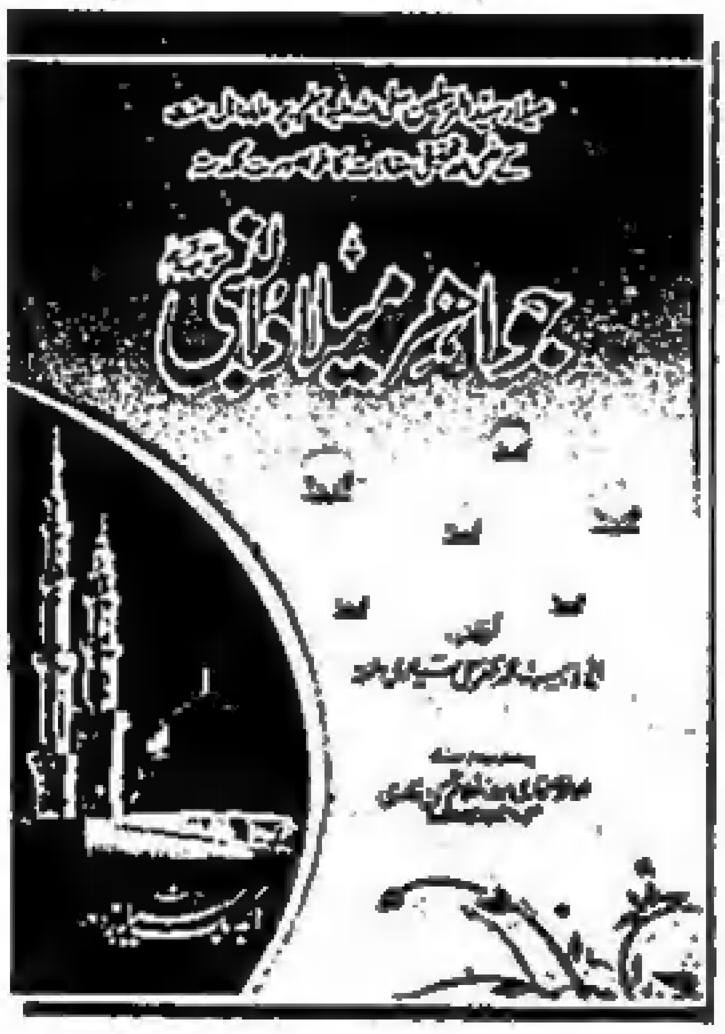
ابو ذہیب محمد ظفر علی سیالوی غفرلہ کی چند دیگر تصانیف

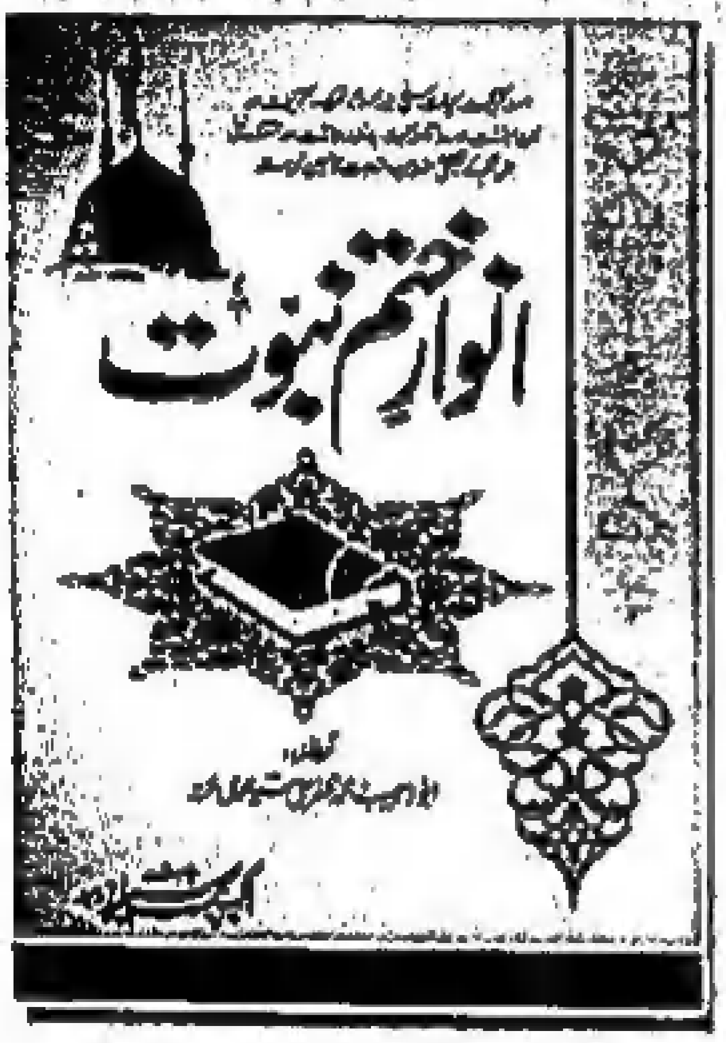




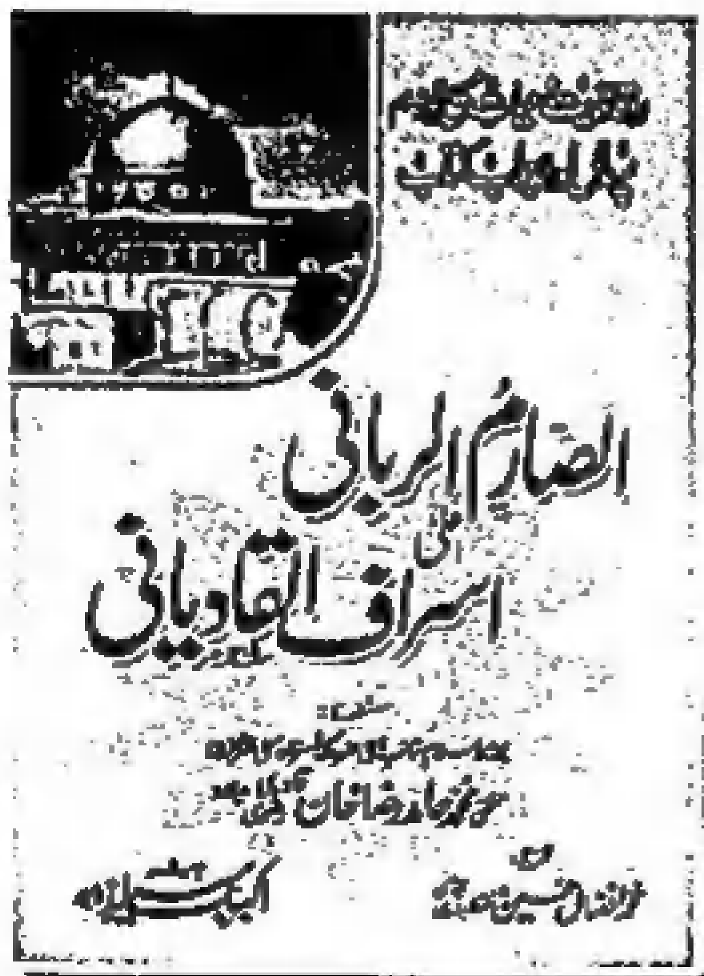


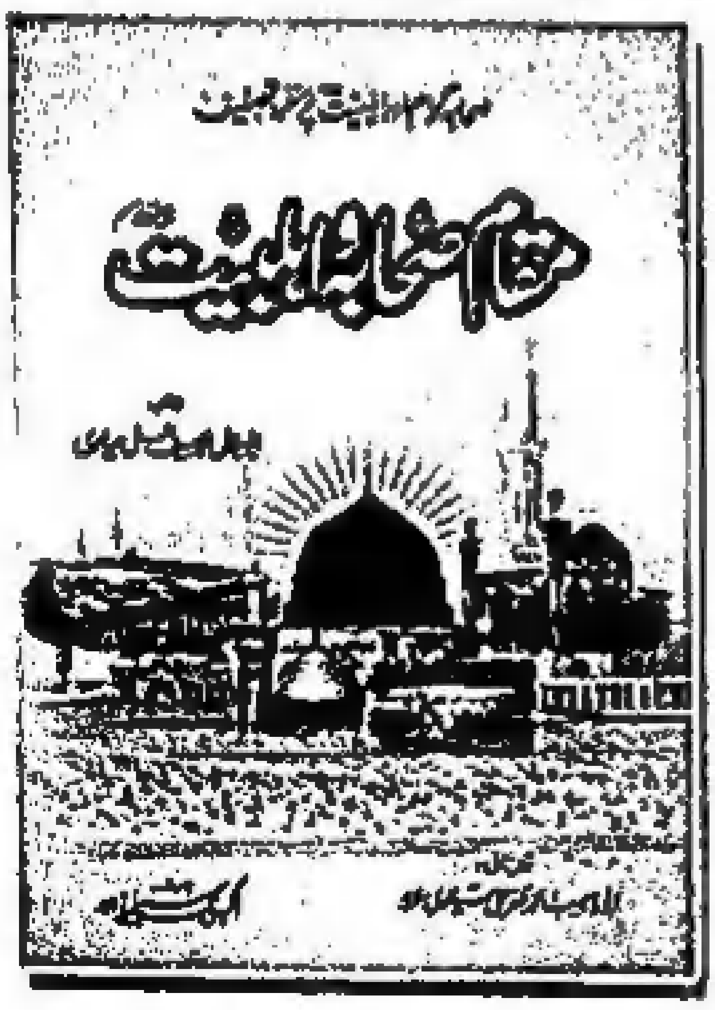












ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سینٹر ۴۰ اردو بازار لاہور
Ph:37352022